قرآنِ حکیم کی روشنی میں

حقوقِ انسانی

سیّد سُلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے فاضِلانہ تبصرہ کیساتھ

از

رقیّہ بنتِ علاّمہ خلیل عرب (پروفیسر لکھنؤ یونیورسٹی انڈیا)

نبیرہ: سیّد امیر علی مرحوم (مورّخِ اسلام)

آلِ الشیخ حسین الانصاری الخزرجی

خواجہ میر درد اکادمی، لاہور

قیمت: پندرہ روپے ۵۰ پیسے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

قرآنِ حکیم کی روشنی میں

حقوقِ انسانی

سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے فاضلانہ تبصرہ کے ساتھ

از

رقیہ بنتِ علامہ خلیل عرب (پروفیسر لکھنؤ یونیورسٹی انڈیا)
نبیرہ: سید امیر علی مرحوم (مورخِ اسلام)
آلِ الشیخ حسین الانصاری الخزرجی

خواجہ میر درد اکادمی، لاہور

قیمت: پندرہ روپے ۵۰ پیسے

فہرستِ مضامین

تبصرہ

"میں نے رسالہ "قرآن پاک اور تعمیر انسانیت" کو بغور پڑھا۔ یہ بڑی لیاقت اور قابلیت سے لکھا گیا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ صاحب قلم کی نظر میں قرآن پاک کا سارا مواد سامنے ہے، خیالات بلند، نکات نادر، طریق تعبیر دل نشین، طرز بیان سنجیدہ۔ اگر مجھے پہلے سے مؤلفہ کی قابلیت کا ذاتی علم نہ ہوتا تو میں بمشکل اس کو کسی خاتون کی تصنیف یقین کرتا، لیکن عزیزہ مؤلفہ کی اعلیٰ علمی ادبی و دینی قابلیت کا علم پہلے سے تھا اور اس لیے ان کے قلم نے جو کچھ لکھا ہے وہ میری عین توقع کے مطابق ہے اور کیوں نہ ہو، ماشاء اللہ مولانا سید امیر علی صاحب مرحوم سابق صدر المدرسین دار العلوم ندوۃ العلماء مؤلف تالیفات کثیرہ کی نواسی اور شیخ الکل فی الحدیث الشیخ حسین صاحب محدث یمانی کی پرپوتی، شیخ محمد صاحب عرب مرحوم استاذ ادب دار العلوم ندوہ کی پوتی اور شیخ خلیل صاحب عرب ندوی سابق پروفیسر لکھنؤ یونیورسٹی (ڈھاکہ یونیورسٹی) و مدرسہ عالیہ کلکتہ کی صاحبزادی ہیں۔ انہوں نے پوری تعلیم پردہ کے اندر اپنے والد ماجد سے حاصل کی ہے اور بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ (غیر منقسم) ہند کی تاریخ میں ادب اور دینیات کی ایسی فاضلہ کسی دور میں نہیں گذری۔ اللہ تعالیٰ عزیزہ موصوفہ کے علم و عمل میں برکت عطا فرمائے اور ان کے علم کو عمل کا ذریعہ بنائے۔ سید سلیمان ندوی ۱۸ مارچ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضور رب العلمین میں ہدیہ عبودیت

اے سارے جہانوں کے رب، اے مالک دین حق آپ کا دین ہے اور انسانیت کا پیغام آپ ہی کلام ہے مگر..... بصیرت کی کوتاہی !!

کہیں ہم نے انسان کو آپ کی رحمت اور نعمت کے سائے میں مگر آپ سے بہت دور دور....... ایوانوں اور قبروں پر سجدہ ریز دیکھا !!!

اسے کبھی اپنے افکار و تخیلات میں..... آسمان کی بلندیوں سے ٹکراکر گرتے دیکھا!!

آپ کے قانون عدل سے بغاوت کرتے اور خاک و خون میں تڑپتے اور تڑپاتے دیکھا !!!

آہ انسانیت کہاں ؟ !!!

انسان اپنے حقوق کی طلب میں دیوانہ وار دوڑ رہا ہے۔

اس نے محمدؐ کا طریقہ بھلا دیا !! اس نے حق تعالیٰ سے رشتہ توڑ دیا !!!

اب کس کا حق ؟ !! اور کیسا حق...... !!

الٰہی تمام انسانوں پر امت محمدؐ پر بصیرت محمدی کے دروازے کھول دے

اللہ العالمین امت محمدؐ کائنات میں نشان حق اور امین عدل ہے

الٰہی اخلاص کے عمیق جذبے کے ساتھ یہ نذرانہ بندگی صرف آپ کے حضور میں

مغفرت کی طالب

رقیہ علامہ خلیل عرب

بیت الملک جمشید روڈ ٢٦ مارچ ١٩٥٢ء

۷۸۶
۹۲

تعالى الله الملك الحق

بیسویں صدی کے مروجہ اور مشہور لٹریچر کی کتابیں کاغذی ڈگریاں تو دلا سکتی ہیں اور عزت کی کرسی پر بٹھا سکتی ہیں مگر ضمیر کو روشن اور نیت کو پاک کرنے کے لئے نور یقین اور اخلاق کی صحیح تربیت کی ضرورت ہے۔ ایسی تربیت جو انسان کو انسان کی طرح زمین پر چلنا سکھا دے اس یقین سے حاصل ہو سکتی ہے جو سچائی کی مضبوط بنیاد پر قائم ہو اور انسانی فطرت کو محبوب و مرغوب بھی ہو۔

بے عمل مذہبی اور بے یقین فلسفہ فساد کا سبب ہیں

مذہبیت کا دعوی کرنے والے جب کہ یقین اور اقرار کو بھول کر عمل سے غافل اور تربیت سے محروم ہوں ایک لامذہب انسان سے بھی بدتر ہیں اور سوسائٹی کے خطرناک مجرم ہیں۔ ایسے لوگ خواہ مسلمان ہوں وہ اپنے مذہب کا اقرار تو کر سکتے ہیں لیکن ان کا مذہب ان کے کردار کا ذمہ دار نہیں قرار پا سکتا۔ جب کہ اس کی تعلیم فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہے۔ اسلامی فیصلہ ہے کہ وہ تمام علوم و فنون جن کو انسان آج تک حاصل کر چکا ہے وہ یقیناً ان کا جائز حق دار بھی ہے اور ان کی ترقی و اشاعت اس کا فریضہ بھی ہے۔ لیکن نظری سائنس ہو یا عملی، اگر وہ انکار کی گود میں پرورش پا رہی ہے تو نری تاریکی اور محض جہالت ہے۔ علم و یقین اور علم و اقرار کا رشتہ اس قدر مضبوط اور اتنا پائدار ہے کہ وہ ٹوٹ ہی نہیں سکتا، ایک خالق و مالک کا اقرار انسان سے کچھ لئے بغیر اسے سب کچھ دے دیتا ہے۔ مختصراً یوں سمجھو کہ مسائل مابعد الطبیعیات میں اختلافی ہنگامہ برپا ہے۔ ظن و تخمین کی بنیاد پر ہر مکتب خیال کے فیصلے جدا جدا ہیں۔ اس ہماہمی میں انسان کی قیمتی کوشش ایک دوسرے کی تردید اور مخالفت سے

ناکام نظر آتی ہے۔ ایک زبردست فلاسفر ذہن رسا اور فکر عمیق میں مشہور ہے دوسرا اس سے بڑھ کر عقلی شاہکار سامنے لاتا ہے۔ اب فیصلہ کے لئے ایسی خبر نہیں ملتی جو اصل حقیقت کو بلاشبہ بلا تردید سب کے سامنے لاکر رکھدے وہ خبر ایسی فیصلہ کُن ہو کہ دل کو یقین و طمانیت اور علم کو روشنی و وسعت بخشے۔

یقینات میں خبر معصوم کا درجہ

اسلام نوع بشری پر یہ احسان کرتا ہے کہ یقینیات میں صحیح اور اطمینان بخش فیصلہ پر پہنچانے کے لئے ایک معیار دے دیتا ہے لیکن یہاں اوّلین ضرورت یہ ہے کہ انسان پہلے اپنا مقام پہچانے وہ اقرار کرے کہ سب جہاں اور تمام مخلوق کے خالق اور مالک نے انسانوں میں ایسے بندے بھی پیدا کئے جنھیں وحی کے ذریعہ ایسے معلومات پہنچا چکا ہے۔ جنھیں باوجود ہزار کوشش کے انسان صحیح طور پر معلوم نہیں کرسکتا تھا سوال یہ ہے کہ اس اقرار میں انسانی عزت اور شرف کا مقام اونچا ہوتا ہے یا گرتا ہے، انسان وہی کچھ جانتا ہے جو وہ دیکھ سکتا ہے۔ یا جسے بآسانی محسوس کر سکتا ہے۔ لیکن جو اس کی نظر سے اوجھل اور اس کی عقل سے بالا تر ہوں انھیں وہ مان سکتا ہے کوئی نہیں جانتا کہ ماننا کی شکل کیا ہے۔ لیکن سب مانتے ہیں کہ ماننا ایک حقیقت ہے پس انسان میں دیکھنے سے زیادہ ماننے کی استعداد ہے اور اس مقدس استعداد کا صحیح مصرف اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ عقل کے ساتھ ساتھ علم و دلیل کا ایک مضبوط اور معصوم سہارا بھی ہو۔ بلا علم و دلیل بات کہنا اندھیرے میں تیر چلانے کے برابر ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰہِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّلَا ھُدًی وَّلَا کِتٰبٍ مُّنِیْرٍ۔ لوگوں میں سے ایسے بھی ہیں جو اللہ کی شان میں علم اور ہدایت کے اور روشن کر دینے والی کتاب کے بغیر بحث کرتے ہیں۔

اسلام یہ پیغام پہنچاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم ہی جیسے انسانوں میں انبیا کو پیدا کیا۔ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰـھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہدیجئے کہ میں تمہارا جیسا ایک بشر ہوں مجھ پر وحی کے ذریعہ یہ پیغام پہنچایا جاتا ہے کہ تمہارا معبود اکیلا ایک ہے۔

اسلام علم و یقین کی طرف بلاتا ہے اور وحی کا سہارا دیتا ہے۔

یہ ذریعہ ربانی علم وحقائق کا وہ مضبوط اور معصوم ذریعہ تھا جو غلطی، خطا اور شک سے پاک تھا اس لئے کہ ایک مقدس انسان وحی اور علم یقین کے ذریعہ تم کو خبر دیتا ہے اور تمہارے پیدا کرنے والی کی بہت بڑی نوازش یہ بھی ہوئی کہ اُس نے مقدس رسُول اور نبی کو حقائق کا خدا جانے کتنا مشاہدہ کرایا، ایک انسان اگر کسی انسان کو سچا مان سکتا ہے تو یقیناً ایسے انسان کو سچا ماننا چاہیئے جو انسان کا رشتہ اپنے خالق سے جوڑ دینے کے لئے زندگی کی ہر گھڑی میں بے قرار رہا ہو انسان تمام کائنات کے مقابلہ میں انسان سے زیادہ مانوس ہے۔ لہٰذا وہی خبر قابل یقین ہو سکتی ہے جو ایک سچے انسان کے واسطہ سے آئے اور ہماری فطرت ضرورت اور عملی زندگی میں نگینہ کی طرح جڑ جائے، نبوت اور رسالت یا پیغمبری کا دعویٰ کرنے والوں سے انسان کے پیچھے دوڑنے والوں سے یہ دنیا آج بھی واقف ہے مگر ان کی ساری دوڑ دھوپ انسان کی زندگی اور موت کی پوری داستان ایک طرف اور قرآن کریم ایک طرف .... انسان تلاش حقیقت کیلئے خبر معصوم کا منتظر اور متلاشی ہے یعنی وہ خبر جو شک اور غلطی سے پاک ہو، اٹل اور فیصلہ کن ہو ایسی خبر۔ خبر معصوم اور ہر انسان کے لئے قدرتی کشش رکھتی ہے، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انسانی یقین کو وہ خبریں اور وہ دستور بھی گرفتار کر لیتے ہیں جن کی آمد کا ذریعہ غلطی اور خطا سے محفوظ نہیں رہا۔ ایسے شخصی نظریات بھی یقین بن کر جمے رہے جو انسان کی عملی زندگی اور اس کی فطرت سے ہمیشہ اور ہر قدم پر جنگ کرتے رہے۔ پھر بھی ہر زمانے میں بے شمار انسانی گروہ ان کی حمایت میں کٹتے مرتے رہے۔ مگر اسلام انسان کو یقینیات میں انسانی عقل کے فیصلوں کا پابند ہو جانے سے منع کرتا ہے اور خبر معصوم پر یقین لانے کا فرض عائد کرتا ہے یعنی غلطی، خطا اور انسانی بھول چوک سے جو خبر پاک و محفوظ ہو ایسی خبر تلاشِ حق میں قابل یقین ہو سکتی ہے۔

(۱) پس تمام علم کمال واقفیت سب جہاں کے پیدا کرنے والے کے قبضہ میں ہے۔

إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۝

بے شک اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے وہی مینہ برساتا ہے۔ وہی جانتا ہے جو کچھ رحم میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین پر مرے گا بیشک

اللہ تعالیٰ سب باتوں کو جاننے والا باخبر ہے۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَن پڑھ تھے انھیں بھی علم ان کی کوشش اور محنت سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے وحی کے ذریعہ معلوم ہوتا تھا۔ حقائق کائنات، تاریخ اقوام، مقصد پیدائش نظام زندگی، قانون زندگی، دستور کام کا آغاز و انجام نوع بشر کے لئے سچائی اور کامیابی کا سیدھا راستہ یہ کچھ بھی معلوم نہیں تھا۔ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کا احسان تھا کہ اس نے انسان کو رسالت کے ذریعے عمل و اختیار کی آزادی دینے کے ساتھ ساتھ زندگی کو کامیاب طریقہ پر گذارنے کا ایک مضبوط قانون اور سیدھا راستہ دکھایا وَمَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس کتاب سے پہلے نہ کوئی کتاب لکھ سکتے تھے نہ کوئی کتاب جانتے تھے نہ ایمان جانتے تھے ورنہ ایسا ہوتا کہ ناحق شناس لوگ شبہ کرتے۔

قرآن خود گواہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھو جس نے پیدا کیا وہ کہ جس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا پڑھو اور تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے وہ کہ جس نے قلم کے ذریعہ لکھنا سکھایا جس نے انسانوں کو وہ سکھایا جسے انسان نہیں جانتا تھا۔

قرآن گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کی تعلیم حاصل کرنے کے آداب و قاعدے سکھائے اور نسلِ انسانی کے لئے علم و یقین کے دروازے کھول دیئے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شوقِ علم کو بیدار فرمایا اور انھیں سکھایا کہ یوں کہو اے اللہ مجھے اور علم دے وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ۝

(اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) تم پوری وحی نازل ہو چکنے سے پہلے قرآن کریم پڑھنے میں جلدی نہ کیا کرو اور یہ دعا کیا کرو کہ اے اللہ مجھے اور علم دے۔

اس رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا پر غور کرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا سکھائی گئی ہے اور ہر ایمان لانے والے انسان کی بھی یہی دعا ہے اور ایک ایسا ہی بے بہا فراست کا خزانہ

قرآن میں اور بھی ملتا ہے دنیا بھر کے انسانوں کے لئے حق و باطل صحیح و غلط کے فیصلے میں یقین کی معجزانہ شمع کو خریدنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ایمان و عملِ صالح کی برکت سے مفت یہ نعمت ہاتھ آجاتی ہے۔

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجْعَل لَّکُمْ فُرْقَانًا ۔ الانفال

اے ایمان والو اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو حق و باطل میں تمیز کرنے کی توفیق عطا فرمائے گا۔

کائنات میں غور کرنے کا اسلامی طریقہ

فلسفی سے مسائل مابعد الطبیعیات کی گتھیاں سلجھ ہی نہیں سکتیں جب تک وہ یہ اقرار نہ کرے کہ محترم انسان کا مایۂ ناز سرمایہ قوتِ متخیلہ اور قوتِ ارادی کی سلامتی اس میں ہے کہ اسے اس مرکزی مقام علم و معرفتِ حق سے وابستہ کر دیا جائے جہاں نہیں معلوم کہ ہمت شکن آواز کے بجائے رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا ۔ زیادتیٔ علم و ایمان کی ہمت افزا دعوتِ انتظار کر رہی ہے اور قرآن و سنّتِ رسول اللہ علیہ وسلم کی طرف بلا رہی ہے یہی فلاسفر یا سائنس داں جو مسائلِ مبداء و معاد میں در نہیں معلوم کہہ کر اٹھا ہے راہ میں اسے ایک خوبصورت بچہ کسی طرف جاتا نظر آتا ہی۔ وہ جس گلی ہے اسی کی طرف آخر لوٹ کر جائے گا۔ لیکن اسے دیکھ کر فلاسفر کے دل میں بے اختیار یہ سوالات آئیں گے کہ یہ کس کا ہے؟ کدھر جا رہا ہے؟ بچہ اگر حیران ادھر اُدھر دیکھ رہا ہے تو یہ سمجھے گا کہ وہ اپنے سرپرست کو ڈھونڈ رہا ہے۔ اس تک راہ پانے کے لئے بے قرار ہو کر فلاسفر اپنا اخلاقی فرض سمجھتے ہوئے مستعد ہو جائے گا کہ بچہ کی مدد کرے اور اسے اس کے مقام تک پہنچا دے لیکن اسے نہیں معلوم کہ اس کا ٹھکانہ کہاں ہے؟ اب وہ صحیح خبر معلوم کرنے کے لئے دوسروں سے نہیں بلکہ پہلے خود اس بچے سے سوال کرے گا کہ تم کس کے ہو؟ یہاں کیوں آئے ہو؟ تم کہاں جاؤ گے؟ اس بچہ کی مثال میں وہ خوب سمجھ لیتا ہے کہ مقصد تک پہنچنے کے لئے خبرِ معصوم کی ضرورت ہے اور "در نہیں معلوم" میں نہ طمانیت ہے نہ یقین نہ علم "در نہیں معلوم" غیر اسلامی اور غلط طریقِ فکر کا نتیجہ ہے اس لئے اس سے مبدأ و معاد میں صحیح نقطہ پر پہنچنا ناممکن ہے

اسلام مسائل مابعد الطبیعیات اور مادی علوم میں سمندِ ہمت کو دوڑانے سے پہلے انسانی عقل و استعداد کو سہارا دینے کے لئے کائنات میں غور و فکر کا صحیح طریقہ سکھاتا ہے۔ کائنات[1] اس کا مقصدِ وجود، اس کی ملکیتِ تامہ اس کا مرجع و منتہٰی اس سے استفادہ کے حقوق و شرائط کیا ہیں؟

۱) ان مسائل کے بارے میں صحیح و یقینی علم کے مرکزِ اعلیٰ سے رجوع کر کے وحیٔ ربانی کے ذریعہ انسان کو شک و شبہ کی وادیوں میں بھٹکنے کی بجائے یقین و تجربہ اور اطمینان کے ساتھ آگے بڑھنے کی دعوت دیتا ہے۔

۲) کائنات کے عجائب و فوائد بے شمار ہیں:۔ کائنات انسان کے لئے بند نہ ہونے والی الٰہی درس گاہ ہے پس صبح و شام خود بھی اپنی وہبی و اکتسابی علم و تحقیق کی استعداد کام میں لاؤ اپنی تدبیر و تجربہ کے وسائل سے فائدہ اٹھاؤ اور فائدہ پہنچاؤ۔ علوم و فنون کی تحصیل و تحقیق میں انسان پوری طرح آزاد ہے اس ہمت افزائی کے ساتھ اسلام نے صحیح رہنمائی بھی کی ہے اور یہ سکھایا ہے کہ اسلامی یقین میں خدائی ہدایت اور انسانی محنت کے سہارے سے کائنات سے حاصل کردہ علوم مادیت کی تسخیر انسانیت کی تعمیر اور دو جہانی ترقیوں پر منتہی ہوتے ہیں یعنی انسانیت کے عروج و اقبال کا اولین مقصد مادیت کی ترقی کے ساتھ ساتھ اسی وقت پورا ہو سکتا ہے جب کہ علوم و فنون کے تمام محکمے کائنات اور اس کے خالق و مالک کے رشتہ کو نگاہ رکھیں۔

انسانی کردار پر کافر فلسفہ اور کافر ذہنیت کا اثر

انسان زبردستی اپنے دل و دماغ کے دروازے بند نہ کرلے تو زمین و آسمان اور تمام مخلوقات میں نظر دوڑاتے ہوتے پہلا سوال اس کے دل سے یہی اٹھتا ہے کہ یہ کس کی ہیں؟ یہاں کس لئے ہیں؟ یونان و مغرب کے کافر فلسفہ میں اس فطری سوال کا جواب نہیں معلوم پر ختم ہو جاتا ہے اس طرح ایک کافر ذہنیت بن جاتی ہے جو بڑھتے بڑھتے عوام تک پہنچتی ہے اور کردار پر چھا جاتی ہے۔ . . .

[1] مبدا و معاد کے معنی ابتداء و انتہاء یا آغاز و انجام غیر مسلم فلاسفر انسان کے سفر زندگی کے آغاز و انجام کے مسئلہ میں بحث کرتے کرتے نہیں معلوم پر رک جاتے ہیں۔

"نہیں معلوم" کا حلقہ صرف فلسفہ اور سائنس کی نظری حدود پر تمام نہیں ہو جاتا بلکہ کافر عقل و علم کی تلوار سینوں کی گہرائیوں سے اخلاق معاشرت و معاملات کی حرمت و عظمت کو کاٹتی ہوئی نکل جاتی ہے۔ پھر کائنات کی آبرو انسان کی نظروں میں باقی نہیں رہتی۔ "نہیں معلوم" کا جواب کبھی تو علم و عقل کے دعوے دار کی طرف سے صاف سنائی دیتا ہے اور اکثر ایسا بھی ہوا کرتا ہے کہ مذہبی قسم کے انسانوں نے اپنے خالق و مالک کا اقرار کیا لیکن انھوں نے اپنے عمل و اخلاق میں غیر اسلامی طریق و دستور سے "نہیں معلوم" کی تصدیق کر دی تو کوئی لامذہب یا مذہبی، جب ان کے اخلاق و عمل تو یقین سے محروم ہو گئے تو دونوں کی عملی تاثیر یکساں ہوئی۔ بیسویں صدی کے ترقی یافتہ علوم و فنون کے مراکز میں درس و تدریس کا ہنگامہ برپا ہے، لیکن آج کل اس پر ریسرچ کیوں نہیں ہوتا، کہ یہ مخلوقات جو انسان کے تصرف میں ہیں کس کی ہیں، کس نے دیے ہیں، "نہیں معلوم" تو علم کی پیاس کو اور زیادہ کر دیتا ہے، پھر یہ کیا غضب ہے کہ ایک کتاب کے مصنف کا نام اگر نہ معلوم ہو تو کوئی یہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہے کہ یہ خود بہ خود تصنیف ہو گئی ہے لیکن مخلوقات کی روشن تحریریں نت نئے مظاہر عجائب کی شکل میں نظر سے گزرتی رہتی ہیں اور یہ سوال دبایا جاتا ہے کہ کس کی ہیں؟ کس نے دی ہیں!

فساد کی بنیاد صرف اس خیال پر قائم ہوئی ہے کہ کائنات لاوارث ہے

پھر جب یہ کائنات ایسے انسانوں سے آلودہ ہے جو اس کے خالق و مالک کا انکار کرتے ہیں یا اس کی ضرورت نہیں سمجھتے تو تعجب کی بات نہیں ہے۔ اگر لاوارث اشیاء پر جھگڑا و فساد قتل و غارت لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہوتا رہے۔ جب یہی سمجھ لیا کہ کائنات اور جو کچھ بھی اس میں ہے ان کا کوئی خالق و مالک نہیں ہے تو ایک قوم نہیں بلکہ ہر قوم ہر فرد مرد و عورت کے دل سے مخلوقات کی حرمت انسان کے حقوق و فرائض کے تمام سوالات تمام دعوے ختم ہو گئے اور ہر قوم و جماعت آزاد ہو گئی کہ جس ازم کو چاہے اس کی آڑ لے کر مخلوقات میں جس طرح چاہے اتر جائے اور انھیں اپنے تصرف میں لے اب کسی متمدن قوم کو اصلاً یہ حق نہیں پہنچ سکتا ہے کہ ایٹم بم پر کنٹرول کرنے کے لیے کسی پر دباؤ ڈال سکے یا اس احترام حق کو کچلنے والی ایجاد کے خلاف کوئی اقدام کر سکے۔ کیونکہ ایٹم بم کے اجزائے ترکیبی اس دنیا سے ماخوذ ہیں اور ہر متمدن کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنی ملکیت اور حدود

اثر میں ذرات و فضاؤں سے جو چاہے کام لے، دوسرے کو بولنے اور منع کرنے کا حق نہیں پہنچتا جو چاہے جیسے چاہے کچل دے۔ اگر وہ طاقتور ہے تو دوسرے تماشائیوں کی طرح دیکھ سکتے ہیں اور بس ایسی کوئی عدالت نہیں جس میں کوئی منصف یہ دریافت کر سکے کہ اتنے اتنے انسانوں کو تم نے ایٹم بم کے ناجائز استعمال سے ہلاک کیا جن میں اتنے لاتنے مجرم اور اتنے بے گناہ تھے، کیونکہ جو کوئی منصف بن کر بیٹھتا ہے وہ بھی متمدن اور طاقتور ہے اور اس نے بھی اپنی ترقی کی تاریخ میں بے شمار انسانوں کو بلا امتیاز نیک و بد موت کا مزہ چکھا دیا ہے یا اب ایٹم بم بنانے کی فکر میں ہے پھر جب یہ خود مجرم ہے تو جج کیونکر بن سکتا ہے؟ یہ تو ایک موٹی سی بات ہے کہ مخلوق کے مالک کا انکار کرنے کے بعد دلوں سے ان کی حرمت اور آبرو گر جاتی ہے ہر ایک کی عزت اور مال پر ہاتھ اٹھانے اور فساد پھیلانے کی جراءت کو خفیہ اور علانیہ بڑھنے کا موقعہ مل جاتا ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عدالت مجرم نوازی پر تل جائے یہیں سے انسان کی مطلق العنانی کا دور شروع ہوتا ہے تہذیب کمزور پڑ جاتی ہے، معاہدوں کی دھجیاں اڑنے لگتی ہیں۔ بیواؤں کی آہیں، یتیموں کی چیخیں سنائی دیتی ہیں، طاقت کی فتنہ انگیزی میں کمزوروں کے درد کا درماں نظر نہیں آتا۔ بجلی کی روشنی میں اندھیری راتیں ایسی بہت ہیں، ضیا بار آفتاب کے باوجود تاریخ کے سیاہ دن بھلائے نہیں جا سکتے۔ میں پوچھتی ہوں کہ یہ اندھیرا کیوں ہے؟ اب تو عدالت بھی اتنی کریم و رحیم بننا چاہتی ہے کہ قاتل کو سزا لئے موت دنیا زمانہ وحشت کی نشانی بتاتی ہے، مگر عدالت کے رحم و کرم اور علم و تہذیب نے انسان کے دل اور نظر میں ہدایت کی اتنی بھی روشنی پیدا نہیں کی کہ وہ سادہ اور بے علم انسانوں کی طرح زندہ رہے اور زندہ رہنے دے؟!!

عقیدے کی طاقت

انسان کا دل جیسے خاص نمبر والا قفل ہے کہ جب تک اسی نمبر کی چابی نہ ہو وہ کھل نہیں سکتا انسان میں دیکھنے سے بہت زیادہ سمجھنے اور ماننے کی طاقت ہے، انسانی تاریخ کے ہزاروں سال کے تجربے پتہ دیتے ہیں کہ انسان کو دل میں یقین و اعتقاد جب اپنا ٹھکانا بنا لیتا ہے تو اس کے اندر ایک ایسی طاقت پیدا ہو جاتی ہے جسے کسی طرح زیر نہیں کیا جا سکتا، فرض کر لیجئے کہ ایک بہت بڑا معاشرہ یہ طے کر چکا ہے کہ "ہمارا کوئی عقیدہ نہیں ہم اور ہماری طاقتیں ہی کارساز ہیں اور ہمارا کوئی محاسبہ نہیں، مرنے کے بعد زندگی وہم ہے بس یہی ایک زندگی ہے اس میں خوشحالی اور کامیابی کے میدان سر کرنا ہے اور اعلیٰ معیاری زندگی گزارنا ہے" تو یہ بھی ایک عقیدہ ہے اور عقیدے میں جو بات بیٹھ جاتی ہے خواہ وہ کیسی ہی کیوں نہ ہو پھر اس کو انسان کے جی سے نکالنا آسان نہیں ہوتا۔ عقیدہ انسان کے دل و دماغ پر چھا جاتا ہے روح میں سما جاتا ہے، عقیدہ پرستش اور قربانی کی تمام رسمیں انسان سے ادا کرواتا ہے۔ خواہ وہ خلاف عقل ہوں کیونکہ دنیوی احساس سے عقلیت بھی عقیدے کی تابع ہو جاتی ہے۔ عقیدے یا عقیدت کی طاقت انسان کے جذبات میں طوفان برپا کر دیتی ہے اور وہ اپنے مطلوب مقصد کیلئے ضرورت آ جائے تو اپنی اور بال بچوں کی جان دینے پر تیار ہو جاتا ہے غرض عقیدے کی طاقت ناقابل تسخیر ہے کیونکہ وہ انسان کی باطنی دنیا (جو انسان کے جسم سے قوی تر اور عظیم تر ہے) پر چھایا ہوا ہے اور انسان کی باطنی دنیا گو نظر نہیں آتی مگر اس کی عظمت اور تسلط اور طاقت بے پناہ ہے انسان کے ہاتھ پیروں کو بالکل معذور کر دیا جائے۔ مگر اس کے عقیدے کو ٹھیس بھی نہیں لگتی اور عزیمت اگر موجود ہے تو سخت آزمائش میں اعتقاد اور زیادہ قوی ہو جاتا ہے۔

قوموں کی تاریخ قوموں کی تاریخ میں عروج و زوال کے اسباب اور انسانی کردار کی عظمت دلچسپیاں اپنے اندر عبرتیں اور تجربے لئے ہوئے ہیں انسان کبھی آسمانی سیاروں کی عبادت میں گم ہو گیا، کہیں اوہام پرستی کا شکار رہا، شخصیت پرستی کی چوکھٹ پر سر رکھا

تو بادشاہوں کے آگے سجدہ ریزی سے اپنی خودداری کو داغ دار کیا، مذہبی رہنماؤں کے پیروں کی خاک بنا رہا، اپنی عظمت کا پرچم لہرایا تو خدا بن بیٹھا نہ انسان رہا نہ خدا بن سکا اور نفس پرستی کی چھوٹی بڑی آفتیں اٹھاتا رہا، زر پرستی میں قارونوں کو اور خداوندی میں فرعونوں کو نہ نیک نامی نصیب ہوئی نہ اس دنیا میں دوامی زندگی مل سکی مگر لاتعداد انسان ان جیسے انسانوں کی خاطر موت کے گھاٹ اترتے رہے۔

عقل یا مادی احساس:۔ اب اگر یہی عقیدہ ہے اور یہی عقلیت ہے کہ ہم ہماری طاقتیں ہماری کارسازیاں.. یہ کائنات اور ہمارے منافع تو اس صورت میں انسان کے ارادے اس کی خواہشات اور تمام تسخیری طاقتیں، صنعتی صلاحیتیں یہ سب اس عقل کی تابع ہو جاتی ہیں جس کا نام ہے محض مادی احساس کیونکہ اس صورت میں انسان کی تمام باطنی اور ظاہری طاقتیں ایک شاخ سے دوسری شاخ تک تجسس تحصیل تکمیل سعادت میں مبتلا رہتی ہیں۔

اسلامی طرزِ فکر جب کہ اسلامی عقیدہ یہ طرزِ فکر ظاہر کرتا ہے کہ اس دنیا میں ایک مقررہ مدت تک اور مرنے کے بعد ہمیشگی کی زندگی میسر ہوگی، لہٰذا یہ سفر ہے اور اور وہ اصل میں وطن ہے، ہمیشہ کے لئے اور ضروریاتِ زندگی دونوں جہاں میں مہیا کی گئی ہیں۔ مگر محض زور اور زر سے اس زندگی میں منافع حاصل ہو گئے تو آخرت کی زندگی میں اندھیرا ناکامی اور نامرادی ہے۔ لہٰذا اس چند روزہ زندگی میں ہمیشہ کی زندگی کو سنوارنے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ وہ یہ کہ تمام باہمی معاملات میں خداپرستی کو سامنے رکھا جائے۔ غرض خداپرستی کے یقین سے ایک انسان اپنے دوسرے ہم جنس انسانوں کو اور اپنے ہم مذہب لوگوں کے ساتھ بے انصافی ظلم قتل نفس ناجائز غارت گری سے جتنا بچ سکتا بلکہ اپنے دشمنوں کے حق میں بھی عدل کو نگاہ رکھ سکتا ہے کسی اور غرض مقصد سے یا خوف سے نہیں بلکہ سچی خداپرستی کے تقاضے سے کسی اور نعرے میں انسانوں کی جان مال عزت ملکیت کا اتنا بچاؤ نہیں ہو سکتا، کوئی اور غرض و مقصد یا لحاظ اور خوف سے اگر دوسرے انسانوں کے ساتھ رواداری کا سبب بنا ہے تو یہ رواداری محض اس وقت تک ہے جب تک مفاد، مقصد یا خوف اس سے وابستہ ہے۔

اور سچی خداپرستی میں عہد و میثاق پر پابندی، قول و عمل کی سچائی انصاف رواداری خلق خدا کی جان و مال کی حرمت قائم رکھنا بجائے خود مقصد عظیم ہے۔

وجود باری تعالیٰ اور توحید

انسان اپنی روزمرہ زندگی میں منافع کی حد تک مادیت سے تعلق رکھتے ہوئے بھی معنویت یعنی نظر سے اوجھل رہنے والے حقائق کا پتہ لگانے میں مصروف رہا ہے ایک انسان کی نیت دوسرے کو اس وقت تک معلوم نہیں ہوتی جب تک کہ وہ خود ظاہر نہ کر دے یا اس کے طرز عمل کا جائزہ لیتے رہنے کے بعد نیت کا پتہ لگا لیتا ہے۔ پھر بھی اکثر بہ یقین نہیں کیا جاتا کہ نیت کی اچھائی برائی آیا یہی ہے جیسا کہ اندازہ کیا گیا یا کچھ اور تاہم انسان روزمرہ زندگی میں یہ عمل جاری رکھتا ہے اس لئے کہ ظاہر سے زیادہ باطن اور عمل سے زیادہ عمل سے ماورا اس کی سچائی کی واقعیت مطلوب ہے۔ حقیقت پسند انسان کسی دور میں اپنے اس تجربی عمل سے غافل نہیں رہا کیونکہ اس کی عادت ہے کہ دلائل و آثار سے اشیاء کی حقیقت تک پہنچ جائے یعنی بے دیکھے ہوئے وجود کو مان سکتا ہے اور اس کے لئے اس کا مسلسل تجربی عمل جاری ہے مگر واجب الوجود پر ایمان لانے کے لئے تجربی عمل تحصیل حاصل ہے ہمارے عقیدے میں اپنے خالق پر ایمان لائے بغیر دنیا کے پہلے انسان سے آج کے انسان تک انسانی زندگی کی کوئی معقول شکل نہیں بنتی اس لئے اسلام کا اعلان ہے کہ انسان اپنے اس کائنات میں وجود سے پہلے جب کہ عالم ارواح میں تھا ہی وقت سے اپنے خالق اور رب کا اقرار کر لیا ہے اور ہمارے عقیدے میں حق پرستی انسان کے جوہر میں شامل ہے، اس کی روح میں سمائی ہوئی ہے، اس کی اصلی دلچسپی بیکار ہے کیونکہ اس کی فطرت اس کے خالق پر ایمان کے ساتھ ڈھلی ہوئی ہے۔ اور جب ایسا ہے تو سچائیوں پر اعتقاد کا مسئلہ ایسا نہ تھا کہ انسان کے تجربی عمل کے حوالے ...... کر کے وجود انسانی سے ہزاروں برس آگے ڈھکیل دیا جاتا۔ حالانکہ پہلے انسان سے آج تک کے انسان کو اس کے خالق و رب سے .... اور عالم اور حقیقی وارث سے اس کا انحلالی یا تعلق نہ ہو اللہ پر یقین کے بغیر انسان کے تمام کاموں میں ایسا خلاء رہتا ہے جو دوسری تدبیروں سے پُر نہیں ہو سکتا،

ڈاکٹر ہربرٹ اسپنسر کہتے ہیں مذہب پہ سائنس کا احسان ہے کہ وہ مسئلہ کو صاف کرتی جاتی ہے اور ہر ایک محدود علت کے اوپر اس سے عام تر علت ثابت کرتے کرتے آخر علت العلل اسباب کا مسبب تک پہنچاتے کا راستہ صاف کرتی چلی آ رہی ہے۔

نیوٹن نے مانا ہے کہ کششِ ثقل ناقابلِ فہم ہوتی ہے اگر درمیان میں ایتھر کا واسطہ نہ ہوتا مگر ہم دکھا چکے ہیں کہ ایتھر کے واسطے کو مان کر بھی یہ عقدہ حل نہیں ہوتا اور کششِ ثقل کا اثر سمجھ میں نہیں آتا۔ غرض سائنس کی ترقی سے عام در عام ذرائع دریافت ہوتے جا رہے ہیں ضرور ہے کہ ان کو سمجھنے کی قابلیت بھی درجہ بدرجہ کم ہوتی جا رہی ہے۔ آگے چل کر کہتے ہیں سائنس نے ابھی اپنا فرض پورا نہیں کیا ہے پہلے قدم پر جب سائنس نے مظاہرے کا باہمی مسلسل تعلق معلوم کیا اور یوں مختلف ارواح کو ذریعہ کاروبار ٹھہرانے سے انکار کیا تو خود بھی ایسے اسباب تسلیم کئے جو بے شکل تو نہیں مگر کافر بیٹ ضرور تھے اور اس طرح واقعات کو تشریح کرنے کا ایسا طریقہ اختیار کیا گیا جو اگرچہ موجودہ مذاہب کے طریقے سے مختلف تھا مگر پھر بھی اس میں مختلف اسباب کو مانا گیا اور نا معلوم کو معلوم سمجھ لیا گیا تھا۔ یعنی ان ملکوتی اسباب کو چھوڑ کر سائنس نے برق حرارت کششِ ثقل اتصال وغیرہ مختلف علتیں تسلیم کیں اور یہ طریقہ غیر فلسفیانہ ہے۔

جیسا کہ مذہب کا عام طریقہ بہت سے دیوتاؤں کو ماننا غیر مذہبی ہے کیونکہ دونوں ناقابلِ فہم کو قابلِ فہم بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ حال ہی میں بعض سائنس کے اعلیٰ درجے کے ماہر حرارت روشنی، مقناطیس وغیرہ طاقتوں کو چھوڑ کر جن کی جدا جدا علتیں مانا جاتا ہے، اب یہ کہنے لگے ہیں کہ یہ طاقتیں کسی ایک ایسی طاقت کے مختلف مظاہر ہیں جو محیط کل یعنی سب طاقتوں کو لئے ہوئے ہے اور اس طرح یہ لوگ اس طاقت کو ناقابلِ فہم کہنے سے باز آ گئے، یعنی وہ کہنے لگے ہیں کہ ایسی طاقت کا وجود سمجھ میں آتا ہے۔

ڈاکٹر ہربرٹ سپنسر اور نیوٹن کے بیانات سے ظاہر ہے کہ سائنس کا حلقۂ فکر اپنی تحقیق کے سہارے ایک عظیم طاقت کے وجود اور اس کی وحدانیت کے بارے میں کسی ایک نتیجہ پر پہنچنے کی توقع رکھتا ہے ممکن ہے کہ ڈاکٹر ہربرٹ اور نیوٹن کے بعد آنے والے محققین وجود باری اور توحید کے بارے میں اس سے زیادہ واضح بیان دے چکے ہوں کیونکہ زمین کا ذرہ ذرہ اپنے خالق پر گواہ ہے۔

بہر حال کائنات کے حقائق کا کھوج لگانے والا آج کا انسان وجود باری تعالیٰ کے بارے میں جو کہہ چکا ہے اس سے وحی معصوم کی تصدیق ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جتنے انسانوں کو نبی اور رسولؐ بنانے کے لئے منتخب فرمایا انھیں اپنی وحی کے ذریعہ تمام دوسری سچائیوں میں سب سے پہلے انسانوں کی فکر اور وجدان کو حقیقی مرکزیت کی طرف لانے کے لئے توحید کا اعلان کرنے کا حکم دیا اور یہ مقصد اور ضرورت انسان کی تمام کامیابیوں کے لئے اتنی ہی قطعی ہے جتنی کہ خوراک اور نیند ضروری ہے اور جب ایسا ہے تو یہ سچائی انسانی وجود کے روز اول سے ہی اسے مددگار تھیں۔ لہٰذا زندگی کے ٹھوس پروگرام پر چلنے کے لئے فکر و آرزو و عمل کی مرکزیت جب قطعی ضروری رہی ہے تو اسے ہزاروں برس بعد آنے والے انسانوں کی تحقیق تک معمّہ بنا رہنا انسان کی انسانیت اور مقصدیت کے لئے تباہ کن تھا۔ پس آج بھی قرآن وحی معصوم کے ذریعہ ہم عقل میں آنے والی جی میں سما جانے والی سچائیاں ــــــ معلوم کر لیتے ہیں جو کہ کتاب کی صورت میں بھی موجود ہیں اور تمام دنیا میں انسانوں کے سینوں میں بھی محفوظ ہیں۔ اور یہ کہ ایک کائنات نہیں، کائناتوں کا موجد ان کا خالق اور ان کی ضروریات کا کفیل پرورش علوم و فنون کے خزانے بخشنے والا سب پر غالب سب پر مہربان اکیلا ایک اللہ برحق ہے۔ اور وہ ہم سے اتنا قریب کہ ہماری رگ جاں سے بھی زیادہ قریب ہے وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ۔ اے محمدؐ جب تم سے میرے بندے میری بابت میں دریافت کریں تو ان سے کہدو کہ میں قریب رہی ہوں

انا اقرب الیکم من حبل الورید میں تمہاری رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہوں

ہمارے یقین میں یہ بہت ممکن ہے کہ سائنس کے حلقہ تحقیق و فکر سے تعلق رکھنے والے بھی یہ پکار اٹھیں گے کہ کارساز حقیقی اللہ اکیلا برحق ہے۔ جب کہ کائنات کار ساز حقیقی کی کھلی نشانیاں ہر جان سے کہلوا دیتی ہے کہ ایک اکیلا کارساز حقیقی برحق ہے۔

ہم انھیں دکھا دیں گے اپنی نشانیاں آسمانوں کے کناروں میں اور خود ان کی جانوں میں۔ یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ حق ہے۔

اب اگر سائنسدان اپنی تحقیقات کے دوران خالق کا اقرار کرے یا ہر انسان فطری تقاضوں سے توحید کا قائل ہو جائے تو اس سے

ہمارا ارتباط کیوں اور کس طرح ثابت ہو جائے گا ؟! اور انسان کو اپنی کارگذاریوں کے دوران صرف اتنی تحقیق سے کیا روشنی مل جائے گی ؟

اسلام کھلی دلیلوں کے ساتھ اللہ کے سکھائے ہوئے عقیدوں.... اور عبادات میں اور زندگی کے لیے ایک مقررہ دستور میں تمام مسائل کا حل ہمارے سامنے لاچکا ہے۔

(۱) اسلام انسانی حقوق کا احترام قرآن اور سنت محمدی کی تصریح کے مطابق عقائد کے ذریعے انسانی دلوں میں پیوست کر دیتا ہے۔

(۲) اسلامی عبادات کا نظام جو قرآن کریم اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق ہو اس پر پابندی سے عقائد کو قوت اور استحکام حاصل ہوتا ہے اور منظم زندگی گزارنے کی تربیت حاصل ہوتی ہے۔

(۳) اسلامی نظام اخلاق و معاملات انسانوں کو اس طریقے سے آپس میں گزر بسر کرنے اور معاملہ کرنے کی ہدایات پہنچاتا ہے جس سے دوست دشمن پڑوسی اور مسلم و غیر مسلم اپنے اور پرائے سب کے حقوق ادا ہوتے رہتے ہیں اس طرح باہمی اعتماد کی فضا خوش گوار ہوتی ہے اور مسلم اور اسلام میں مطابقت کی وجہ سے اسلام کی عظمت دلوں میں بیٹھ جاتی ہے۔

(۴) حکمرانی کا اسلامی طریقہ جو قرآن کریم اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اور طریقوں کے مطابق اور خلفائے راشدین کے طریقوں سے ملتا ہو اور خلیفہ عمر بن عبد العزیز کے طرز عمل سے مستفاد ہو، اسے سامنے رکھ کر ہر زمان و مکان میں فضا سازگار بنائی جاسکتی ہے

اسلامی حکومت رعایا کی جان و مال عزت و آبرو معیشت کی اور اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی کی ذمہ دار ہوتی ہے اور اسلامی طرز پر زندہ رہنے کے وسائل مہیا کرتی ہے جب کہ غیر مسلم رعایا کو ان کے ہی طریقے پر رہنے کا حق دیتی ہے۔

اسلامی معاشرے کے افراد بھی انسانی حقوق کے محافظ ہوتے ہیں اس لئے کہ وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ (زمانہ اور اس میں جاری رہنے والے تجربے گواہ ہیں کہ انسان نقصان میں ہے مگر وہ لوگ جو ایمان پر قائم ہیں، اور انھوں نے نیک عمل کئے اور اپنے ایمان کے تقاضوں کے مطابق)... آپس میں ایک دوسرے کو حق کی وصیت کرتے رہے اور آپس میں ایک دوسرے کو صبر کی

وصیت کرتے رہے۔ اور۔ (تعاونوا علی البرّ و التقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان)
اے مسلمانوں تم اپنے آپس میں نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔
اور گناہ اور ظلم پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو اور (والمومنون والمومنات بعضھم اولیاء
بعض یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر) اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے ساتھی
اور مددگار ہیں اس بات میں کہ وہ دونوں (ان) نیک باتوں کا حکم دیتے ہیں (جو اللہ و رسول کے حکم سے
نیک باتیں ہیں) اور (ان) ...... بُری باتوں سے منع کرتے ہیں (جو اللہ و رسول کے حکم سے
بری ہیں)۔

میں کہتی ہوں کہ اس جہاں میں ہر ملک کی آب و ہوا کے مطابق انسانوں حیوانوں اور نباتات
غرض ہر وجود کی کفالت کے لئے ان کے مطلب و مزاج کے لائق تمام اسباب مہیا ہیں
ایک جگہ ضرورت کی اشیاء کمیاب ہیں تو دوسری جگہ ضرورت سے زیادہ ہیں اور تبادلہ کی صورت
میں باہمی معاملات سے آپس میں ارتباط و تعلق کی راہیں پیدا ہوتی ہیں۔ موسموں کی تبدیلی
بے شمار منافع کا سبب ہے کرۂ ارض سے کرآسمانی محفل تک ہر وجود انسان کے لئے فائدہ مند
ہے فضاؤں کی بلندیوں میں ہماری پہنچ سے بہت دور موجودات کا مشاہدہ کر لینا ہمارے لئے
فخر کی بات ہے لہذا کوئی سمجھدار انسان ہرگز یہ نہیں کہہ سکتا کہ زمین سے آسمان تک حیرت میں ڈال
دینے والی حکمت و تدبیر سے بنی ہوئی موجودات خود بخود وجود میں آگئی ہیں اور یہ وہم باطل ہے
کہ جو نظر نہ آئے وہ معدوم یا ناموجود ہے بلکہ خود ہماری باطنی دنیا میں ایسی کیفیات ہیں جو ہماری
نگاہوں سے نظر نہیں آتیں مگر ہم ان پر یقین رکھتے ہیں مثلاً ہمارے عمل کے ماورا ہماری نیت ہے
جو خود نظر نہیں آتی آلات سے گرفتار نہیں کی جاسکتی۔ وہ بڑی بڑی طاقتوں کے قبضۂ قدرت سے
باہر ہے مگر یہ ان دیکھی حقیقت ہمارے نزدیک اس درجہ یقینی ہے اور اس قدر اہم ہے کہ انسان
کے ظاہری طرز عمل سے ہم اس کی نیت کے اچھے یا بُرے ہونے کا پتہ لگا لیتے ہیں حالانکہ وہ بھی
محض اندازہ ہوتا ہے مگر ہم بظاہر بہتر سلوک کو نیت کے معیار کے مطابق مقام دیتے ہیں اور اسی

وجہ سے اکثر بڑی سے بڑی کسی کی نیکوکاری ہماری نظروں سے گر جاتی ہے کیونکہ کسی کی نیت کو جو دل کی گہرائیوں میں ہوتی ہے ہرگز ہم دیکھ نہیں سکتے مگر نیت کی خرابی کسی طرح ظاہر ہو جانے پر بہتر سے بہتر شکل صورت توجہ کے قابل نہیں رہتی! آخر ایسا کیوں! یقیناً اس کا سبب یہی ہے کہ ہم مادّی اجسام کے ماوراء ان کے حقائق کو تلاش کرتے رہتے ہیں جن کی بنیاد پر مادّی کارخانہ چل رہا ہو اور ان حقائق تک پہنچنے کا ذریعہ یقینیت۔ آثار اور نشانیاں ہیں جن کے ذریعہ ہم حقیقت کا کھوج لگا لینے کے عادی ہیں۔ اللہ تعالٰے قرآن کریم میں ہم سے یہی مطالبہ فرماتا ہے کہ ہم آثار اور نشانیوں کے ذریعے آں یا دو قل یہ واجب الوجود خالق مالک رب اور حقیقی حاکم اور کائنات ...... کے حقیقی وارث پر ایمان لائیں اور یہ ہماری عادت کے بالکل مطابق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ وَفِي أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ

اور زمین میں اللہ کے وجود اس کی قدرت اور حکمت کی نشانیاں ہیں یقین کرنے والوں کے لئے اور خود تمہاری جانوں میں کیا تم دیکھتے نہیں۔

اپنے خالق رب اور حقیقی اور حاکم پر ایمان لانے میں خود ہمارا فائدہ ہے۔ ہمارے حقوق مضبوط بنیاد پر متعین نہیں ہو سکتے جب تک خالق مالک اور حقیقی وارث پر ایمان نہ لایا جائے اور سب سے بڑی اس سچائی پر یقین کئے بغیر انسان کی خود اپنی جان عزیز ہونے کے باوجود بھی خود اس کے ہاتھوں خطرہ میں مبتلا ہوتی رہتی ہے، پھر دوسروں کی جان و مال اور عزت کے حقوق متعین ہونے کا کیا اعتبار۔ قرآن خبر دیتا ہے کہ اگر کسی نے ایک بچی کو زندہ دفن کر دیا ہے تو انصاف کے دن یعنی قیامت کے روز پوچھا جائے گا کہ اس بے گناہ جان کو کس جرم کی سزا میں قتل کیا گیا! سورۃ الشمس پ ۳۰ اس سے ظاہر ہے کہ اسلام انسانی حقوق کو عقائد کے ذریعے انسانوں کے دلوں میں پیوست کر دیتا ہے اور کاغذ یا پتھر یا لوہے پر لکھا ہوا...... انسان کے نزدیک اتنی وقعت نہیں رکھتا اور خود اس کے عقیدے میں بیٹھی ہوئی سچائی اس کے ارادے کے ہینڈل کو انصاف کی طرف پھیر سکتی ہے۔

توحید

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ — سب تعریف اللہ ہی کیلئے ہے جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا — اور تمہارا معبود اکیلا ایک معبود ہے کوئی معبود برحق

هوالرحمٰن الرحیم ۔ نہیں ہے مگر وہی بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

وھو یدرک الابصار (مخلوق کی) نگاہیں اس تک (واللہ) نہیں پہنچ سکتی اور وہ (واللہ) نگاہوں تک پہنچ سکتا ہے

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللَّهِ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَأَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ۔

اے لوگو اللہ کے جو احسان تم پر ہیں ان کو یاد کرو بھلا اس کے سوا (اور بھی) پیدا کرنے والا ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے روزی دیتا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے۔ پھر تم لوگ کدھر بہکے جاتے ہو۔

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ

اے (محمدؐ) جب میرے بندے میرے بارے میں تم سے دریافت کریں تو (ان سے) کہو کہ میں پاس ہی ہوں جب کبھی کوئی پکارنا دعا کرتا ہے ...(تو مناسب) ہوتا ہے تو قبول کرتا ہوں۔ ان کو چاہیے کہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ سیدھے رستے لگ جائیں

وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا

اور اللہ کے سب ہی نام اچھے ہیں تو (لوگو) اس کے نام لے کر اس کو (اس کے جس نام سے چاہو) پکارو۔

وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجِدِ اللَّهَ غَفُورًا رَحِيمًا (سورۃ النساء)

اور جو شخص کوئی برا کام کرے (برا کام وہ ہے جسے اللہ اور رسول نے برا کام قرار دیا ہے) اور اچھا عمل وہ ہے جسے اللہ رسول نے اچھے عمل کا نام دیا ہے آپ اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے اپنا گناہ بخشوائے تو پائیگا کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد (صحیح حدیث) سے ثابت ہے کہ توبہ کے صحیح ہونے کی تین شرطیں ہیں جب کہ ایسا گناہ کیا ہو جو کہ اللہ تعالیٰ کے حق سے تعلق رکھتا ہو۔ مثلاً شرک یا عقائد میں غلطی یا اس کی عبادت میں کوتاہی وغیرہ

(۱) تو چاہیئے کہ یہ قطعی فیصلہ کرے کہ اب آئندہ کبھی ایسا نہ ہوگا (۲) اپنے کیئے پر نادم ہو۔

۳۔ اللہ سے سچے دل سے توبہ کرے اور اگر ایسا گناہ کیا ہے جس سے
اللہ کی مخلوق کی حق تلفی ہوگئی یعنی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، عزیزوں، غیروں، مردوں
عورتوں، بچوں، پڑوسیوں، حاکموں، محکوموں وغیرہ میں سے جس کے جو حق مقرر کر دیتے ان کی خلاف
ورزی کی تو ایسی صورت میں اوپر کی تینوں شرطیں پوری کرنا لازم ہوگا۔ اور چوتھی شرط ایسے گناہوں کے توبہ
کے صحیح ہونے کی یہ ہے کہ اگر کسی کی غیبت کی ہے تو اس سے معافی مانگ لے اور اگر بندوں کے حق
میں ایسا جرم کیا ہے جس سے گناہ گار پر شرعی سزا لازم آتی ہے، مثلاً کسی پر بدکاری، چوری، شراب
نوشی کا جھوٹا بہتان لگایا ہے تو اس کے سامنے جاکر اپنے جرم کا اقرار کرے نہ اگر سزا دینے پر آمادہ
ہو تو اقرار کرے کہ اس کو حق ہے اور بعد سے معافی کی درخواست کرے تب توبہ صحیح ہوگی اور اگر وہ
شرعی سزا پائے گا تو بالکل پاک ہو جائے گا اور ایسے شخص سے نفرت یا بیزاری کا اظہار نہیں کرنا
چاہیئے کیونکہ وہ شخص پاک ہو چکا ہے۔ حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص بار
بار شراب پی کر آتا تھا اور عرض کرتا تھا کہ آپ مجھے پاک کر دیں یعنی سزا دیدیں جب تیسری مرتبہ
شراب پی کر آیا تو صحابہ کرامؓ میں سے بعض نے اس کو طعنہ دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اللہ کی قسم یہ شخص اللہ و رسول سے بے حد محبت کرتا ہے اس سے ظاہر ہے کہ وہ شراب پینے
والا بھی اللہ سے اور اس کے عذاب سے ڈرتا تھا اور اس لئے آتا تھا ۔۔۔ کہ وہ اللہ
کو راضی کرنا چاہتا تھا۔

وَمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ إِلٰهٍ إِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ إِلٰهٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مومنون

اللہ برحق کے ساتھ اور کوئی معبود نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تو ہر الٰہ اپنی مخلوق کو الگ لیجاتا اور ایک دوسرے پر چڑھائی کرتا (سورۃ مومنون)

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا

اگر زمین و آسمان میں کئی معبود ہوتے تو ان کا انتظام درہم برہم ہو جاتا۔ بگڑ جاتا۔

وَمِنْ آيَاتِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلّٰهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ

اور اس کی نشانیوں میں سے رات اور دن اور سورج اور چاند ہیں تم لوگ نہ سورج کو سجدہ کرو نہ چاند کو اللہ کو سجدہ کرو جس نے پیدا کیا۔

اَلَّذِیْٓ اَحْسَنَ کُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ

وہ جس نے جو چیز بنائی خوب بنائی اور انسان کی پیدائش مٹی سے شروع کی پھر اس کی نسل معمولی نچڑے پانی سے بنائی۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ الخ

اللہ تعالیٰ نہیں بخشے گا یہ کہ کسی کو اس کا شریک (رسا بھی برابری والا) ٹھہرایا جائے اور اس کے سوا (دوسرے گناہ) جس کو چاہے گا معاف فرمائے گا۔

مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ الخ

تجھے بڑے مہربان کی (بنائی) مخلوق میں کوئی برابری نظر آتی ہے؟ پھر نگاہ کر کیا کوئی فتور دکھائی پڑتا ہے دوہرا کر دوبارہ نظر کر تیری نگاہ دور ہو کر تھک کر تجھ تک پلٹ آئے گی مگر کوئی نقص نہ پاسکے گی۔

وَلِلّٰهِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ ہی کے لئے ہے

اوپر کی عبارت میں توحید الوہیت، توحید ربوبیت درحمتہ اچھی طرح واضح ہے اور یہ کہ تمام کائنات اور جو کچھ بھی اس میں ہے اس کا مالک و وارث برحق اکیلا ایک اللہ ہی ہے۔

رسالت

زمین سے آسمان تک ہم دیکھتے ہیں کہ کائنات کا ہر وجود اپنے لئے مناسب عدل و اعتدال کے قانون سے اپنے فطری فرائض انجام دے رہا ہے آسمان اور زمین کے درمیان سیارے ہوں یا چھوٹے ستارے آپس میں ٹکرائے بغیر اپنی روش پر قائم ہیں کہا جاسکتا ہے کہ یہ قانون جذب وانجذاب کا کرشمہ ہے

بہرحال سیارے آپس میں ٹکرائے بغیر اپنے ان فرائض کو انجام دینے میں مصروف ہیں جنھیں سارے جہانوں کے پروردگار نے ان کے سپرد کیا ہے دیکھتے چلے آیئے کہ جمادات حیوانات سب ہی خاموش بے زبان ہیں۔ اور اپنے فطری مقاصد انجام دے رہے ہیں۔ تصور کیا جاتے کہ اگر یہ سب بولنے لگیں اور اپنی مرضی اور ارادے سے جو چاہیں کرنے لگیں اور اگر انھیں اختیار مطلق دے دیا جائے تو انسان کی صلاحیتوں کو ابھرنے پنپنے اور اجاگر ہونے کا موقع مل سکے گا؟ اور جب ایسا ہے کہ جن

اشیاء اور جانداروں کو اپنی فطری حدود سے تجاوز کرنے کے لئے مجال اختیار نہیں ہے ان کے باہمی تصادم سے بچاؤ تو اس طرح ہو گیا کہ عدل و اعتدال کا الٰہی قانون انہیں جکڑے ہوئے ہے فرشتے گناہوں سے اس لئے محفوظ یا معصوم ہیں کہ انھیں حکم الٰہی سے سرتابی کی مجال نہیں ہے۔ اگر انسان بھی اسی وضع پہ پیدا کیا جاتا تو زیادہ سے زیادہ فرشتہ تو بن سکتا تھا مگر فرشتوں سے افضل اور کائنات میں سب سے اشرف نہیں بن سکتا تھا۔ اور دنیا کے پہلے انسان کو وجود میں لانے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی پاک جماعت کو آگاہ فرما دیا تھا کہ میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں، اور اس طرح وحی معصوم (قطعی محفوظ اور خسبہ) کی روشنی میں یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ ارادہ اور اختیار، گویائی، عقل و تمیز کی صلاحیتیں تمام مخلوق سے زیادہ انسان کو جو اللہ تعالےٰ نے دی ہیں اور وہ صلاحیتیں انسان میں ایک محدود حد تک پائی جاتی ہیں تو ان صلاحیتوں کا صحیح مصرف بس یہی ہے کہ انسان اس دنیا میں اللہ تعالےٰ کا تابع فرمان رہ کر کائنات میں سب سے افضل مقام حاصل کرے۔

(۳) انسانوں کو زندگی کی نعمت اور انسانی زندگی کے لئے بے شمار نعمتیں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں اور انسانی زندگی کے عظیم مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے ہدایت کی نعمت سب سے بڑی نعمت ہے کیونکہ گمراہی ایک ایسا طریق زندگی ہے جس کے نتیجے میں ترقیوں کے بڑی محنت سے بناتے ہوئے بلند مینار ایک لمحہ میں نیست و نابود ہو سکتے ہیں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ الخ ہم اللہ نے اپنے رسولوں کو کھلی نشانیوں کے ساتھ بھیجا اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب اور میزان اتاری تاکہ تمام انسان اَلْقِسْط پہ قائم رہیں (اَلْقِسْط اللہ تعالیٰ کا قانون عدل و اعتدال)

۲۔ سورۂ نساء ع ۲۴ میں ہے یا ایھا النّاس قد جاءکم برھان من ربکم الخ اے تمام انسانو تمہارے پاس پالنے والے کی طرف سے کھلی دلیل پہنچ چکی ہے اور ہم نے سیدھی راہ سمجھانے والا نور تم پر بھیج دیا ہے (۳) اور سورہ مائدہ میں ہے کہ قد جاءکم من اللّٰہ نور الخ اللہ کی طرف سے آچکا ہے تمہارے پاس نور اور سیدھی راہ بتانے والی کتاب اس سے اللہ نور دکھاتا ہے اس کو جو اس کی رضا کا تابعدار ہو سلامتی کی راہیں اور انھیں اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف

لاتا ہے اور انھیں سیدھی راہ پہ لے چلتا ہے۔

اور سورۃ الطلاق میں ہے:-

(۱) رَسُولاً یتلو علیکم آیاتِ اللہ الخ اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا رسول ہے، تمہاری طرف جو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ کر تم کو سناتا ہے تاکہ ایمان اور نیک عمل کرنیوالوں کو تاریکیوں سے نور کی طرف نکال لائے

۲۔ سورۃ الصف میں ہے اللہ ہی نے ان پڑھ لوگوں میں انہیں میں سے رسول کو بھیجا ہے جو اللہ کی آیتیں انہیں سناتا ہے۔ اور انہیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب سکھاتا ہے اور حکمت سکھاتا ہے

۳۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تَ انْزَلْنَا الخ اے محمدؐ ہم نے تم پر ذکر (قرآن) اتارا اس لئے کہ تم کھول کھول کر لوگوں کے سامنے بیان کرو جو کچھ ان کے لئے اتارا گیا۔

۴ سورۃ احزاب میں ہے (لَقَد کان لکم) تمہارے لئے اللہ کے رسولؐ (کی زندگی) میں (اللہ کی اطاعت کا) بہترین نمونہ ہے۔

۵۔ سورۃ احزاب میں ہے لِتُخرِجَ النَّاسَ الخ ، تاکہ تم نکالو اے محمدؐ انسانوں کو تاریکیوں سے نور کی طرف ان سب کے پالنے والے کی طرف سے

سبحان الَّذِی نَزَّلَ الفُرقَانَ علٰے عَبدِہٖ لِیَکُونَ للعالمین نذیرا

پاک ہے وہ ذات جس نے اتارا قرآن (حق وباطل میں فرق کرنے والا) اپنے بندے پر تاکہ وہ سارے جہانوں کو اللہ کی نافرمانی کے برے انجام سے) ڈرائے۔

معجزے دکھانا رسولوں کے بس کی بات نہیں۔ وَمَا کَانَ لِرَسُولٍ اَن یَّاتِیَ بِاٰیَۃٍ اِلَّا بِاِذنِ اللہِ فَاِذَا جَاءَ اَمرُ اللہِ

بِالحَقِّ وَخَسِرَ

اور کسی رسول کے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ کوئی معجزہ اذنِ الٰہی کے بغیر ظاہر کر سکے پھر جس وقت اللہ کا حکم آ پہنچے گا۔ ٹھیک ٹھیک فیصلہ ہو جائے گا اور اہلِ باطل نقصان میں رہیں گے اس آیت میں ان لوگوں کو اچھی طرح غور کرنا چاہئے۔ جو کسی ولی کے لئے کرامات ضروری سمجھتے ہیں حالانکہ معجزہ کا اظہار رسولوں کے بس کی بات نہیں تھی۔

اور ارشاد ہے کہ وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ محمد (خود اپنی) مرضی سے بات نہیں کرتے بلکہ وہ وحی ہے جو ان کی طرف بھیجی جاتی ہے۔ ان آیتوں سے ظاہر ہوا کہ وحی کے ذریعہ جو کچھ احکام و معارف اللہ کی طرف سے اتارے جاتے تھے ان کے بیان اور تشریح و توضیح پر محمد رسول اللہ مامور تھے اور ان کو حکم تھا۔ اور یہ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے لیے جب اللہ نے خاص فرمالیا تو اپنی طرف سے خاص مدد بھی فرمائی کہ ان کو خطا کرنے اور بھول چوک کرنے سے محفوظ (معصوم) قرار دیا اور ان کی زبان مبارک کو اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی جلی قرآن اور وحی خفی حدیث یعنی سنت محمدی کے لئے خاص فرمالیا تھا اور قرآن کریم ایک بار سب کا سب نازل نہیں ہوا بلکہ رفتہ رفتہ ۲۳ سال میں نازل ہوا اس طرح کہ آیات نازل ہوتی رہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وضاحت اور طریقوں کے مطابق صحابہ کرام عمل کرتے رہے اور آج تک یہ سرمایہ موجود ہے جو قرآن کریم کو سمجھنے کیلئے مضبوط سہارا ہے، محمد رسول اللہ کی بعثت کا مقصد یہی تھا کہ عہد نبوی میں اور ان کے بعد اس اختلاف کا خاتمہ ہوتا رہے جس کا نتیجہ شقاق ہے۔

محمد رسول اللہ کے حقوق وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ

وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا

النساء

اور جو شخص اس رسول (محمد) کی مخالفت کریگا بعد اس کے کہ اس کو امر حق ظاہر ہوچکا ہو اور مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کریگا۔ تو ہم اس کو جو کچھ وہ کرتا ہے کرنے دیں گے اور اس کو جہنم میں ڈالیں گے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے

محمد رسول اللہ کی اطاعت کا بہترین انجام: اور ارشاد ہے:۔

وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ

اور جو اللہ اور رسول (محمد) کی اطاعت کرے تو وہ لوگ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا نبیوں میں سے صدیقوں اور شہیدوں اور

والشہداء والصالحین وحسن اولئك رفیقا سورۂ نسا

اور صالحین میں سے اور ان لوگوں کی رجنت ہیں) رفاقت کیا خوب ہے۔

ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ

جس نے رسول محمدکی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت کے لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری پوری اطاعت فرض ہے۔ وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ

ہم نے نہیں بھیجا کوئی رسول مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کیجای

اور ارشاد ہے کہ:۔ الذین یتبعون الرسول النبی الامی الا قولہ اولئك ہم المفلحون اور جو لوگ اتباع کرتے ہیں۔ رسول نبی امی (محمد رسول اللہ صلعم) کی جسے وہ لکھا ہوا پاتے ہیں اپنے پاس تورات وانجیل میں حکم دیتا ہے ان کو المعروف کا (جس کام کو اور بات کو اللہ نے بہتر کہا اور اچھا فرمایا ہے۔ وہ ہی المعروف ہے جس کا اللہ کے رسول محمد حکم دیتے ہیں) اور روکتا ہے المنکر سے (جسے اللہ نے منکر اور بدکام کہاہے وہ المنکر ہے۔

اور حلال کرتا ہے ان کیلئے پاکیزہ چیزیں اور حرام کرتا ہے ان پر خبیث اور خراب چیزیں اور اتارپھینکتا ہے ان پر سے طوق (غلط رسوم ورواج اور غیر اسلامی طریقوں کے طوق) اور زنجیلیں (اپنی جن ایجاد کردہ بیڑیوں میں خود جکڑے جاتے ہیں) جوان پر تھیں پس وہ لوگ جو ان پر ایمان لائے اور اس کی رفعت جانی اور اس کی مدد کی اور اس نور (قرآن) کے پیچھے چلے جو اس کے ساتھ اتارا گیا وہی لوگ ہیں جو واقعی کامیاب ہونے والے ہیں۔ یعنی جس طرح حضور جب حیات تھے اس وقت ان کی اطاعت فرض تھی اسی طرح آج ان کے جو طریقے اور بیان مرفوع اور ثابت ہیں ان کی اطاعت فرض ہے ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا الرسول ......

...... محمد جو تمہیں دیں پہنچادیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ

اور ارشاد ہے

ویقولون اٰمنا باللہ وبالرسول واطعنا ثم یتولی فریق منھم بعد ذلك وما اولئك بالمومنین

اور (منافق لوگ) کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور رسول پر ایمان لائے اور اللہ رسول کا حکم مانا پھر اس کے بعد ان

میں کا ایک فریق اللہ اور رسول کے حکم سے منہ موڑتا ہے۔ اور وہ سرے سے مسلمان ہی نہیں ہے إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا الاحزاب
بے شک اللہ اور فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی (محمد رسول اللہ) پر اے ایمان والو! تم بھی درود و سلام بہت بھیجو وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ (مسلمانو) نماز قائم کرو زکوٰۃ ادا کرو اور (محمد) رسول کی اطاعت کرو۔

حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں قرآن کی اتنی آیات ہیں کہ واقعی ایک مستقل کتابوں میں ان کی تشریح آتے:۔

إِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿﴾ وَدَاعِيًا إِلَى اللّٰهِ بِإِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا — اے محمد ہم نے تم کو (دنیا و آخرت میں) گواہ بنا کر بھیجا اور اللہ اور رسول کی اطاعت کرنیوالوں کو خوش خبری دینے والا اور نافرمانی کے انجام سے ڈرانیوالا بنا کر بھیجا اور اللہ کے حکم سے اللہ کی طرف بلانے والا۔ دلوں کی تاریکیوں کو روشن کر دینے والا چراغ بنا کر بھیجا

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ — اے محمد ہم نے تم کو سارے جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ — کہدو (اے محمد) کہ اگر تم لوگ اللہ سے محبت کرتے ہو میری اتباع کرو تو اللہ تم سے محبت کریگا۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ — محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن وہ تو اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں

اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا — یقیناً ہم نے تمہیں بھیجا ہے تمام انسانوں کے لئے اللہ اور رسول کے بتائے ہوئے نیک کام کے انجام کی خوشخبری سنانے والا اور جن کو اللہ رسول نے برا کہا تو (تمہیں برے کاموں کے انجام سے) ڈرانیوالا بنا کر۔

قرآن اور حکمت

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ — اور اللہ ہی ہے جس نے بھیجا اُمیوں میں انہیں میں سے ایک کو رسول (مقرر کرکے) وہ تلاوت کرتا ہے ان

ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین
پھر اللہ کی آیات اور پاک کرتا ہے ان کے نفوس کو اور سکھاتا ہے ان کو۔ الکتاب (قرآن اور حکمت۔

سنت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیع مفہوم کے لئے قرآن کریم نے حکمت کا لفظ کئی جگہ استعمال فرمایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر رسول کو اللہ تعالیٰ ایک ساتھ دو چیزیں عنایت فرماتا ہے ایک کتاب اللہ اور دوسرے اللہ تعالیٰ کے احکام و فرامین کی تنفیذ یا انہیں جاری کرنے اور قائم کرنے کا طریقہ اسی طریقے کو سُنت سے تعبیر کرتے ہیں اور سنت کے لفظی معنی بھی دستور یا طریقہ ہیں حضرت لبید بن ربیعہ جو اسلام لانے سے پہلے عرب کے مشہور شاعروں میں شمار کئے جاتے ہیں اور ان کے کہے ہوئے اشعار کو فضیلت دینے اور قدر افزائی کے لئے خانہ کعبہ میں آویزاں کیا جاتا تھا ان کا ایک شعر ہے

من معشر سنت لھم آباءھم ولکل قوم سنۃ واماما

موصوف اس قبیلہ یا گروہ سے تعلق رکھتے ہیں جن کے باپ دادوں نے تمام اچھے اور باعزت کاموں کا طریقہ یا دستور بنا دیا ہے اور ہر قوم کا ایک طریقہ اور اس طریقہ کا ایک لیڈر یا امام ہوا کرتا ہے۔

مگر اسلامی فکر میں اس کی ہرگز گنجائش نہیں کہ کوئی بڑے سے بڑا انسان امام ہو یا لیڈر یا اس سے بھی بڑھ کر کسی انسان کو انسانوں کے لئے۔ یا بہت انسان مل کر اپنے یا دوسروں کے لئے کوئی طریقہ یا دستور تصنیف نہیں کر سکیں۔ بلکہ سنت محمدی کا صحیح اور حقیقی مفہوم یہی ہے کہ سنت اللہ سے تمام دنیا کو باخبر کرنا اور اسی راہ پر چلانا اب جس طریقے سے اللہ کے رسول محمد صلعم نے اللہ کے بندوں کو اللہ کے دین پر قائم کیا اور اللہ کا دین انسانوں کو سمجھایا بس وہی طریقہ سُنت محمدی ہے اگر یہ کہا جائے کہ حکمت کے معنی محض دانش یا عقل ہے تو اس سے یہ حقیقت اور زیادہ واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام خود ایک مستقل عقلیت اور بے مثال اور کامل و مکمل دانش اور بصیرت ہے۔

امام شافعی جن کی کتاب اصول فقہ سب سے پہلی تصنیف ہے فرماتے کہ قرآن میں حکمت سے مراد حدیث رسول محمد صلعم ہے اور اسی پر سب کا اتفاق ہے۔ حکمت کے لفظی معنی اگر فیصلہ کن اور

مضبوط بات ہیں تو فیصلہ کن اور مضبوط بات ہونے کے اعتبار سے حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ تمام انسانوں کے فیصلہ پر غالب ہے۔ آپ کا طریقہ یا سنت کا مستند مجموعہ اس مقدس عقلیت کا جامع ہے جو انسانی زندگی کے تمام گوشوں کے لئے وحی معصوم کے ذریعے انسانی قلب و دماغ میں حق و صداقت اور عدل و رحمت کا فتح باب کرتی ہے اور یہی عقلیت انسان کو اس کی تمام معنوی اور مادی طاقتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سیدھے صاف اور آسان راستے پر چلتی ہے۔

ملاحظہ ہو حجۃ البالغہ میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:۔

انہ لا سبیل الی معرفۃ الشرائع والاحکام الخ

جان لو کہ شریعت اور احکام سے واقف ہونے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی خبر کے سوا اور کوئی راستہ نہیں۔ الخ

سلسلۂ ہدایت

إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَىٰ نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَعِيسَىٰ وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَارُونَ وَسُلَيْمَانَ ۚ وَآتَيْنَا دَاوُودَ زَبُورًا ۝ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ وَرُسُلًا لَمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۚ وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا ۝ رُسُلًا مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ الخ

اے محمد ہم نے تمہاری طرف (اسی طرح) وحی بھیجی ہے جس طرح ہم نے نوح (سب سے پہلے صاحب شریعت نبی) اور دوسرے پیغمبروں کی طرف جو ان کے بعد ہوئے وحی بھیجی تھی اور جس طرح ہم نے ابراہیم و اسماعیل اور اسحق اور یعقوب اور اولاد یعقوب اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف وحی بھیجی اور ہم نے داود کو زبور بھی دی تھی (اور تمہاری طرح) ہم کتنے پیغمبر بھیج چکے ہیں جن کا حال (اس سے پہلے) تم سے بیان کر چکے اور کتنے پیغمبر اور بھیجے جن کا حال ہم نے تم سے اب تک بیان نہیں کیا اور اللہ نے موسیٰ سے تو باتیں بھی کیں۔ یہ سب پیغمبر نیک لوگوں کو (آخرت میں بڑی کامیابی جنت کی) خوش خبری دینے والے (اور اللہ کی نافرمانی کرنے والوں کو) عذاب سے ڈرانے والے تھے تاکہ پیغمبروں کو بھیجنے کے بعد لوگوں کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ اللہ کی ہدایت ہم تک نہیں پہنچی اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ اور سورۃ النساء میں ارشاد ہے:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ

مسلمانو! اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر اور

وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَى رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا

اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول (محمدؐ) پر اتاری ہے اور ان کتابوں پر جو (قرآن) پہلے (رسولوں پر) اتاری گئی ہیں جو کوئی اللہ کا منکر ہوا اور اس کی کتابوں کا اور اس کے رسولوں کا اور قیامت کے دن کا تو وہ سیدھی راہ سے بہت دور بھٹک گیا

اور ارشاد ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا

کوئی شبہ نہیں کہ تمہارے اللہ کے رسول (محمدؐ) کی پیروی میں بہت اچھا طریقہ ہے۔ (نمونہ ہے)

قرآن حکیم حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے کامل عالمگیر اور دوامی ہونے پر گواہ ہے اور آنحضرت محمدؐ کی پیغمبرانہ زندگی کے کارنامے منصبِ رسالت کی صاف صاف تشریح ہیں

۱۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کی دعوت کا ہر جگہ انتظام فرماتے اور اسلام کی تعلیم کے مطابق روزمرہ زندگی کے تمام کاموں میں صحابہؓ کو تربیت دیتے رہتے تھے

۲۔ صحابہ کرام کی تبلیغ سے متاثر ہونے والے آنحضرت کی خدمت میں وفد کے ساتھ آتے آتے رہتے اور اسلام قبول کرتے اور مسائل معلوم کر کے واپس جاتے تھے۔ ان کے ٹھہرانے کا انتظام ان کی خاطر مدارات آنحضرت کے حکم کے مطابق ہوتی تھی۔ حافظ ابن القیم کی تحقیق کے مطابق اور فتح الباری سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت کی خدمت میں ۳۴ وفد حاضر ہوتے تھے لہ

(۳) مکہ معظمہ سے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ کے زمانہ قیام میں اسلامی حکومت کی تشکیل فرائی

(۴) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملکی انتظام میں کوشاں رہتے اور ملک کی حفاظت کا انتظام کرتے

(۵) فوج کی قیادت کرتے تھے۔

(۶) لوگوں کو پیش آنے والے مسائل میں فتوے دیتے۔ مقدمات کے فیصلے کرتے (۸) وقت کے بادشاہوں کو اسلام کا پیغام پہنچاتے (۹) غیر مسلم حکمرانوں سے معاہدہ کرتے (۱۰) اسلام قبول

لہ۔ مولانا شبلی

کر لینے والے قبیلوں کو احکام بھجواتے (۱۱) جگہ جگہ متعین رہنے والے عہدیداروں کے لئے فرمان جاری کرتے (۱۲) فوجیوں کی فہرست تیار کرواتے (۱۳) مہمانوں کی خاطر مدارات کا انتظام کرواتے (۱۴) بیماروں کی عیادت کرتے (۱۵) یتیموں کی کفالت کا انتظام کرتے (۱۶) مرد و عورتوں کی خبر رکھتے۔ ۱۷۔ عہدے دار مقرر کرتے وقت کردار کا جائزہ لیتے (۱۸) درخواست دینے والوں یا عہدے کیلئے دوڑ دھوپ کرنے والوں کے بجائے ان لوگوں کو عہدہ دیتے تھے جو آخرت میں مسئولیت کے خوف سے بڑی مشکل سے عہدہ منظور کرتے تھے (۱۹) عہدے دار عام مسلمانوں کے ساتھ کس طرح معاملہ کرتے ہیں اس کا پتہ چلاتے اور محاسبہ کرتے تھے ان کا امتحان لیتے تھے (۲۰) بازار میں تشریف لیجاتے اور کپڑے غلے اور دوسری اشیاء اپنی ہاتھ سے اندر باہر سے دیکھتے۔ ملاوٹ اور کھوٹ اور دھوکہ ہوتا تو فہمائش و ہدایت کرتے (۲۱) آپس میں اختلافات کو دور کرتے تھے۔ بدگمانی کے اثر سے یا کسی وجہ سے لڑائی جھگڑے کی خبر ملتے ہی فوراً دور کرنے اور لڑنے جھگڑنے والوں میں صلح صفائی کرانے کے لئے تشریف لیجاتے۔ ۲۱۔ نزول قرآن حکیم کے سلسلے میں وحی الٰہی لکھنے والے مقرر کرتے۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے ۲۲[له] مہاجر اور انصار صحابہ کرام کو وحی لکھنے کیلئے وقتاً فوقتاً مقرر فرمایا اسی طرح عہدوں پر بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت پائے ہوئے صحابہ کرام مقرر ہوئے تھے اور ایسے محاسبہ ہوتا تھا (۲۳) جس ملک اور بستی کے لوگ مسلمان ہو جاتے وہاں حاکموں اور گورنروں کا تقرر کرتے تھے۔ ایک نومسلم عجمی بادشاہ کو یمن کا گورنر بنایا تھا اور ایسے تمام چھوٹے بڑے عہدیداروں کے کردار کا جائزہ لینے کے لئے بھی انتظام فرماتے تھے۔ ۲۴ حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود مقدمات فیصل کرتے تھے۔ پھر بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت رضؓ حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ حضرت عوف بن عوف رضؓ اور حضرت اُبی بن کعب انصاری اور حضرت معاذ بن جلیل انصاری بھی آنحضرت علیہ السلام کے حکم سے مقدمات فیصل کرتے تھے۔ سب سے زیادہ اہم کام یہ تھا کہ ملک کے علاوہ جہاں کہیں اسلام پہنچ گیا ان کی اسلامی تعلیمات و تربیت کے لئے خاص تربیت یافتہ صحابہ کرام مقرر ہوتے اور انوار رسالت سے کسب فیض کرنے والے صحابہ کرام اپنے رنگ میں اپنے شناگردوں کو بھی رنگ لیتے تھے۔ اس کے علاوہ یہ کہ عدالت میں کسی ایسے شخص کی گواہی قبول نہیں کی جاتی

له مولانا شبلی ج

تھی جو پانچ وقت جماعت کی نمازوں میں پابندی سے نہ آتا ہو اس لئے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا مندی حاصل کرنے کیلئے سردی گرمی کے موسم میں تکلیف کی پرواہ نہ کرتے ہوئے پانچوں نمازیں جماعت کے ساتھ پڑھتا رہے گا تو ایسے شخص سے امید کی جا سکتی ہے کہ غیر اللہ کے خوف اور لالچ سے .... متاثر ہوئے بغیر اللہ ہی کو حاضر ناظر جان کر وفاداری سے سچی گواہی دے سکتا ہے اور جو شخص اپنے اللہ کی رضا حاصل کرنے کیلئے اتنی تکلیف بھی گوارا نہ کرے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کی امید نہیں کی جا سکتی کہ اللہ کی محبت کی وجہ سے یہ شخص اللہ کی مخلوق پر جھوٹا الزام نہیں رکھے گا۔ غرض رسالتماب کی تعلیم و تربیت اور تزکیہ کے عمل نے انسانوں کے دماغ دل اور سینے ایمان و عمل سے منور کر دیئے تھے اور جب معاشرے کی ذہنیت صحیح ہو جاتے اور عمل اس کو مطابق ہو تب ملک کو خوش حال کہا جا سکتا۔ ۲۵۔ حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پانے والوں کی نماز جنازہ سے پہلے میت کے قرض کے بارے میں دریافت کرتے تھے اگر قرض ہوتا تو اسے ادا کرواتے ورنہ خود ادائیگی کا ذمہ لیتے تھے پھر مرنے والی کی وصیت اگر جائز ہوتی تو جاری کرنے کا حکم ہوتا اور اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے احکام اور جو طریقہ آنحضرت کے دل میں اللہ ڈالتا اس کے مطابق میراث کا مال تقسیم ہوتا (۲۶) کوئی عہدیدار اپنے منصب کے اثر سے ہدیہ نہیں لے سکتا تھا ۲۷۔ الف) رحمتہ اللعالمین نے دنیا بھر میں وحدت فکر و یقین پر مشتمل اور عمل و اخلاق کی سچائیوں سے مستحکم نظام اللہ کی طرف سے انسانوں کے سامنے رکھا (ب) آخری شریعت اور کامل دین عطا کیا (ج) مساوات کا اعلان فرمایا اور اس پر عمل کرایا (د) اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ قوانین پر انسانوں کو عمل پیرا کیا۔

رحمتہ اللعالمین کی ذات گرامی اتنی اور اس سے بھی زیادہ ذمہ داریاں سنبھالنے کے باوجود خدمت گار اور جاں نثار صحابہ کرام اور سات بیویوں کی موجودگی میں اپنی بکریوں کا دودھ خود دوہ لیتے تھے اپنے جوتے خود درست کر لیتے۔ اپنے کپڑوں میں خود پیوند لگا لیتے تھے۔ اور راستے سے پتھر اور کانٹے دور کرتے تھے۔

قیامت

قیام کے معنی کھڑا ہونا اور قیامت میں ۃ تنبیہہ ہے اس کے معنی قرآن حکیم میں ہیں یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَۃُ وہ دن جس میں قیامت قائم ہوگی (واقع ہو جائے گی) قیامت کے دو منظر، دو حصے ہوں گے۔ سب سے پہلے جب صور اچانک پھونکا جائے گا تو نظام عالم درہم برہم ہو جائیگا پھر مکمل فنا کا سناٹا کائنات پر چھا جائے گا [۱] اور ایک مدت تک یہی حال رہے گا، اس کے بعد ایسی بارش شروع ہوگی جس سے تمام اجسام (اگر اعضا متفرق ہو گئے ہونگے دوبارہ تیار ہو جائیں گے [۲] پھر دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو پلک جھپکنے کی مدت میں روحیں اپنے اپنے اجسام میں مل جائیں گی۔ اور حساب جزا و سزا کے لئے میدان حشر میں سب جمع ہو جائیں گے۔

سورہ تکویر پارہ ۳۰ میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دونوں حصوں کا ذکر فرمایا ہے ارشاد ہے :۔ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ الخ ترجمہ: جب سورج لپیٹ دیا جائے گا جب ستارے بے نور ہو جائیں گے۔ جب پہاڑوں کو چلایا جائے گا اور جب گابھن اونٹنیاں چھوڑ دی جائیں گی (لوگ اس قدر بدحواس ہوں گے کہ زندگی کی بنیادی ضروریات پر دھیان نہ دے سکیں گے) اور جب وحشی جانور جمع کئے جائیں گے (نظام عالم درہم برہم ہو جائے گا تو جانور سمٹ کر جمع ہو جائیں گے) اور جب سمندر گرم کئے جائیں (جوش میں آجائیں گے) جب جسموں میں جانیں ملا دی جائیں گی اور جب زندہ دفن کی گئی لڑکی کے حق میں سوال ہوگا کہ وہ کس جرم میں ماری گئی تھیں (اللہ تعالےٰ کی عدالت میں ان مظلوموں کے مقدمات دائر ہوں گے جن کے حق کے بارے میں کسی کو فکر نہ ہوگی مگر پیدا کرنے اور پالنے والا ذرہ ذرہ کا حساب لیگا۔

---

[۱] صرف وہی چیز باقی رہ جائیگی جن کو اللہ تعالیٰ باقی رکھنا چاہے گا۔ [۲] حضرت بزرگوارم علامہ سید الامیر علیؒ نے تفسیر مواہب الرحمٰن میں لکھا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ دوبارہ اجسام کی خلقت جو اس پانی سے ہوگی وہ ایسی ہوگی جو تجلی الٰہی کے آگے ٹھہر سکے گی۔ اسی طرح زمین جو دوسرے صور کے بعد بدل دی جائیگی اس میں بھی اتنی تاب ہوگی کہ تجلی الٰہی کی برداشت کر سکے۔

اور تمام (تمام انسانوں کے) اعمال نامے سب کے سامنے پھیلا دیئے جائیں گے اور جب آسمانوں کا چھلکا اتارا جائے گا اور جب جہنّم دھکائی جائے گی اور جنت قریب لائی جائے گی اس وقت ہر آدمی جان لے گا کہ اس نے (دنیا میں کیئے ہوئے) جو کام حاضر کئے ہوں گے (محشر میں) پہلے صور اور دوسرے صور کے بعد پیش آنے والے احوال کا جو نقشہ قرآن حکیم نے انسانوں کو اس دنیا کی زندگی میں خبردار کر دینے کے لئے دکھا دیا ہے اس سے نظام عالم کے درہم برہم ہونے اور پھر مسئولیت اور مکافات کا الٰہی قانون جاری ہونے کی خبر ملتی ہے۔

قیامت کے مسئلے میں اسلام کے علاوہ اور دوسرے آسمانی کتابوں کے پیرو بھی ایمان رکھتے ہیں اور سائنس کے حلقوں سے خبر ملتی ہے کہ آخرکار ایک دن نظام عالم درہم برہم ہو جائیگا اور مجوسی بھی حشر اور جزا و سزا پر یقین رکھتے ہیں مگر قرآن حکیم اور مرفوع حدیثوں میں قیامت کے مسئلہ پر جو تصریحات ملتی ہیں ان کی تاثیر انسانی نفوس میں نیکی اور بدی ظلم اور انصاف کا انجام سوچنے پر آمادہ کر دیتی ہے ویسے اس دنیا کی زندگی میں بھی ہر عمل کا نتیجہ اور بدلہ اور جزا اور سزا کا نظام موجود رہا ہے۔ مگر اس زندگی میں یہ ہوسکتا ہے کہ ظالم سزا سے بچ جائے یا بچا دیا جائے اور مظلوم فریاد کرتا ہوا مر جائے۔ مگر اس کا انصاف نہ ہوسکے اور اسلامی عقیدۂ قیامت کی تفصیلات ہر دل میں یہ یقین پیوست کر دیتی ہیں کہ ہر انسان کی ہر لمحہ کارگذاریاں لکھی جا رہی ہیں اور دنیا کی یہ چند روزہ زندگی ختم ہونے پر اللہ تعالیٰ کے اور اس کی مخلوق کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی پر گرفت ہوگی کوئی کسی کے گناہوں کا بوجھ اپنے سر نہیں لے گا۔ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض حق جس کو چاہے معاف کر دے۔ مگر مخلوق کے حقوق اللہ تعالیٰ معاف نہیں فرمائے گا۔

یہ عقیدہ غیظ و غضب کی حالت میں اور اپنے فائدہ کی حرص میں انسانوں کی نسبت زبان اور ہاتھوں کو تخریبی کاموں سے اور فساد پھیلانے اور ایک دوسرے میں بگاڑ کرانے سے روک سکتا ہے۔ اس مقام پر یہ سوال سامنے آسکتا ہے کہ کیا عقیدہ جذبات پر ایسی پابندی لگا سکتا ہے کہ وہ تخریبی کارستانیوں سے باز رہیں

جذبات کی روک تھام اور مسٹر مِل :۔ مسٹر مِل کو مذہب سے اور اللہ کے نام سے بیزاری

ہے مگر ان کو ایک مشکل پیش آگئی اور وہ انسانی فطرت کو تباہ کر دینے کا فتویٰ دینے لگے کہتے ہیں اگرچہ اکثر خواص فطرت کے بارے میں یہی ضروری ہے کہ اُن کی اصلاح کی جائے اور انہیں معدوم نہ کیا جائے۔ مگر سب خواص فطرت کا یہ حال نہیں! بلکہ بعض قابل انعدام بھی ہیں اور جو جذبات انعدام کے لائق ہیں وہ یہ ہیں تباہ کرنے کی خواہش۔ خود مختار یا غالب رہنے کی خواہش اور ظلم کرنے کی خواہش۔ فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں میں یہ خواہش فطری ہوتی ہے مگر باوجود فطری ہونے انہیں تباہ کرنا ضروری ہے نہ کہ ان کو بڑھانا اور پرورش کرنا۔ ایپٹی ع۱ صث ۵۶ و ۵۷ سنہ ۱۸۷۸ء۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ تباہ کرنے کا صاف مطلب کیا ہے اور کیسے تباہ کیا جائے کون تباہ کرے اور کس طرح ممکن ہے کہ سارے انسانوں کے جذبات کو تباہ کر دیا جائے۔

جذبات کی روک تھام کا اسلامی طریقہ عقیدۂ قیامت اسلامی فکر یہ ہے کہ انسانی فطرت کا کوئی خاصہ تباہ کرنے کے قابل نہیں ہے زیادہ سے زیادہ یہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ جذبات کی راہ سے شر کا وجود خیر کی حفاظت اور بقا میں مزاحم ہوتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ عقیدے کی طاقت سے شر کو خیر کی حفاظت اور بقا کا ذریعہ بنایا جا سکتا ہے۔ اس طرح کہ "حُبِّ ذات" یعنی خود اپنی بھلائی زیادہ سے زیادہ چاہنا"

یہ انسانی فطرت کے تقاضوں میں سب سے بڑا اور سب سے قوی تر تقاضا ہے اسلام انسانی فطرت کے اس تقاضے کو مرنے کے بعد ہمیشہ کی زندگی اور کبھی ختم نہ ہونے والی نعمتوں اور خوشی و سعادت کے دائمی اور مکمل اسباب کی خوشخبری وحی معصوم کے ذریعہ پہنچاتا ہے اور جذبات کی راہ سے تخریبی کارروائیوں اور ظالمانہ حرکات پر عملدرآمد کرنے والوں کو ہمیشہ کی زندگی میں ذلت افلاس اور عذاب کی سچی خبروں سے وحی معصوم کے ذریعہ آگاہ کر دیتا ہے۔ اس طرح خود اپنا بھلا زیادہ سے زیادہ چاہنے کا انسانی تقاضا چونکہ بہر صورت اپنی جگہ پر زندہ رہتا ہے۔ اس لئے اس عقیدے کے دل نشین ہو جانے کی صورت میں وہ فطری تقاضا اپنا صحیح مصرف پا لیتا ہے۔ اس طرح تخریبی حرکات کا قلع قمع کرتے ہوئے اسلام انسانی فطرت کو توڑنے

کا نہیں بلکہ سچائیوں کی طرف موڑ دینے کا فرض لازم کر دیتا ہے۔
انسانی فطرت کو توڑا نہیں جا سکتا بلکہ اسے موڑا جا سکتا ہے اور اسلامی عقیدۂ قیامت کی طاقت جذبات کی راہ سے آنے والے شر کو خیر کی طرف پھیر دے سکتی ہے۔
قرآن حکیم فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا لاتبدیل لخلق اللہ
اللہ کی بنائی ہوئی دینی فطرت ہے جس پر اللہ نے انسانوں کو بنایا ہے۔ اللہ کی بنائی ہوئی خلقت میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ اور حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔
کلُّ مولودٍ یُولد علی الفطرۃ (انسانوں کا) ہر بچہ
دین فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کو اس کے ماں باپ دوسرے مذاہب اور طریقوں کی راہ پر لگا دیتے ہیں اس سے بھی یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ فطرت دب سکتی ہے پھیری جا سکتی ہے مگر فنا نہیں ہو سکتی۔ اور توڑی نہیں جا سکتی اور اسلامی عقیدۂ قیامت کی طاقت انسان کو من مانی کارگزاریوں سے روک سکتی ہے۔ قرآن حکیم ارشاد ہے

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَھَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی فَاِنَّ الْجَنَّۃَ ھِیَ الْمَاْوٰی

ترجمہ:۔ اور جو کوئی ڈرا اللہ کے حضور (جوابدھی کے لئے) کھڑے ہونے (کے دن) سے اور اپنے اپنے نفس کو من مانی کرنے سے روک دیا تو جنت ہی اس کا ٹھکانہ ہوگا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اپنی مرضی کے مطابق کارگزاریاں کرنے میں انسانی نفس گناہوں سے آلودہ اور ظلم و فساد کی طرف راغب ہو سکتا ہے۔
دوسری آیت میں ارشاد ہے:۔

یاداؤدُ اِنّا جعلناك خلیفۃً فِی الْاَرْضِ فَاحْکُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْھَوٰی فَیُضِلَّكَ عَنْ سَبِیْلِ اللہِ

اے داؤد (ہم) اللہ نے تم کو زمین پر اپنا نائب مقرر کیا ہے پس تم لوگوں میں اس حق کے ساتھ حکم کرو (جیسے اللہ نے حق بتایا ہے) اور من مانی (اپنی مرضی کے مطابق طریق کار کے پیچھے نہ چلو ورنہ ایسا ہوگا کہ) وہ تم کو اللہ کے راستے سے بہکا دیگا۔

ان دونوں آیتوں سے یہ مطلب سامنے آجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کامل اطاعت یہی ہے کہ انسان اپنی مرضی کو اللہ کے حکم پر راضی اور مطمئن کرے یا یوں کہا جا سکتا ہے کہ اپنی مرضی کو بھی مسلمان کرلے اور یہ مانا جا سکتا ہے کہ عقیدے میں ہی اتنی طاقت ہے کہ وہ انسانی نفس و عقل کو اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے تعمیری اصول و احکام کے مطابق ہر مرتبہ اور مقام پر رہتے ہوئے غصہ اور خوشی کے احوال میں طاقت اور ضعف کی حالت میں اللہ و رسول کے بتائے ہوئے انصاف پر آمادہ کر سکتا ہے۔

عقیدۂ قیامت!..... کے بغیر انسانی زندگی کی مقصدیت ثابت نہیں ہوتی نہ اس کے وجود کی اہمیت نظر آتی

قیامت کب آئے گی؟

سورۂ اعراف میں ہے..... اے محمد کہدو کہ قیامت کا علم اللہ ہی کو ہے۔ صحیح بخاری میں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا (قرآن کریم میں) الرَّاجِفَةُ سے پہلا صور اور الرَّادِفَةُ سے دوسرا صور پھونکا جانا مراد ہے (پہلے صور کے بعد ایک زمانہ تک فنا کا عالم طاری رہے گا جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے

قیامت کیسے شروع ہوگی؟

سورۂ زمر میں ہے وَنُفِخَ فِي الصُّورِ اور پہلی بار صور پھونکا جائے گا تو ان سب کے ہوش اڑ جائیں گے (اور فنا ہو جائیں گے) جو آسمانوں میں ہے اور زمینوں میں سوائے اس کے جس کو اللہ چاہے پھر دوسری مرتبہ اسی صور میں پھونکا جائے گا تو یکایک سب کے سب اٹھ کھڑے ہوں گے (نئی پیدائش ہوگی) دیکھتے بھالتے ہوئے اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی جو اور ہی زمین ہوگی۔ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ جس دن یہ زمین اور زمین سے بدل دی جائے گی) اور اعمال کا دفتر (دنیا میں کی ہوئی کارگزاریاں) رکھدیا جائے گا اور انبیاء اور مرسلین اور گواہ حاضر کئے جائیں گے اور سب میں ٹھیک ٹھیک فیصلہ کیا جائے گا اور ان پر ذرا بھی ظلم نہیں ہوگا اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا بدلہ پورا ملے گا اور اللہ تعالیٰ سب کے کاموں کو خوب جانتا ہے

سورۂ زمر میں ہے اِتَّبِعُوا اَحْسَنَ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ الخ اور اپنے رب کی طرف سے جو اچھے اچھے احکام تم لوگوں کی طرف بھیجے گئے ہیں ان پر چلو اس سے پہلے کہ اچانک تم پر

(برے اعمال کے بدلے ہیں، عذاب آپڑے اور تم کو اس کا گمان بھی نہ ہو (یہ حکم اس لیے اس لیے دیا جاتا ہے) کہ کہیں کوئی یہ نہ کہنے لگے کہ افسوس میری اس کوتاہی پر جو میں نے اللہ کی جناب میں کی اور میں تو مذاق سمجھتا رہا کوئی کہنے لگے کہ اللہ نے مجھے ہدایت دی ہوتی تو میں بھی پرہیزگاروں میں ہوتا یا کوئی عذاب دیکھ کر یہ کہنے لگے کہ کاش دنیا میں پھر واپس جانا ہو تو میں نیک بندوں میں ہو جاؤں الخ۔

محمد رسول اللہ ڈرتے ہیں:۔ سورہ انعام ہے:۔ قُلْ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ کہہ دے محمد یقیناً میں بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں۔

محشر کی کارروائی سورہ انعام میں ہے:۔ جس دن (دوسری مرتبہ) صور پھونکا جائے گا تو۔

۱۔ تو قول اللہ کا قول حق ہوگا۔ اور بادشاہی اللہ ہی کی ہوگی

ساری زبانیں بند: ۲۔ تیسیر اور جامع ترمذی میں ہے محشر میں ساری زبانیں بند ہوں گی صرف انبیا اور مرسلین کی زبانوں پر یہ کلمہ ہوگا۔ اے اللہ سلامتی دے اے اللہ سلامتی دے

ناحق بہائے جانے والے خون ۳۔ سب سے پہلے نماز کے بارے میں محاسبہ ہوگا اور سب سے پہلے ناحق بہائے جانے والے خونوں کا فیصلہ ہوگا۔

۴۔ سورج سر سے قریب ہوگا۔ ہر شخص اپنے اعمال کے مطابق پسینہ میں شرابور ہوگا۔

۵۔ **اللہ ہر ایک سے کلام کریگا:۔** جامع ترمذی میں ہے ہر شخص سے اللہ تعالیٰ خود کلام فرمائے گا اور اللہ اور بندے کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا اور وہ شخص نظر اٹھائے گا تو اس کو دائیں بائیں اپنے اعمال ہی نظر آئیں گے۔

ہر شخص سے تین سوال ضرور ہوں گے:۔ صحیح مسلم میں ہے کہ کوئی شخص محشر میں اپنی جگہ سے قدم آگے نہیں بڑھا سکے گا جبتک اس سے ان امور کی پوچھ گچھ نہ ہو چکے گی۔ ۱۔ جوانی کیسے کاموں میں گزاری۔ ۲۔ مال کس طرح کمایا۔ ۳۔ کہاں خرچ کیا۔ جامع ترمذی کی حسن صحیح درجے کی حدیث میں درج ہے کہ قیامت کے دن پوچھا جائے گا۔ اپنی عمر کیسے کاموں میں گزاری، علم پر کتنا عمل کیا۔ مال کس طرح کمایا اور کہاں

خرچ کیا (اللہ کی بخشی ہوئی جسمانی طاقت) کیسے کاموں میں صرف کی

قیامت کے دن مفلس :- جامع ترمذی میں حسن صحیح روایت میں ہے۔حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن میری اُمّت میں مفلس وہ ہوگا جو محشر میں روزہ نماز اور زکوٰۃ کی نیکیاں رکھتا ہوگا اور اسی کے ساتھ ساتھ اس نے اس کو گالی دی ہوگی اس پر بہتان لگایا ہوگا۔اس کا مال ناحق کھا لیا۔اس کا خون ناحق بہایا اس کو مارا اور اس لئے اس کو بٹھا دیا جائے گا اور حساب سے اس کی نیکیاں اس کو دے دی جائیں گی جس پر اس نے ظلم کیا ہوگا۔پھر اگر اس کی ساری نیکیاں بدلے میں چلی گئیں اور بدلے پورے نہ ہوئے تو مظلوموں کے گناہ اس پر لاد دیتے جائیں گے اور اس مفلس کو آگ میں ڈال دیا جائے گا۔

اللہ کا دیدار :- اور تیسیر میں ہے صحابہ کرام نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا ہم قیامت کے دن اللہ کا دیدار کریں گے؟ فرمایا چودھویں رات کا چاند ہو اور بادل نہ ہو تو اس کے دیکھنے میں تم کو شک ہوگا۔عرض کیا نہیں فرمایا اسی طرح تم اللہ تعالیٰ کا دیدار کروگے

جس سے حساب میں حجت ہوئی وہ ہلاک ہوا :- حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ جس سے قیامت کے دن حساب میں حجت ہوئی وہ ہلاک ہوا۔کہتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس کے سیدھے ہاتھ میں اعمال نامہ دیدیا گیا اس کا حساب آسان ہوگیا۔فرمایا اعمال نامے کا پیش کیا جانا آسان حساب ہے (اور حجت کی گئی تو مشکل ہے)

۷۰ ہزار بے حساب جنت میں :- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اُمّت کے ۷۰ ہزار لوگ بے حساب جنت میں جائیں گے۔ہول قیامت کی انھیں خبر نہ ہوگی یہ وہ ہوں گے جو فطرۃ اسلام پر پیدا ہوئے اور تقویٰ اور توکل والی زندگی بسر کی وہ بے حساب اللہ کی مہمانی میں لیجائے جائیں گے۔اور فرمایا اہل جنّت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی ان میں سے ۸۰ صفیں میری امت کی ہوں گی

آگ کا عذاب :- قرآن حکیم میں نافرمانیوں کی سزائیں جگہ جگہ آگ کے عذاب سے آگاہ کردیا

گیا ہے تاکہ اس دنیا کی زندگی کے بعد آنے والی زندگی میں اپنے آرام کی فکر کرنے والے ایسے عمل نہ کر بیٹھیں جن سے اللہ تعالیٰ کی قانون شکنی ہوا ور اس کی سزا میں آگ کے عذاب کا سامنا کرنا پڑے اس مقام پر اس طرح سوچنا چاہیئے کہ ہمارا یہ جسم خاکی ہے اور ہم خاکدان میں رہتے ہیں مگر ہماری روح اور جان کی اصلیت اور مزاج اس دنیا کے اجزا سے مرکب نہیں ہیں اس دنیا میں خاکی جسم کارفرما ہے اور روح پردے میں ہے اور اس عالم میں جہاں سے ہم آئے ہیں اور دوبارہ نئی پیدائش کے بعد وہیں ہمیں جانا ہے۔ وہاں کی ماہیت یقیناً اس جہاں سے مختلف ہوگی۔ یہاں بھی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ ایک صاف کپڑے پر اگر ہم ہاتھ رکھ دیں یا اس پر منہ سے پھونک دیں تو ہم دیکھیں گے کہ اس پر کوئی نشان نہیں پڑا ہے مگر اپنی عینک کے گلاس سے صاف ہاتھ چھو جاتا ہے تو نشان پڑ جاتا ہے ذرا منہ کی بھاپ لگ جائے تو گدلا ہو جاتا ہے اور اب اس عینک سے حرف نظر آ نہیں آتے اس سے معلوم ہوا کہ یہ لطافت اور کثافت کا طبعی فرق ہے اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ بلند آشیاں انسان جو جنت میں آسمانی بلندیوں سے پاکیزہ روح اور جان لے کر اس خاکدان میں پھر واپس جانے کے لیئے چند روز ٹھہر گیا ہے اسے نہیں معلوم ہو سکتا کہ وہ عالم کیسا ہے مگر وحی معصوم سے جو خبریں ملی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ وہ لطیف تر اور قوی تر ہے خود اس کی مثال اپنے اندر روح کی شکل میں موجود ہے جو نظر تو نہیں آتی مگر کس درجہ لطیف ہے کہ آنکھ کے ذریعے مزاج کی کیفیت کا اشارہ پا کر بھی متاثر ہو جاتی ہے۔ پھر جب آخرت کے جہان میں روح کا ظہور ہوگا اور جسم اور ہی ہوگا اور انسانی اعمال کی خرابی خواہ انسان کو محسوس نہ ہو مگر اس کی روح جو بلند آشیاں ہے اس پر بوجھ ہو جاتا ہے اس کو زنگ لگ جاتا ہے كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ الخ ہرگز نہیں بلکہ ان کے خراب اعمال کے نتیجے میں ان کے دلوں پر زنگ لگ گیا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ وہ زنگ اس ماہیت کا نہیں ہے جس ماہیت کا لوہے پر زنگ ہوتا ہے اور اس زنگ کو دور کرنے کی وہ دوا... کارگر نہیں ہو سکتی جو لوہے کے زنگ کو دور کر سکتی ہے اس طرح سمجھا جا سکتا ہے کہ اس دنیا میں جس عمل کو قرآن و حدیث میں گناہ کہا گیا ہے اس کی تاثیر ہمیں اور ہی طرح نظر

آتی ہے مگر روح جس کی ماہیت ہماری قوتِ ادراک سے بہت بلند مقام کی ہے۔ اس پر گناہوں کی تاثیر ایسا عمل کر دیتی ہے کہ وہ آخرت کی زندگی میں اپنی حقیقی بلندیوں پر پہنچنے کے لائق نہیں رہتی ہوگی اور گناہوں کی مادّی کثافت کے اثرات اس پر سے جب تک آگ ورائل نہ کئے جائیں گے اس وقت تک اس کا لطیف تر اور قوی تر جسم اپنے بلند مقام پر نہیں پہنچ سکتا۔[1] اور سمجھ میں آسکتا ہے کہ گناہوں کے فاسد اثرات کو دور کرنے کا ذریعہ آگ ہی ہوگا۔[2] جنت آسمانی بلندیوں پر اور دوزخ اس کے مقابلے میں پستیوں میں ہے۔

سورہ بقرہ میں ہے: ـ وَاتَّقُوا یَوۡمًا اور اس دن سے ڈرو جب کوئی انسان کسی کے کام نہیں آئیگا اور اس سے سفارش قبول نہ کی جائے گی اس کی طرف سے کوئی بدلہ منظور نہیں کیا جائے گا نہ ان کی مدد کی جائے گی

آگ کا عذاب کن لوگوں کیلیے:۔ گناہ کبیرہ ہو یا صغیرہ بہرحال اسلامی نقطہ نظر سے جس عمل کو گناہ کہا جاتا ہے وہ کسی نہ کسی حیثیت سے عدل واعتدال کے قانون کے خلاف عمل ہوتا ہے اور اس کا نقصان خود کرنے والے کے لئے اور دوسروں کے لئے تکلیف یا برائی کا سبب ہوتا ہے۔ کیا بات ہے کہ مجلسی آداب کی ادنیٰ خلاف ورزی مقام و مرتبے کے لائق نہیں رکھتی۔ حساب میں اپنے حق کی حفاظت کیلئے ایک پائی کوئی نہیں چھوڑتا۔ ایک اچھی سے اچھی بات زبان سے ادا کرتے ہوئے لہجے کا اتار چڑھاؤ ناقابلِ برداشت ہوتا ہے۔ انسان خود اپنے طبعی رجحان سے گناہ و ثواب کا اپنا سا فیصلہ کر ہی لیتا ہے خواہ وہ فیصلہ صحیح نہ ہو مگر شعور ہر ایک میں ہے حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے راہ چلتے ہوئے دو قبروں پر کھجور کی تر و تازہ شاخیں لگا دیں اور فرمایا کہ امید ہے جب تک یہ شاخیں تر رہیں گی اس وقت تک عذاب ہلکا رہے گا اور خبر دی کہ ان دونوں قبروں میں ایک شخص کو چغلی کی سزا ہے اور دوسرے کو پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچنے پر عذاب ہو رہا ہے۔

اسلامی عقیدہ قیامت پر ایمان انسان کو تعمیری اصولوں کی پابند زندگی پر ثابت قدم رکھ سکتا ہے اور صرف ایک جہانی زندگی کا تصور انسان اور انسانیت

[1] واللہ اعلم [2] واللہ اعلم [3] واللہ اعلم

کے لئے تباہ کن ہے اس لئے کہ صرف ایک جہانی تصور حیات انسان کے جذبہ حب ذات کو اسی دنیا کی زندگی میں زیادہ سے زیادہ مصروف رکھتا ہے۔ جب کہ اسلامی عقیدۂ قیامت، محاسبہ، جزاء و سزا پر ایمان اور تربیت انسان کے لئے ہمیشہ کی زندگی کے نفع نقصان کو بھی سامنے رکھتی ہے، ہر گھرانہ دفتر اور ہر کارخانے کا انتظام مسئولیت اور محاسبہ کے یقین پر ٹھہرا ہوا ہے۔ اور حکومت اور رعایا کے کارخانے ہوں یا

سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے پس ہم ضرور ان لوگوں سے پوچھ کر رہیں گے جن کی طرف رسول بھیجے گئے اور رسولوں سے بھی ضرور پوچھیں گے پھر حقیقت حال بیان کر دیں گے اور ہم غیر موجود نہیں تھے اور ارشاد ہے

تین آدمیوں کی ساز داری سرگوشی جہاں بھی ہو اللہ تعالیٰ چوتھا وہاں ہوتا ہے ہم سرگوشیاں کرنے والے ہوں تو اللہ تعالیٰ پانچواں وہاں ہوتا ہے الیٰ قولہ اللہ ہر جگہ ان کے ساتھ ہے۔ کاش اس عقیدے پر ایمان مضبوط ہو جائیں تو تخریبی منصوبہ بندیوں کا بڑی حد تک خاتمہ ہو سکتا ہے۔ صحیح بخاری ومسلم میں ہے حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

(اے مسلمانو)، تم میں سے ہر شخص حاکم ہے (اپنی اپنی جگہ پر) اور تم میں سے ہر شخص کو اللہ کے حضور جوابدہ ہونا پڑے گا۔ عورت حاکم ہے اپنے شوہر کے گھر بار اور اس کے بال بچوں پر اس سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا (قیامت کے دن) اس طرح ہر شخص کے بیٹا اور ملازم کے لئے فرمایا کہ وہ سب اپنی اپنی جگہ مقررہ مقام رکھتے ہیں اور ان سے آخرت میں سوال ہو گا

سورۂ نساء میں ہے۔ پس کیا ہو گا جب ہم ہر امت میں سے نبی گواہ بنا کر لائیں گے اور اے محمدؐ تم کو ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے۔

خیانت اور جو کوئی خیانت کرے گا وہ اسی چیز کو لے کر قیامت کے دن حاضر ہو گا پھر ہر جان کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں ہو گا آل عمران۔

بخل جس چیز پر بخل کریں گے قیامت کے دن انھیں چیزوں کا طوق انہیں پہنایا جائے گا۔ آسمانوں کی اور زمینوں کی میراث اللہ ہی کے لئے ہے آل عمران۔

ظلم :- جس دن مجرم چاہے گا کہ خود عذاب سے بچنے کے لئے اپنے بدلے میں اپنے بیٹوں کو اپنی بیوی کو اپنے بھائی کو اپنے خاندان کو جو اس کو پناہ دیتے تھے اور دنیا

یا تعلقات یا تعلقات جائز نہیں ہے۔ مثلاً عوام کو ملازمین اپنی ذاتی ضرورت میں صرف کریں مگر عقیدہ جزا و سزا پر تربیت اور معاشی توازن کی ہمواری انسانوں سے یہ کام لے سکتی ہے۔

کے سب لوگوں کو اپنے بدلے میں دیدے تاکہ کسی طرح خود چھوٹ جائے)

سورہ مدثر میں ہے — پس جس دن صُور پھونکا جائے گا تو وہ دن اللہ کا انکار کرنے والوں پہ بھاری ہے آسان نہیں

لوٹ مار چوری اور زبردستی کسی کا مال ہضم کرنیوالے اور چالاکی سے غصب کرنیوالے صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجمع میں سمجھانے کھڑے ہوئے اور فرمایا میں قیامت کے دن تم میں سے کسی کو ہرگز اس حال میں نہ پاؤں کہ میرے پاس چوری کا مال اپنی گردن پر اٹھائے چلا آرہا ہو (بکری وغیرہ کا ذکر فرمایا) اور مجھے کہے اے رسول اللہ میری مدد کیجئے تو اس وقت میں اس کو صاف جواب دیدوں گا کہ میں تیرے لئے اب کچھ نہیں کرسکتا۔ دنیا میں میں نے یہ بات پہنچا دی تھی کہ جو کوئی چوری کرے گا وہ اسی چیز کو محشر میں اپنے اوپر لادے ہوئے حاضر ہوگا اور میں اس کی مدد نہیں کروں گا

کسی نہ کسی طرح دوسرے کی زمین اپنے قبضے میں کرنے والے:۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے جس نے کسی کی ایک بالشت زمین (بھی) اپنے قبضے میں کرلی ہوگی تو اس مقدار کے برابر ساتوں زمینوں کا طوق گلے میں ڈالے ہوئے قبر سے اٹھے گا۔

قرضدار اللہ کی راہ میں شہید بھی ہو جائے تو:۔ قرضدار اگر شہید بھی ہو جائے تب بھی اپنے مقامات پر پہنچنے سے روک دیا جاتا ہے۔ حضرت بزرگوارم علامہ سید الامیر علیؒ نے تفسیر مواہب الرحمٰن میں حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ تفسیر مواہب الرحمٰن میں لکھا گیا ہے کہ حضرت ثابت بن قیس رضی یمامہ کے جہاد میں شہید ہو گئے اور خواب میں دیکھے گئے کہہ رہے ہیں کہ "میری زرہ کو فلاں شخص نے اس اس طرح چھپا کر رکھا ہے وہ حاصل کرکے خلیفہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہدو کہ اسے فروخت کرکے میرا قرض ادا کردیں پھر وہ زرہ اسی جگہ ملی اور خواب وصیت کے مطابق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کا قرض ادا کردیا۔

میراث کے مال پر جھگڑا فساد

دو صحابیوں میں میراث مال پر تنازعہ ہوگیا۔ دونوں حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آنحضرت علیہ السلام نے دونوں کے بیانات سنے اور آخر ایک کے حق میں فیصلہ دے دیا اس کے بعد فرمایا ہو سکتا ہے تم میں سے کسی ایک کی قوت بیان دوسرے کے مقابلے میں زیادہ پختہ اور موثر ہو اور میں نے اسی کے حق میں فیصلہ دے دیا ہے تو سمجھ لو کہ اپنے ہاتھ سے میں نے تمہاری گردن میں آگ کا طوق ڈال دیا ہے۔ یہ سن کر وہ فوراً اپنے دعوے سے دست بردار ہوگئے

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ جب آیتہ نازل ہوئی (وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ) اے محمد اپنے قرابت داروں کو ڈراؤ تو حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عزیزوں کو بلایا اور سب کو جمع کرکے فرمایا کہ" اے کعب بن لوئی کے بیٹو اپنی جانوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ میں تمہارے کام نہیں آسکتا اور اے مرہ بن کعب کے رشتے دارو اپنی جانوں کو آگ سے بچاؤ میں اللہ کے پاس تمہارے کام نہیں آسکوں گا اسی طرح آپ نے ہر ایک سے فرمایا اے بنی عبد مناف، اے بنی ہاشم اے بنی عبد المطلب اپنی اپنی جانوں کو آگ سے بچاؤ میں اللہ کے پاس تمہارے کام نہیں آسکوں گا۔ اے محمد کی بیٹی فاطمہ میرے مال میں سے جو چاہے مجھ سے لے میں اللہ کے یہاں تمہارے کام نہیں آسکتا قرآن حکیم میں ہے

(سورہ زمر) اس دن شفاعت کام نہ دے گی مگر اس کی شفاعت جس کو اللہ رحمن اجازت دے دے۔ اور کسی کو نہیں معلوم کہ کس کو اجازت ملے گی شفاعت کے لئے اور کس کو نہیں ملیگی اور حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کس کے حق میں ہوگی یا نہیں ہوگی امید رکھنا چاہئے مگر یقین کرتے ہوئے شفاعت کے بھروسے پر صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کا ارتکاب ہرگز روا نہیں

قیامت کے دن خوش نصیب اور خوش حال کون لوگ ہوں گے

سورہ قمر میں ہے یقیناً تقویٰ والی زندگی اس دنیا میں گزرنے والے عزت کے مرتبے میں باغوں اور نہروں میں قادر مطلق اللہ تعالیٰ بادشاہ حقیقی کے پاس ہوں گے۔ سورہ کہف میں ہے۔ بے شک جو لوگ ایمان لاتے اور انہوں نے اچھے کام کئے فردوس کے باغات ان کا ٹھکانہ ہوگا سورہ دہر میں ہے (اللہ و رسول کے اطاعت گزار لوگ) پس اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اس دن (قیامت) کی تکلیف

سے بچائے گا ان کو تازگی اور خوشی نصیب ہوگی اور ان کے صبر کے بدلے میں اللہ تعالیٰ ان کو باغوں میں لبلائے گا اور ریشمی لباس پہنائے گا ان باغوں میں لگے ہوئے تختوں پر تکیہ لگائے ہوں گے نہ سورج کی دتیزی) دیکھیں گے نہ سردی محسوس کریں گے اور درختوں کی) شاخیں ان پر جھکی ہوں گی اور دپھل پھول کے) گچھے ان کے اختیار میں ہوں گے اور چاندی سے بنے ہوئے برتن اور گلاسوں کے دور چلیں گے۔ چاندی کے بنے ہوتے گویا شیشے ہوں گے ان کو انداز کا پائیں گے اور ایسے پیالے بھرے ہوئے سلسبیل نام کے چشمے سے پلائے جائیں گے جن میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی ان کے چھوٹے بچے ہمیشہ ان کے قریب پھرتے رہیں گے۔ تم ان کو دیکھو گے تو بکھرے ہوئے موتی سمجھو گے اور جب تم اس جنت پر نظر کرو گے تو اس کو بہت بڑی آبادی سمجھو گے ان پر سبز رنگ کے باریک اور دبیز کپڑے ہوں گے اور ان کو چاندی اور سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا رب ان کو پاک شربت پلائے گا۔ یہ تمہارا بدلہ ہے اور تمہاری کوشش مقبول ہے اور سورہ واقعہ میں ہے

داور اللہ کی رضا کے کاموں میں آگے بڑھ کر) سبقت لیجانے والے لوگ دآخرت کی ہر خوبی میں آگے آگے) سبقت لیجانے والے ہوں گے اللہ کے نزدیک ہوں گے بڑی نعمتوں والے باغ میں ہوں گے پہلے لوگوں میں ایک جماعت ہوگی اور پچھلے لوگوں میں سے تھوڑے ہوں گے جڑاؤ تختوں پر تکیے لگائے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ اور اسکے آگے ارشاد ہے دخوش نصیب اور خوشحال جنتی لوگ) جس جس قسم کے پھل اور پرندوں کے گوشت وہ پسند کریں گے دکم عمر خدمت گار لڑکے) ان کے پاس حاضر کریں گے اور اسی سورة میں ہے :۔ "وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ الخ" اور داہنے جانب والے کیا کہنا ہے کانٹوں کی بیریوں میں اور تہہ بتہہ کیلوں اور بڑی نعمتوں میں دسایوں) اور گرتے پانی میں اور بہت سے پھلوں میں جو نہ ختم ہوں گے نہ ان پر روک ٹوک ہوگی" الخ

عقیدہ قیامت کا انکار انسانی زندگی کی مقصدیت کا انکار ہے۔ اس موقع پر پل صراط حوض اور میزان کے بارے میں ہم کچھ نہیں لکھ سکے ہیں۔ قیامت کے بارے میں جو کچھ ہم نے مختصر عرض کیا ہے اس سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ عقیدہ قیامت انسانی زندگی کو تعمیری اصولوں کا پابند بنانے اور پابندیوں پر قائم رکھنے کے لئے دوسرے عقائد کی طرح آج بھی نہایت ضروری اور اہم ہے اور اس کا انکار انسانی زندگی کی مقصدیت کا انکار ہے مگر عہد نبوی سے پہلے بھی اور اب تک اس مسئلہ میں کہیں کہیں

انسانی عقل شکوک وشبہات اور تعجب میں مبتلا رہی ہے۔ حالانکہ عقل کے لئے مثبت کوشش اور فکر وفہم کا سب سے پہلا اور قابل غور مقام تو یہ تھا کہ کس طرح اور کس مقصد کے لئے اور کس کی کاری گری سے دنیا کا سب سے پہلا انسان وجود میں آگیا اور جب ایک مرتبہ زندگی مجسم وجود میں آگئی تو موت سے یہ تو قطعی ثابت ہوسکتا ہے کہ اس دائرۂ حیات میں اس جسم کے ساتھ انسانی زندگی کا سلسلہ اور تصرف ختم ہوچکا ہے۔

مگر پہلی بار عدم سے جب وجود میں آگئے تو دوسری بار اس جسم سے مشابہت رکھنے والے لطیف اور قوی تر جسم میں زندہ رہنے کی خبر معصوم عقل کے لئے محال کا جواز اس لئے نہیں تسلیم کرتی کہ نقش اول معدوم سے ممکن اور موجود ہوچکا ہے۔ اور جس کارساز نے زندگی کو اس خاکی جامے میں قائم کیا ہے وہی (خلق جدید) نئی پیدائش میں قائم کرسکتا ہے۔

اسلامی عقائد کی زندگی توانائی اور فعالیت (کارکردگی) اسلامی نظام عبادت وعمل اور آئین سے دو بالا ہوتی رہتی ہے۔ عقیدۂ قیامت کی طاقت وہ عظیم طاقت ہے جو زندگی کے ہر گوشے میں انصاف قائم کرنے میں انسان کی باطنی دنیا پر گہرا اور تعمیری اثر ڈال سکتی ہے۔ اسی یقین کی طاقت ایمان وعمل کے تربیت یافتہ نیک انسانوں کو مصائب میں ثابت قدم اور صابر امن کا علمبردار دنیا بھر کے انسانوں کا خیر خواہ اور انصاف پسند ایثار کیش بنا چکی ہے اور اسی عقیدۂ قیامت کی طاقت مجرموں ظالموں بدکاروں شرابیوں اور فسادیوں کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھینچ کر لائی ہے جہاں وہ محشر میں رسوائی اور عذاب سے بچنے کے لئے اس دنیا کی سزا سے پاک ہوجانے کی غرض سے خود بخود حاضر ہو جاتے تھے اور جرائم کا اقرار کرتے تھے۔ حضور محمد رسول اللہ صلعم خود فرماتے کہ شاید تجھے شبہ ہوگیا ہوگا تو کہتے نہیں، حضور ہم سے یہ جرم سرزد ہوا ہے آپ ہمیں پاک کردیں۔ ایک شراب پینے والے کو بار بار سزا پانے کے لئے آتے رہنے پر صحابۂ کرام نے طعنہ دیا تو حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے کچھ نہ کہو اللہ کی قسم یہ اللہ ورسول سے بے حد محبت کرتا ہے۔

اصلی وطن انسانوں کا اصلی وطن آخرت کا جہاں ہے اور دنیا کی زندگی ایک سفر ہے اس ~~سفر کا~~ مقصد بس یہی ہے کہ اللہ رسول کی ہدایات کے مطابق عمل کرتے ہوئے زندگی کے تمام

کاموں میں پاکیزہ نیت اور نیک عمل کا زیادہ سے زیادہ سرمایہ ہمیشہ کے وطن کے لئے جمع کرلیا جائے۔

سورۂ کہف میں اللہ تعالے کا ارشاد ہے اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا الخ مال اور بیٹے جیتی زندگی تک کی آزمائش ہیں اور ہمیشہ رہنے والی نیکیاں تو وہ تیرے پالنے والے کے پاس ثواب اور امید کے لحاظ سے بہت ہی خوب ہیں۔

اس دنیا میں نعمتیں اور کامیابیاں نیک اور بد سب کو مل سکتی ہیں۔

كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ الخ سورۂ بنی اسرائیل ہر ایک کو ہم مدد دیتے ہیں۔ تیرے پالنے والے کے بخشائش میں سے اور تیرے پالنے والے کی بخشائش کسی پر بند نہیں ہے۔

جس نے ہر کام میں اپنی آخرت کی بھلائی کا دھیان رکھا۔

وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ الخ اور جس کسی نے اپنی آخرت کو دھیان میں رکھا اور اس کے لئے کوشش کی اور وہ اللہ و رسول و آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو ایسے تمام لوگوں کی کوشش کی قدر کی جائے گی۔

سورۂ حٰمٓ السجدہ میں ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا۔ بیشک جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اپنی کہی ہوئی بات (ایمان) کے تقاضوں پر قائم بھی رہے تو (موت کے وقت) فرشتے ان کے پاس آئیں گے (کہیں گے) نہ ڈرو نہ رنج کرو اور خوش ہو جاؤ جنت ملنے پر جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا ہے۔ ہم تمہارے رفیق تھے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اور تمھارے لئے اس جنت میں وہ سب کچھ موجود ہے جو تمھارا جی چاہے اور جو بھی تم مانگو وہ موجود ہے۔ یہ بڑے بخشنے والے اور بڑے مہربان کی مہمانی ہے۔

آخرت سے غفلت اور دنیا حاصل کرنے کی دُھن۔

سورۂ بنی اسرائیل میں ہے مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا "جو کوئی بس اسی دنیا کو چاہتا ہے تو ہم اس کو جلد عطا کر دیتے ہیں۔ جس کے لیے

جو چاہتے ہیں۔ پھر جہنم اس کا ٹھکانا بنادیں گے اس میں وہ ذلیل وخوار ہوکر داخل ہوگا۔"

اور سورۂ شعراء میں ہے صالح علیہ السلام نے کہا میرا کہا مانو میں تم سے اس پر کوئی اُجرت نہیں مانگتا میری اُجرت توبس سارے جہانوں کے پالنے والے پر ہے کیا تمھیں انہیں چیزوں میں بے فکری سے رہنے دیا جائے گا؟ اِن باغوں (پانی کے) چشموں اور کھیتوں اور خوب لدے ہوئے گچھے والی کھجوروں میں اور تم پہاڑوں کو کاٹ کر اتراتے ہوئے مکان بناتے ہو تو اللہ سے ڈرو اور اپنی حد سے گزر جانے والوں کا کہا نہ مانو جو ملک میں فساد کرتے رہتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔ (حضرت صالح کی اس نصیحت پر) وہ لوگ بولے تم پر توکسی نے جادو کیا ہے"

جب کسی فائدے میں دنیا اور آخرت کا سوال آئے تو آخرت کو ترجیح دو۔

جائز طریقے سے دنیا کے منافع حاصل کرنے پر اعتراض نہیں ہے مگر جب دنیا اور آخرت کا مقابلہ آپڑے تو دنیا کو ترجیح نہ دو۔ مطلب یہ ہے کہ اسلامی نقطۂ نگاہ سے اگر دنیا کا کوئی فائدہ حاصل کرنے میں آخرت کا نقصان ہورہا ہو مثلاً کسی کی دوستی میں اپنا نفع ہو مگر اس ذاتی نفع کے عوض میں اپنے ملک اور قوم کا نقصان ہو رہا ہو یا صریح اللہ ورسول کی نافرمانی جس کام میں ہے اسی میں اپنا فائدہ ہو تو ایسی صورتوں میں آخرت کی بھلائی کو ترجیح دی جائے۔ سورۂ نحل میں ہے۔ عَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللَّهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ الخ پس ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے اس لئے کہ انھوں نے دنیا کو آخرت کے مقابلے میں محبوب جانا۔ انسان کو اور خاص طور پر مسلمانوں کو غور کرنا چاہئے کہ اگر انھوں نے دولت کمائی اور اپنی دلچسپیوں میں اُڑادی یا اپنی مرضی سے جسے چاہا محروم کیا یا بخل کا طریقہ اختیار کیا یا جن لوگوں کا اللہ نے جو حق مقرر کیا ہے وہ نہیں دیا اور ظالم بنے یا ناجائز ذخیرہ اندوزی کا ارتکاب کیا، حرام طریقے سے مال حاصل کیا۔ یا حکومت مل جانے پر ماتحتوں کو پریشان کیا یا اپنی روزی حاصل کرنے

کے لیئے ایسا پیشہ اور ہنر اختیار کیا جس سے لوگوں کے کردار خراب ہو سکتے ہیں یا ایسے لوگوں سے دوستی اور منافع کا لین دین کیا جس سے ملک و ملت کو کسی نہ کسی طرح نقصان پہنچ سکتا ہو غرض ایسے طریقوں سے دنیا کا چند روزہ فائدہ تو ضرور مل جائے گا اور موت اگر ایسی حالت میں آگئی تو اس کمائی سے چند روزہ فیض تو نہ اٹھا سکے بلکہ اور عذاب مول لیا۔ کیونکہ پاکیزہ نیت اور عمل کے بجائے آخرت میں ہمیشہ کی زندگی کے لیئے وبال کا توشہ ساتھ لے چلے۔ انسانوں کا سب سے بڑا محسن اور سچا دوست وہی ہے جو ان کو خطرے میں گھر جانے سے پہلے ہی آگاہ کر دے۔

پس اللہ تعالیٰ نے ہر معاملے کی حقیقت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے تمام انسانوں کے سامنے رکھدی ہے تاکہ کوئی خراب انجام کے خوف سے، اور کوئی اچھی امید کے شوق میں اور خالص اللہ کو راضی کرنے کے لیئے اس کی محبت میں اس کے اور اس کے بندوں کے حقوق (مقررہ) ادا کرنا نہ بھول جائے۔

انسانی فکر اور اللہ کی حکمت

انسان اپنی عادت کے آگے مجبور ہو جاتا ہے وہ ہمیشہ اسطرح سوچتا ہے کہ جیسے وہ ہمیشہ اس دنیا میں رہے گا اور اس لیئے جتنا زیادہ سے زیادہ ہو سکے اور جس طرح ہو سکے حاصل کیا جائے اور ڈھیروں کے ڈھیر ذخیرہ کر لیئے جائیں۔ اللہ تعالیٰ سکھاتا ہے کہ اس دنیا کے بینک میں اگر جمع کرتے ہو تو آخرت کے بینک میں جمع کرنیکی زیادہ فکر کرو اس لیئے کہ وہاں تمھیں ہمیشہ رہنا ہے لہٰذا اس سفر سے اپنے اصلی وطن کے لیئے بہت سے نیک عمل لے جاؤ جمع رکھنے کے لالچ میں حقوق العباد میں کمی نہ کرو جو تمھارے پاس ہے وہ آخر فنا ہوگا اور جو اللہ کے پاس ہے وہ ہمیشہ باقی رہے گا۔ ماعندکم ینفد وماعند اللہ باق اور ارشاد ہے للذین احسنوا فی ھذہ الدنیا الخ جو لوگ اس دنیا میں نیک عمل کرتے ہیں ان کے لیئے بھلائی ہے اور آخرت کا گھر بہتر ہے اور پرہیزگاروں کا ٹھکانا تو بہت ہی خوب ہے۔

آخرت کی زندگی سے غفلت اعمال کو خراب کر دیتی ہے

سورہ ہود میں ہے۔

مَنْ کَانَ یُرِیْدُ الْحَیَاۃَ الدُّنْیَا الخ جو لوگ دنیا کی زندگی اور بس اسی کی زینت اور آرائش چاہتے ہیں ان کے کاموں کا بدلہ ہم ان کو اسی دنیا میں دیدیا کرتے ہیں اور اس میں ان کو نقصان نہیں ہوتا یہ وہ لوگ ہیں جن کو آخرت کی زندگی میں آگ کے سوا اور کچھ نصیب نہ ہوگا اور وہ جو کچھ دنیا میں کر چکے اور جو کر رہے ہیں وہ سب اکارت اور ضائع ہو جانے والا ہے۔

اور سورۂ یونس میں ہے اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَاءَنَا جو لوگ ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے اور صرف دنیا کی زندگی پر خوش ہو بیٹھے ہیں اور اسی پر مطمئن ہیں اور وہ لوگ جو (زمین اور آسمان میں پھیلی ہوئی اور خود ان کی جانوں میں ہے) ہماری نشانیوں سے غافل ہیں۔ ان کا ٹھکانا آگ ہے۔ ان اعمال کی وجہ سے جو وہ (آخرت کی جزا و سزا و حساب سے غافل ہو کر) کرتے رہتے تھے۔

اور سورۂ انفال میں ہے تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا الخ وہ آخرت کا جہاں ہم ان لوگوں کے لئے خاص کر دیں گے جو زمین پر سر اٹھانے اور فساد پھیلانے کا ارادہ نہیں رکھتے الخ۔ ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ آخرت کی زندگی اور جزا و سزا سے غافل ہو کر انسانوں کے اعمال تعمیری نہیں بلکہ تخریبی ہو جایا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ خبردار کر دیتا ہے کہ اللہ کی زمین پر ظلم و فساد کی کارستانی کرنے اور ان کی حمایت کرنے والوں کی ہمیشہ کی زندگی تباہ و برباد ہو جائے گی۔

اس لئے کہ یہ سب جاندار اور انسان اپنے خالق اپنے حقیقی مالک کے بندے ہیں اور بہت بڑے حاکم مطلق کے ازلی ابدی محکوم ہیں۔

لہٰذا سارے جہانوں کا پالنے والا جن کا خالق ہو اور کائنات پر حاکم مطلق کے جو محکوم ہوں ان کو کسی انسان کو حقیقی مالک اور حاکم اللہ کی مرضی کے خلاف تصرف کرنے کا حق نہیں پہنچتا اور اس دلیل سے تو کوئی انسان انکار نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ ہر شخص اپنے ملکیت خواہ ۴ گز زمین ہو اس میں کسی بسنے والے کو یہ حق ہرگز نہیں دے گا کہ اس کی ملکیت میں رہ کر اس کی مرضی کے خلاف کوئی تصرف کرے

اور اگر تصرف ناجائز کرے گا تو جوابدہ ہو گا اور آخرت میں مصیبت سے بھری ہوئی زندگی گزارے گا۔ یقیناً اس دنیا میں رہنے والے **تمام انسانوں کے حقوق کی حفاظت کا راز اسی یقین میں موجود ہے اور کہیں نہیں ہے**

(ا) کہ کسی ظالم کو موت نجات نہیں دے سکتی خواہ زندگی میں دنیا دی عدالتیں اسے بری کر دیں

(ب) عمل کی ہر بے عنوانی لکھی جا رہی ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ سب سے بڑا گواہ ہے۔

(ج) مرنے کے بعد ہی جزا اور سزا کے حالات طاری ہو جاتے ہیں (قیامت) انصاف کے دن ذرہ بھر نیکی کی جزا ضرور پوری پوری اور زیادہ سے زیادہ ملے گی اور ہر بدی کی سزا اتنی ہی مقرر ہے جتنی بدی کی گئی ہے زیادتی سزا میں نہ ہوگی۔

(د) کسی کے گناہ کوئی دوسرا اپنے سر نہیں لے گا۔ ہر گناہگار اپنے گناہ پر موردِ الزام ٹھہرے گا۔

(ہ) قیامت کے دن خود اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے لاتعداد گناہگاروں کو جہنم سے نکال لیں گے۔

(و) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبائر گناہ کرنے والوں کی بھی شفاعت کریں گے۔

(ز) اور اس شفاعت کی اور دوسری شفاعتوں کی امید سب کو رکھنی چاہیے۔ مگر یقین کوئی نہیں کر سکتا کہ ضرور اس کی شفاعت ہوگی۔ نہ اس خیال میں کوئی جان ہے کہ کوئی کسی کا پلہ پکڑ کر جنت میں پہنچ جائے گا۔

بس اللہ تعالیٰ کی رحمت سے صحیح عقیدے اور صالح عمل جو قرآن اور سنت کی رو سے صالح عمل ہوں وہ نجات کے ذریعہ بن سکتے ہیں۔ ان کو زندگی کے تمام کاموں میں عدل اور اعتدال پر قائم رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ خالقِ فطرت کی اس تدبیر سے بہتر اور کوئی تدبیر نہیں ہے کہ انسان کے صحیح عقیدوں کی طاقت میں ہی انسان کا صحیح علاج ہے عقیدہ عمل پر نگراں ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ مضبوط ہو اور عمل عقیدے کی کیفیت اور کمیت پر گواہ ہوتا ہے۔

انسانی حقوق کی حفاظت کیلئے اسلامی تدابیر

جس طرح عناصر اربعہ کی عادلانہ آمیزش نظام کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے۔ اسی طرح انسان کے انفرادی حیثیت باقی رکھنے اور اجتماعی نظام کو برقرار رکھنے کے لئے ایک ایسے مکمل نظام زندگی کی ضرورت ہے۔ جو انسان کے مادی اور معنوی جملہ حقوق کا محافظ ہو اور ہر زماں و مکان میں اس کی جملہ ضروریات کا کفیل ہو، جس کی آزادیاں اخلاقی پابندیوں سے محفوظ ہوں اور جس کی پابندیوں میں انسان کی تمدنی استعداد کو پنپنے اور اُبھرنے کی پوری آزادی ہو جس کی تعلیم و تربیت ہر فرد کو اس قابل بنا دے کہ وہ فطری تقاضے کے مطابق چند متعلقین پر مشتمل ایک چھوٹے سے جہان میں حقوق و فرائض کے صالح نقشے پر اپنی عملی جدوجہد سے حُسن کاری میں مصروف رہے اور یہ چھوٹا سا تمدنی دائرہ اپنے یقین اتحاد اخلاق برتاؤ، باہمی سلوک و ہمدردی اور تنظیم کا نمونہ ہو۔ یعنی ایک صالح نظام زندگی کی تعریف یہ ہے کہ اس میں ہر فرد کو اس کی تمدنی صلاحیتوں اور فطری تقاضوں کو جائز طریقے پر بروئے کار لانے کی آزادی ہو۔

یاد رہے کہ انسان کی اہمیت صرف اس قدر نہیں ہے کہ وہ مدنی الطبع ہے۔ یعنی تمدنی زندگی اس کی طبیعت کا تقاضا ہے۔ جسے کسی نہ کسی طرح پورا ہونا ہی ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ عناصر کی اس دنیا میں انسان مدنی الطبع ہونے کے ساتھ ساتھ خود بھی ایک دنیا ہے ایسی دنیا جسے مادی اعتبار سے ہوا، پانی سبزہ، حرارت برودت، لوہا، چاندی اور سونا یہ سب کچھ چاہیے اور معنوی اعتبار سے اس کو یقین و ارادہ اعلیٰ صفات، اختیارات اور ان پر تصرف کی مشروط آزادی یعنی اخلاق و قانون معاشرت بھی چاہیے انسانی دنیا کے ان دونوں مطالبوں میں سے کسی ایک کو برتر یا کمتر نہیں کہا جا سکتا۔ لہٰذا انسانی دنیا میں یہ بحث ہی قطعاً غیر آئینی ہے بلاشبہ اسلام ہی ایک ایسا نظام زندگی ہے جو انسانی حقوق کے تمام تقاضے پورے کر دیتا ہے اور ہر فرد کی تمدنی صلاحیتوں کی صحیح قیادت کرتا ہے وہ ایک ایسا معاشرہ وجود میں لانا چاہتا ہے

جس کے تمام افراد مادی اور معنوی اعتبار سے منظم و متحد ہوں اسلام انسانی حقوق کی حفاظت کے لئے جو تدبیر اختیار کرتا ہے وہ تدبیر سب سے پہلے انسانی دنیا کا رخ کرتی ہے۔ یعنی انسانی فطرت کو آواز دیتا ہے اس طرح یقین کے سائے میں ایسا معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ جس کا ہر فرد دنیا بھر کے تمام انسانوں کے حقوق کی حفاظت کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔

یہ بات سب کو معلوم ہے کہ کوئی شخص جب تک ایمان نہ لائے وہ جنت کا حقدار نہیں بن سکتا۔ لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس ایمان کی تفصیل یہ بیان فرماتے ہیں کہ ایمان اور حسد ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے اور کوئی شخص جس کے دل میں ذرہ برابر غرور ہو وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ جو شخص اپنے پڑوسی کو تنگ کرے یا خود کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا سو رہے وہ مومن نہیں ہے۔ کوئی شخص اس وقت تک صحیح معنوں میں مومن نہیں بن سکتا۔ جب تک اپنے بھائی کے لئے وہی نہ چاہے جو خود اپنے لئے چاہتا ہے اب ظاہر ہے کہ حسد و غرور، خود غرضی اور ایذا رسانی یہ وہ اخلاقی خرابیاں ہیں جو انسانی حقوق کی حفاظت کے بڑے سے بڑے خارجی انتظام کو ناکامیاب بنا دیتی ہے اب ہم اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے اس یقین و ایمان کے ضروری اجزاء بتائیں گے۔ جن پر اسلام نے انسانی حقوق کی حفاظت کی بنیاد رکھی ہے۔

(۱) کائنات میں سے کوئی بھی وجود خالق و مالک و حاکم رزاق اور تمامی قدرت والا غالب نہیں ہے صرف اللہ تعالیٰ ہی سب کا خالق مالک و رزاق اور قادر مطلق نہیں ہے۔

یقین کا یہ پہلو انسان کے جان مال آبرو عزت، رزق حکم عام پر سے تمام انسانی اختیارات کو یکسر ختم کر کے صرف الہٰی اختیارات اعلیٰ کا اعلان کر دیتا ہے اور ہر فرد انسان کو الہٰی حکم و عدل کا تابعدار بنا کر اس کے لئے کائنات کے زندگی بخش منافع سے فائدہ اٹھانے کا حق ثابت کر دیتا ہے اور جس طرح ایک فرد انسانی زندگی کے اس دنیا میں پھلنے پھولنے میں کوئی ایسی مداخلت نہیں کر سکتا جس سے کسی فرد کی جان و مال عزت و آبرو و ملکیت پر ناجائز دباؤ پڑ سکے اسی طرح کوئی انسانی گروہ بھی انسانوں یعنی اللہ کے بندوں کے لئے تنہا اپنی عقل و مرضی کے فیصلے سے کوئی ایسا دستور نہیں بنا سکتا جو حاکم و قادر مطلق اللہ تعالیٰ

کی مرضی کے خلاف ہو۔ بلکہ ہر انسان خود اپنی جان اور دوسرے فرد انسان کے ساتھ کوئی ایسا برتاؤ نہیں کر سکتا جو انسان کے مالک کے حکم کے خلاف ہو اور کوئی کسی جانور کی جان بھی نہیں لے سکتا جب تک کہ الٰہی قانون کے مطابق جائز قرار نہ پائے۔

(۲) اس دنیا میں عمل کے لئے چند روزہ زندگی ہے مرنے کے بعد پھر زندہ ہونا ہے اور مالک کے حضور میں حاضر ہو کر اس کے دنیا میں دئے ہوئے احکام کی پابندی کے بارے میں جواب دینا ہے۔ اور سب سے زیادہ سختی ان اعمال پر ہو گی جو انسانی حقوق کی ادائیگی یا عدم ادائیگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالٰی اپنا حق معاف کر دے لیکن انسانی حقوق کی معافی یا بدلہ اسی دنیا میں اگر نہیں لیا دیا تو آخرت میں انسانی حقوق غضب کرنے والوں کی نہ معافی ہو گی نہ بدلہ قبول کیا جائے گا۔ یہاں سوال خود بخود پیدا ہو جاتا ہے کہ اچھا عمل کیا ہے اور برا عمل کسے کہتے ہیں۔ اگر صحیح و غلط اور نیک و بد کا معیار انسانوں کے حوالے کر دیا جاتا ہے تو دنیا بھر میں سیکڑوں تعبیریں بن جائیں گی اور عقل محسوس کرتی ہے کہ ہر معاملے اور ہر مسئلے میں حق ایک ہی ہے۔ اس لئے انسانی زندگی کو الٰہی ہدایت پہنچانے اور نمونہ زندگی سب کے سامنے رکھدینے کا انتظام اللہ تعالٰی نے مکمل فرما دیا ہے۔ غرض رسالت کے عمل کے بغیر انسان روز حساب کیلئے تیاری نہیں کر سکتا۔

ہر انسان کے لئے رات دن دو دو فرشتے ہر وقت انسان کے اعمال لکھنے اور انھیں ریکارڈ کرنے کے لئے مقرر ہیں۔ قیامت کے دن ہر شخص اپنا اعمال نامہ دیکھکر اپنی کامیابی معلوم کر لے گا۔ اور بڑا دردناک عذاب ان لوگوں کے لئے بالکل تیار ہے جو خدا کی خدائی میں اس کی مخلوق کی جان و مال و عزت پر ڈاکہ ڈالتے ہوئے مر گئے۔

یہ یقین انسانی زندگی کے ہر پہلو کا احاطہ کر لیتا ہے اور اس کے اخلاق معاشرت و معاملات کے تمام دائروں پر چھا جاتا ہے اسی یقین کی طاقت اور برکت سے انسان کی معنوی زندگی یعنی اس کی باطنی دنیا ہر مقام اور ہر زمانے میں سدھر سکتی ہے دوسرے الفاظ میں یوں سمجھئے کہ اسلام انسانی حقوق کے لئے سب سے پہلے اس کے یقین کو صحیح راہ پر لگا دیتا ہے۔ اور یہ صحیح ایمان انسان کے اخلاق و ایمان کی صحیح قیادت کرتا ہے حدیث میں ثابت

ہے کہ یہ ایمان بڑھتا گھٹتا رہتا ہے ۔ یعنی اس یقین کی روشنی سے اخلاق واعمال جتنے درست ہوتے جائیں گے اسی قدر ایمان مستحکم در اسخ ہوتا جائے گا اگر یقین کے خلاف عمل ہوگا تو یقین کی قوت کم ہوتی جائے گی ۔

غرض یہ یقین اس طرح انسانی نسل[۱] کی حفاظت ۔ مساوات[۲] ۔ حصول منافع[۳] ۔ قانونِ معاشرت[۴] اور قانون[۵] انصاف پر اثر انداز ہوتا ہے اور معاشرہ میں پھیل جاتا ہے اور اس یقین کی کیفیت اور کمیت کا اُبھار دنکھار اور اس کی جانچ پڑتال کا میدان خاندانی نظام زندگی ہی اور معاشرے کا ہر ایک فرد اس وقت کامیاب فرد کہا جائے گا جبکہ وہ اپنے یقین کو معاشرہ میں عملی شکل دے اور روزمرّہ زندگی کو اپنی صالحیت کا مظہر بنا دے ۔

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام انسانی حقوق کی حفاظت کے انتظام کو سب سے پہلے انسان کی معنوی دنیا میں قائم کر دیتا ہے اس لئے اس نظام کی مضبوطی اور استحکام میں اور دنیا میں اس کے ہمیشہ باقی رہنے میں کوئی شک نہیں کیا جا سکتا ۔ کیونکہ انسان کی معنوی طاقت اس کی مادّی طاقت سے بہت ہی زیادہ بڑھی ہوئی اور موثر ہوتی ہے ۔

لہٰذا کسی نظام کی سب سے بڑی ناکامی یہ ہے کہ انسانی حقوق کی حفاظت کو محض خارجی نظام یا صرف بیرونی طاقت سے باندھ دے اور فرد اپنی تمدنی صلاحیتوں کو نمایاں کرنے کا میدان نہ پائے پھر وہ خارجی نظام اپنی ظاہری قوت وشوکت میں کتنا ہی مرعوب کرنے والا ہو پھر بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کی عمر کتنی ہے ۔ جبکہ چند انسانوں کے تصورات وہ کتنے ہی بلند ہوں عملی شکل اختیار کرنے اور ایک زمانہ گذرنے کے بعد افراد کی معنوی پستی و بلندی کا اثر قبول کر کے انقلاب کی زد میں آتے رہتے ہیں اور بہت کم ایسا ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی اصلی حالت پر عرصۂ دراز تک قائم رہیں اور اس لحاظ سے یہ اندیشہ قوی ہو جاتا ہے کہ انسانی حقوق کو زبردست نقصان پہنچے گا ۔ یعنی جبکہ افراد صرف خارجی نظام کے تحت مادّی منافع کے استحصال میں مشین کے ایک پرزے کی طرح کام کرتے رہیں گے اور خاندانی نظام سے محروم ہونے کی وجہ سے ایک فرد دوسرے کے ساتھ حقوق وفرائض اور اخلاقی قانون کی پابند زندگی گزارنے کا عادی نہیں رہے گا تو ایسی صورت

میں معاشرہ کی معنوی صلاحیتیں معطّل ہو جائیں گی اور افراد کی معنوی صلاحیتوں کا نقصان انسانی حقوق کا نقصان عظیم ہے۔ اور یاد رہے کہ انسانی دنیا میں افراد کے معنوی تعطل کا تاوان مادّی منافع سے ہرگز نہیں دیا جا سکتا۔ اس کے برعکس انسانی حقوق کی حفاظت کا اسلامی نظام اگر اپنے خارجی پہلو سے کتنا ہی کمزور ہو جائے تب بھی اس کے تربیت یافتہ افراد ضعف اور قوت کے تمام انقلابی احوال کا مقابلہ کرنے کے لئے مستعد رہیں گے۔ کیونکہ اسلامی نظام افراد کے دلوں میں یعنی انسانی دنیا میں حقوق انسانی کا احترام پیوست کر دیتا ہے۔ اور افراد کے روزمرّہ باہمی اخلاق و سلوک سے اور قانون معاشرت و قانون انصاف کی طاقت سے حقوق انسانی کے تقاضے منواتا رہتا ہے۔ اور مرنے کے بعد ہمیشہ کی زندگی کی راحت یا عذاب اس پر منحصر کر دیتا ہے۔ کہ ایک انسان نے دنیا کی زندگی میں اپنے عزیزوں اور اپنے پڑوس کی جان و مال پر ناجائز قبضہ نہیں کیا اور ایک انسان نے اپنی بلّی کو باندھ کر عذاب تو نہیں دیا۔ اس تعلیم و تربیت کا نتیجہ یہ ہے کہ تقریباً ڈیڑھ ہزار برس گزرنے کے بعد بھی آج امّتِ محمدؐ کے عوام میں بہت جان باقی ہے۔[1]

---

[1] اس مضمون کا انگریزی ترجمہ ۲۲ فروری ۱۹۵۲ء مسز روزولٹ کو گاندھی گارڈن میں مجلس تعمیر انسانیت کی طرف سے بطور تحفہ دیا گیا۔

عبادات

نماز

نماز کی تعریف

اسلام میں نماز اس عبادت کا نام ہے جسے مسلمان مساجد میں اور میدانوں میں یا مجبوراً اپنے گھروں میں پانچ وقت ٹھیک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر ادا کریں۔

نماز کی تاریخی حیثیت

پہلی بار غار حرار میں حضرت جبریل علیہ السلام جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو یہ خوشخبری سنائی

"اے محمدؐ تم کو یہ خوش خبری ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے رسول ہو۔"

دوسری بار حضرت جبریل علیہ السلام وحی لائے سورہ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ اس وحی کے بعد ہی روح الأمین (جبریل) رسولؐ کو دامنِ کوہ (حرار پہاڑ کے دامن میں) لائے ان کے سامنے خود وضو کیا اور محمدؐ نے بھی وضو کیا اور دونوں نے مل کر نماز پڑھی جبریل علیہ السلام نے پڑھائی۔

شروع بعثت کے زمانے میں پہاڑ کی گھاٹیوں میں مسلمان پڑھتے رہے۔ سب سے پہلے سورۂ مُزَّمِّل میں قیام اللیل کا حکم ہوا اور ہجرت سے کچھ پہلے معراج میں پانچ وقت کی نمازیں فرض ہوئیں۔

ہجرت کے بعد ۱۶ یا ۱۷ مہینے تک بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز ادا کی جاتی رہی ہے۔

محمد رسول اللہ صلعم کے عہد میں نماز ادا کرنے کا دستور

محمد صلعم کے دور میں نماز کا طریقہ یہ تھا کہ مسجد میں یا میدان میں آنحضرتؐ امام ہوتے اور ان کے پیچھے ملی ہوئی صفیں

لہ حضرت علامہ سید الأمیر علی ملیح آبادی نے تفسیر مواہب الرحمٰن مطبع نولکشور میں درج کیا ہے

بستی اور محلّے کے مردوں کی ہوتی تھیں مردوں کے پیچھے سات برس یا آٹھ برس کے بچوں کی اور ان کے پیچھے عورتوں کی صفیں پانچوں وقت کی نمازوں میں ہوتی تھیں۔ اور اس طرح اسلام کی عالمگیر دعوت کا نمونہ اور دنیا بھر کے انسانوں کے لئے فکر، نیت اور عمل کی وحدت و مرکزیت کا دلکش منظر دنیا نے دیکھ لیا۔

ذہنیت بدل گئی پھر کیا تھا سردار و تابعدار۔ دوست و دشمن۔ اپنے اور پرائے اونچ نیچ۔ کالے اور گورے۔ امیر اور غریب۔ شہری اور دیہاتی عورت اور مرد اور بچے یہ سب روزانہ پانچ وقت نماز میں ضرور مل جاتے تھے۔ اور اور ملنے کا مقصد نہ سیاسی سماجی اور ذاتی منافع ہوتے تھے۔ نہ اسی قسم کی کوئی اور مصلحت ہوا کرتی تھی۔ اسلامی طریقے پر جماعت کی نماز ہی ایک ایسا طریقہ ہے جو ہر محلے کے مسلمان مردوں، بچوں اور عورتوں کو خواہ وہ کسی پیشے اور کسی طبقے سے سے تعلق رکھتے ہوں آپس میں دوست ہوں یا دشمن ہوں صبح سے لے کر شام تک سب کو پانچ وقت ایک جگہ جمع کر دیتا ہے۔ اس نماز کا اسلامی طریقہ انسان اور انسان کے درمیان فرق مراتب کے باوجود باہمی دوری اور کھچاؤ کو مٹا کر رکھ دیتا ہے اس لئے کہ اسلام عزت اور شرافت کو کسی ذات پات رنگ و نسل اور گروہ و طبقے کے لئے خاص نہیں کر دیتا اور چاندی سونے اور لکڑی کی کرسی سے نہیں باندھ دیتا بلکہ جو کچھ بھی اللہ تعالےٰ کے مقرر کردہ اصول اور احکام کی پابند زندگی گزار رہا ہو۔ وہی شریف ہے اور وہی عزت دار ہے۔

لہٰذا عہد نبوی میں آزاد کردہ غلام اور عرب کے ایسے ایسے بہادر اور سردار کہ اس وقت کی دنیا ان کا لوہا مانتی تھی۔ مگر اسلام لانے کے بعد سیاہ و سفید آزاد کردہ غلام اور سردار برابر برابر روزانہ پانچ مرتبہ کھڑے ہوتے تھے۔ اس مقدس عمل سے ذہنیت بدلنے لگی۔ صحیح بخاری میں ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کسی نے آزاد کردہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے جواب دیا **اَبُوبَکَر سَیِّدُ نَاوَ اَعْتَقَ سَیِّدَ نَا** ۔ ہمارے سردار ابوبکر نے ہمارے سردار بلال کو آزاد کرایا۔

اب غور کرنے کا مقام ہے کہ اقوام کی ذہنیت کہیں اتنی کم مدت میں بدلی جا سکتی ہے؟! پھر کیا بات کہ نسلی اور طبقاتی اور وطنی فرق اتنی جلدی دور ہو گیا۔

ایک غزوے کے موقع پر حضور محمد رسول اللہ صلعم نے ایک نوجوان کو یہ نعرہ لگاتے سنا خُذْهَا وَاَنَا الْغُلَامُ الْفَارِسِیُّ "میں فارس کا نوجوان ہوں" اسی وقت رسالتمآب نے ٹوک دیا هَلَّا قُلْتَ وَاَنَا الْغُلَامُ الْاَنْصَارِیُّ "تو نے یہ کیوں نہیں کہا کہ میں (اللہ کے دین کا) انصاری[له] نوجوان ہوں۔ اس ارشاد سے پتا چلا کہ ذہنیت کی تربیت از حد از حد ضروری ہے اور محمد رسول اللہ صلعم صحابہ کرام کو ہر ساعت اور ہر مقام پر ان کے قلب و دماغ کے دروازے کھول دینے والی تربیت دیتے رہے مگر یہ بات اپنی جگہ اٹل ہے کہ روزانہ پانچ وقت تمام مرد و عورتوں اور ۸ سال کے بچوں کی ذہنی اور علمی تربیت اور تزکیے کا سب سے بڑا مقام جماعت کی نمازیں تھیں جماعت کی نماز میں ملی ہوئی صفیں زمین پر چلنے والے انسانوں کو نورانی اور ہر گناہ و خطا سے محفوظ اور معصوم ملائکہ سے مشابہ کر دیتی ہیں اور اس کا فلسفہ یہی ہے کہ:۔

(۱) ہر ملک ہر نسل، ہر رنگ اور ہر طبقے کے دنیا بھر میں رہنے والے مسلمان باجماعت نماز ادا کرتے ہوئے مسلسل یہ تربیت حاصل کرتے ہیں کہ ہر مسلمان اپنی فکر اور نیت کو اللہ ہی کی طرف متوجہ رکھے۔

(۲) وہ نمازیں اور اس کے بعد اپنے تمام کاموں میں شروع سے آخر تک یہ یاد رکھے کہ اس کا قول اور عمل اس کی نیت اور اس کی حرکات و سکنات قادر مطلق حاکم حقیقی اللہ حاضر و ناظر سمیع و بصیر کے سامنے ہیں۔

(۳) ان میں کا جو شخص امام بن کر سب کے آگے کھڑا ہے وہ اللہ تعالیٰ حاضر و ناظر کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے قیام کی حالت اور رکوع و سجود میں رہتا ہے اور جو لوگ مقتدی ہیں وہ بھی اپنی زبان و عمل سے اسی سچائی کی تصدیق کرتے ہوئے اللہ و رسول کے احکام کی اطاعت منظم ہو کر کر رہے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ کوئی افسر ہو

له حامی مددگار۔

یا ماتحت امام ہو یا مقتدی ، مرد ہو یا عورت حاکم ہو یا رعایا آقا ہو یا خادم سب کی نیت اور ذہنیت اور عمل ہر حال اور ہر مقام پر اپنے زندگی بخشنے والے حاضر و ناظر کائنات کے حقیقی وارث اور حاکم مطلق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمدؐ کی اطاعت کے عہد و میثاق کو روزانہ پانچ وقت اپنے قول و عمل سے دُھراتے رہیں اب کیا یہ ممکن ہے کہ آپ موجود ہوں اور کاغذ پر آپ کے ہاتھ کے بنائے ہوئے نقش و نگار کو آپ کی مرضی کے بغیر آپ کے حکم امتناعی نافذ ہو جانے کے بعد کوئی بگاڑ دے یا پھاڑ ڈالے ؟! اسی طرح اللہ کو نماز میں حاضر و ناظر جاننے والے اللہ کی مخلوق کو ایذا نہیں دے سکتے اور نسلی قومی اور وطنی اور طبقاتی جاہلانہ تعصب کی جڑیں تباہ کرنے کا کامیاب طریقہ نماز ہے سارے جہانوں کے پالنے والے کے نام اور اس کے حکم سے سارے جہان کے انسانوں کے ناحق بہائے جانے والے خون کو بند کر دینے کی طاقت اسی عقیدہ و عمل میں ہے اور اسی دستور و تنظیم میں ہے جو مردوں اور عورتوں اور بچوں کو محلہ داری ضبط و نظم کا پابند بنا کر انھیں عالمی تنظیم کا منصوبہ کامیاب بنانے پر آمادہ کر سکتی ہے

نماز کے اجتماعی اور عالمی مقاصد

انسانوں اور خاص کر مسلمانوں کے لئے انفرادی ۔ اجتماعی اور عالمی وحدت فکر و کردار اور مرکزیت کی تربیت کے دور رس مقاصد حاصل ہونے کا ایک ہی ذریعہ ہے ۔ اور وہ جماعت کی نماز ہے ۔

نماز نے مختلف قوموں کو ایک قوم بنا دیا ہے نماز اجنبیوں کو بھائی بھائی بنا سکتی ہے دشمنوں کو دوست اور غیر دل کو اپنا بنا سکتی ہے حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف عرب کے باشندوں کو بلکہ بلاقید زمان و مکان تمام دنیا کے انسانوں کو ایک اسلامی برادری بن جانے کی دعوت دی ہے قرآن کریم کا ارشاد ہے ۔

ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا — اے انسانوں ! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں

الذی لہ ملک السموات والارض — جس کے لئے تمام آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے

اور سورۂ فرقان میں ہے :-

سبحان الذی نزل الفرقان علیٰ عبدہٖ لیکون للعالمین نذیرا پاک ہے وہ ذات جس نے حق و باطل میں فرق کرنے والا (قران) اپنے بندے محمد پر اتارا تاکہ وہ سارے جہانوں کے لئے اللہ کی نافرمانی کے برے انجام سے ڈرانے والا ہو جائے۔

یہ اور اسی طرح کئی آیات سے ظاہر ہے کہ اسلام درحقیقت ساری انسانی آبادی کا دین ہے اور کسی کو کسی پر کوئی فضیلت اور بڑائی نہیں بلکہ فضیلت تو صرف ان لوگوں کو ہے جو تقویٰ والی زندگی گزارتے ہیں اسلام کا رشتہ تمام انسانوں کے آپس میں اخوت و رحمت کا عالمی اور مستحکم رشتہ ہے۔ سیاست اور وطنیت کی حدبندیاں اس رشتے کو ٹھیس نہیں پہنچا سکتیں اگر اس رشتے کی اساس دل کی گہرائیوں میں جمی ہوئی ہے

دنیا بھر کے انسان کس طرح ایک مرکز پر جمع ہو سکتے ہیں

یہاں ایک لمحۂ فکریہ ہے کہ کس طرح اور کس تدبیر سے یہ ممکن ہے کہ مشرق و مغرب کے اتنے بڑے فرق کے ساتھ دور رہنے والے اور شمال و جنوب میں بسنے والے ایک دل ایک زبان اور آپس میں ہم خیال ہو جائیں وہ آپس میں ملیں یا دور رہیں مگر نسل و رنگ اور قومیت کی مادی بنیادوں پر طبقاتی فرق ان کے دلوں سے نکل جائے اور وہ آپس میں واقعی برابر کے ہم مرتبہ بھائی بھائی کیطرح مل بیٹھیں اور ایک دوسرے کی تکلیف سے بے آرام ہو جائیں پھر ایسا نہیں کہ اپنی قومی شہنشاہی کی لاج آپس میں اس شدید محبت اور عصبیت کا سبب بنی ہو کہ یہ سایہ ہمیشہ باقی نہیں رہتا اور نہ تجارتی مقاصد اس درجہ دو اجنبیوں کو ملا دیا ہو کہ بالکل بھائی بھائی کی طرح اسوقت تک رہیں جب تک ایک دوسرے سے نفع کی امید رکھتے ہیں نہ چند روزہ سیاسی مطلب براری نے اتنا گہرا ارتباط پیدا کیا ہو کہ مطلب حاصل نہ ہونے کی صورت میں تعلق منقطع ہو جائے تو تماشائیوں کا حشر بپا ہو جائے بلکہ اسلام کے نام پر محبت اور نامعلوم حد تک گہرائی اور لامحدود پھیلاؤ رکھتی ہے وہ ہمیشہ تک رہتی ہے اور اس کا فیض منقطع نہیں ہوتا کیونکہ ایک مسلمان اپنی نماز میں دعا کرتا ہے ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا

بالایمان۔ اے ہمارے رب ہماری خطاؤں کو معاف فرما اور ہمارے ان بھائیوں کی خطاؤں سے درگزر فرما انھیں خوش حال رکھ جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور مسلمان دعا مانگتا ہے۔ اے اللہ ہمارے زندہ مسلمان بھائیوں پر رحمت و مغفرت کے دروازے کھولدے اور جو گزر چکے ہیں انھیں بھی بامراد فرما جو ہم میں موجود ہیں اور جو ہم سے دور ہیں سب پر اپنا رحم وکرم فرما۔ اللہ کا ارشاد ہے کہ اے محمد ان لوگوں کے دلوں کو "تم نے نہیں بلکہ اللہ نے ملادیا ہے اور الفت بھی قائم کردی ہے" اور نمازوں میں برابر برابر مل کر کھڑے ہونا متحد اور ایک دوسرے سے مانوس ہونے کا بڑا سبب ہے۔ ایک بار پھر جب یہ سوال ہوتا ہے کہ آخر سارے جہانوں کے خیرخواہ اور ایسے منظم لوگ کس طرح وجود میں آئے اور کیسے آسکتے ہیں تو سورہ روم میں ہے واقیموا الصلوٰۃ ولا تکونوا من المشرکین من الذین فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَکَانُوْا شِیَعًا الخ (اے مسلمانو! تم نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے نہ بن جاؤ جنھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا (اور آپس میں پھوٹ پڑگئی) اور پارٹی پارٹی بنگئے

اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کی حکومت کی پہچان یہی بتائی ہے کہ وہ اللہ و محمد رسول کے بتائے ہوئے طریقوں پر متفق و متحد ہوکر نمازیں قائم کرتے رہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے رہیں۔ اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ۔ وہ لوگ کہ اگر ہم ان کو زمین پر متمکن کردیں تو وہ نمازیں قائم کرتے رہیں۔ اور زکوٰۃ ادا کرتے رہیں اور اچھی باتوں کا حکم دیتے رہیں اور بری باتوں سے منع کرتے رہیں۔

ان دونوں آیتوں سے ظاہر ہے کہ انسانوں کو انسانوں کا سچا ہمدرد اور مخلص اور آپس میں سب کو ملائے رکھنے اور پارٹی بندی سے محفوظ رکھنے کا ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ جماعت کی نماز کا قیام ہے۔ لہٰذا جب تک مسلمان اجتماعی طور پر باہمی وحدت اور مقصد میں اخلاص اور مرکزیت کا ثبوت دیتے رہیں گے تو اس وقت تک اللہ تعالےٰ ان کی مدد اور حمایت کے لئے ان کے ساتھ ساتھ رہے گا پھر جب یہ اسلامی طریقہ چھوڑ دیں گے تو آپس میں اور مذہبی اور دوسری بنیادوں پر تفریق پیدا ہوجائے گی اور

اللہ کی مدد ساتھ چھوڑ دے گی۔ وقال اللہ انی معکم لئن اقمتم الصلوٰۃ وآتیتم الزکوٰۃ
اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک میں تمھارے ساتھ ہوں اگر تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو
نہ صرف سلمان بلکہ دنیا کی ہر قوم کو یہ حقیقت معلوم رہی ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ پانچ وقت کی نمازوں میں روم کے صہیب رضی اللہ عنہ فارس کے سلمان رضی اللہ عنہ
جن کے بارے میں محمد رسول اللہ صلعم نے فرمایا سلمانُ منا اھل البیت سلمان سلمان ہم
اہل بیت میں سے ہیں اور سوڈان کے میدعم رضی اللہ عنہ یہود بنی اسرائیل کے سردار اور عالم
عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نصاریٰ کے بڑے عالم اور راہب حضرت ابوقیس صرمۃ بن
ابی انس رضی اللہ عنہ حبش کے بلالؓ رضی اللہ عنہ خراسان کے، فیروز رضی اللہ عنہ نجد کے
ثمامہ رضی اللہ عنہ اور یمن کے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ یہ سب اسلام قبول کرنے کے
بعد پانچ وقت نماز کی صفوں میں شانے سے شانے ملائے سب سب کے ساتھ جماعت
سے نمازیں ادا کرتے تھے۔ آج بھی رنگ ونسل کا امتیاز اسی طرح مٹ سکتا ہے ذات
پات کے جھگڑے اسی طرح طے ہو سکتے ہیں باہمی رنجش اور اختلاف اسی طرح دور ہو سکتے
ہیں، اسلام نے ہر محلے کے مسلمان مردوں اور عورتوں کو اور سال کے نابالغ بچوں کو ہر ایک
محلے کی مسجد میں جمع کیا ہر چار محلے کے مسلمانوں کو جمعے کے دن جامع مسجد میں جمع کیا عیدین
کا مسنون طریقہ یہی ہے کہ عید الفطر اور عید الضحیٰ کی نمازیں شہر سے ذرا دور دیہات سے
ذرا قریب ادا کی جائیں تاکہ کم سے کم سال میں دو مرتبہ ہر ملک اور ہر شہر کے لوگ اپنے
دیہاتی بھائیوں کے ساتھ دنیا کے تمام معاملات سے بلند رہ کر خالص اسلامی اخوت ومحبت
کے اظہار کے لئے مل لیا کریں اور تمام دنیا کے انسانوں کو کعبہ کے آس پاس جمع ہونے کیلئے
دہر سال حج میں موقع دیا تاکہ دنیا بھر کے مسلمان سال میں ایک مرتبہ اگر استطاعت ہو تو وحدت
فکر ومرکزیت واخلاص کے اظہار کے لئے جمع ہو جایا کریں۔

عام اجتماع اور مرکزیت

یہ ایک جانی بوجھی بات ہے کہ زیادہ سے زیادہ ملتے رہنے سے آپس کی دوری اور اجنبیت کم ہوتی رہتی ہے

۱؎ جن کے بارے میں قریش کے سردار عمر فاروقؓ نے فرمایا ہمارے سردار بلالؓ کو ہمارے سردار ابوبکرؓ نے آزاد کرایا۔

اختلاف اور بدگمانیوں کو ابھرنے کا موقع نہیں ملتا ہے۔ دلوں میں وسعت اور مزاج میں شگفتگی پیدا ہوتی ہے۔ تنگ نظری تنگ دلی، حسد اور باہمی رنجشیں ختم ہو جاتی ہیں۔ ایک دوسرے کے مزاج اخلاق عادات اور صلاحیتوں سے واقف ہوتے ہیں اور اس کا ایک عام فائدہ یہ ہوگا کہ انتخابات کے وقت ہر حلقے کے لوگ منتخب ہونے والے اپنے محلوں کے افراد سے خوب اچھی طرح واقف ہوں گے اور اس طرح انتخابات درست ہونے میں اس نظام سے بڑی مدد ملے گی۔ اس طرح یہ بھی واقعہ ہے کہ باہمی میل ملاپ کیلئے پکنک ڈنر لنچ یا تعلیمی اور تجارتی اور دوسرے خوشی کے مواقع ملتے رہتے ہیں مگر ظاہر ہے کہ مادی معیار کی بنیادوں پر ہر طبقہ کے لوگ اپنے جیسے لوگوں سے راہ و رسم رکھتے ہیں اور وہ جو جاہل اور غریب بنا دئے گئے وہ عام میل ملاپ سے محروم رہتے ہیں۔ مگر جماعت کی نماز ہی وہ عظیم مرکزیت وجود میں لانے کی تنہا تدبیر ہے جس میں کسی قسم کی مادی اغراض اور اس جہان میں ذاتی معاملات کی کشیدگی سے بلند رہ کر محض اللہ رحمٰن و رحیم کی یاد منانے کے لئے ادا کی جاتی ہے اور مرنے کے بعد ہمیشہ کی زندگی کو خوش حال بنانے کی آرزو دھرانے کے لئے اور دونوں جہان میں اللہ کی رحمت اور مدد مانگنے اور اپنے گناہوں کے شر سے بھاگ کر اللہ کی پناہ چاہنے کی نماز میں اور اس کے بعد دعا مانگنے کے لئے سب جمع ہوتے ہیں۔ اس لئے غریب و امیر عالم و جاہل، حاکم و محکوم سب کے سب ایک ہی دھن اور ایک بلند اور بڑے حقیقی مطلب کے لئے آگے کی صفوں میں یا پیچھے جہاں جگہ مل جائے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کوئی شک نہیں کہ جو لوگ علم و تقویٰ والی زندگی گزارتے ہیں وہ امام سے قریب کی صفوں میں کھڑے ہونے کے حقدار ہیں مگر اسلام یہ حکم نہیں دیتا کہ اگر کوئی گناہ گار آگے کی صف میں پہلے آ گیا ہو تو اسے ہاتھ پکڑ کر ہٹا دیا جائے اور بلا شبہ امامت کا حق تو اسی کو حاصل ہے اور امام ایسے شخص کو بنایا جائے جسے قرآن زیادہ سے زیادہ یاد ہو اور مسائل کا عالم ہو مگر اسلام نے اجازت دی ہے حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ صَلُّوا خَلْفَ كُلِّ بَرٍّ وَفَاجِرٍ ہر نکوکار اور بد اطوار مسلمان کے

پیچھے نماز ادا کرو اگر اس کی نماز نہ بھی ہو تب بھی تمہاری نماز تو ادا ہو جائے گی۔ پھر غور کا مقام ہے کہ اس ارشاد میں کتنی اعلیٰ تہذیب اور اقراری گناہ گاروں کے لئے نیک بن جانے کے لئے کتنی کشش اور جاذبیت موجود ہے بلکہ یہ حکمت ہر گناہ گار کو اور کون ہے جو گناہ گار نہیں ہے؟! اپنی اصلاح پر آمادہ کر سکتی ہے۔ تاہم عالم باعمل افراد امامت کے لائق ہیں۔

روزانہ پانچ نمازوں کے وقت اور نام مقرر ہیں

سورۂ نور سورۂ اسراء سورۂ قٓ اور سورۂ روم میں روزانہ پانچ نمازوں کے وقت مقرر ہیں اور مغرب کی نماز کے نام کی تصریح "وحِیْنَ تُمْسُوْن" سے یعنی غروب آفتاب کے بعد ہی سر شام کا وقت مغرب ہی مراد لیا گیا[۱] ہے فرض نمازیں دو رکعت تین رکعتیں اور چار رکعتوں سے زیادہ نہیں ہیں۔ اور موکدہ سنتیں سخت مصروفیت کی صورت میں بھی فرض نمازوں کے ساتھ ضرور ادا کر لی جائیں اور اور پرہیز گار لوگ نفل نمازیں وقت ملتے ہی ادا کر لیا کرتے ہیں۔

جس وقت دل نہ چاہے اسوقت نماز ضرور پڑھو

ایک شخص نے حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا حال بیان کرتے ہوئے عرض کیا کہ مجھے نماز کے اوقات میں سستی اور بے دلی گھیر لیتی ہے تو حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرض کا بہترین علاج تجویز کرتے ہوئے فرمایا جب دل نہ چاہے اس وقت نماز ادا کرو یعنی نفس کی اصلاح اور اپنے عہد و میثاق کی خلاف ورزی کے مرض میں مبتلا ہونیوالوں کے لئے اس سے بہتر اور کوئی تدبیر نہیں ہے کہ وہ اس طرح اللہ تعالےٰ اور اللہ کی مخلوق کے حق ادا کرنے کے لئے عادی بن سکتے ہیں کہ سب سے پہلے اپنے نفس سے جنگ کریں جبکہ وہ اللہ کے حکم سے منہ موڑنے پر اکسا رہا ہو اس نفسیاتی مرض کی دوا اس سے بہتر اور کیا ہو سکتی ہے۔ ؟ اور کہاں مل سکتی ہے؟

حضور قلب ایک شخص نے حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا

---

[۱] سید سلیمان ندوی رحمہ

رسول اللہ میں نے حج کیا۔ مگر کس طرح معلوم ہو کہ میرا حج قبول ہوا یا نہیں آپ نے ارشاد فرمایا اگر تمہارا دل پہلے سے زیادہ نیکیوں اور سچائیوں کی طرف رغبت کرنے لگا ہے تو سمجھ لو کہ حج قبول ہو گیا۔ یہ اور ایسی تدابیر ہیں جن کے ذریعے اسلام نے ہر فرد پر اپنے نفس کی حرکات و رجحانات کا جائزہ لیتے رہنے اس سے محاسبہ کرتے رہنے کا فرض عائد کیا ہے یہاں تک کہ انسان کا باطن اتنا سدھر جائے کہ گناہ اور جرم پر قرار نہ پائے اور حق و انصاف کا عادی ہو جائے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا کامیاب ہوا وہ جس نے اپنے نفس کو پاک کیا نیکیوں پر پروان چڑھایا یعنی انسان کی صحیح معنوں میں کامیابی یہی ہے کہ وہ اپنے نفس کو اللہ و رسول کی فرمانبرداری سے سنوارے کیونکہ ہر فرد کے نفس کے سدھر جانے سے اس کے اعمال و اخلاق بڑی حد تک سدھر جائیں گے۔ اس کا اثر معاشرہ میں امن و انصاف اور حق پرستی قائم کرنے میں ظاہر ہو گا یعنی زندگی و عمل کے تمام دائروں میں اسی طرح صحیح اور ٹھوس اصول پر ترقی اور کامیابیوں کے قدم بڑھائے جا سکیں گے جبکہ افراد معاشرہ ظاہر کی طرح اپنے باطنی رجحانات اپنے افکار و تصورات میں بھی سدھرے ہوئے ہوں اور ہر دل اللہ کے انصاف کی ترازو ہو۔ نماز میں حضور قلب اگر نہیں ہے تو نماز کا مقصد حاصل نہیں ہوا۔

حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اللہ تمہاری طرف دیکھ رہا ہے

اُعْبُدِ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ (اس طرح اللہ کی عبادت کرو جیسے واقعی تم اسے دیکھ رہے ہو (یعنی تمہارا پورا دھیان اللہ ہی کی طرف رہے) اور اگر اس درجہ محویت نہ ہو سکے تو یہ سمجھ لو کہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے) سورہ مومنون میں ہے قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ۔ کامیاب ہوئے وہ ایمان والے جو اپنی نماز خشوع و خضوع سے ادا کرتے ہیں (دلی جھکاؤ جس کا اثر ظاہری اعضا پر ادب و سکون کی صورت میں ظاہر ہو)

حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جماعت کے ساتھ فرض رکعتیں اس طرح ادا

کرتے تھے کہ نماز پڑھنے والے تمام مرد اور عورتیں کمزور و بوڑھے سب ہی آسانی سے ادا کرلیں زیادہ طویل نہیں ہوتی تھی کہ کمزوروں کو دشوار معلوم ہو نہ اتنی مختصر کہ سجدہ و قیام و قعدہ میں حضور قلب اور سکون میں خلل پڑے اور جب خود نوافل ادا کرتے تھے تو ان نمازوں میں خشوع و خضوع کے ساتھ سجدوں میں دیر تک رکوع میں اور قیام میں دیر تک رہتے تھے یہاں تک کہ پیر ورم کر آتے تھے۔ صحابۂ کرام بھی آپ کے نقش قدم پر تھے۔ ایک صحابی اپنے باغ میں فجر کی نماز ادا کر رہے تھے پھولوں پھلوں کی طرف نگاہ اٹھی تو حضور قلب میں خلل پڑا۔ سلام پھیرتے ہی امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس باغ کو یہ کہہ کر مسلمانوں کے بیت المال کے حوالے کر دیا کہ اس باغ نے نماز کی حالت میں مجھے فتنہ میں مبتلا کر دیا تھا۔ حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آخری حج ادا فرمایا اسوقت آپ کے ساتھ ایک لاکھ اور تقریباً ۱۴ ہزار صحابہ تھے جو ایک سے بڑھ کر ایک اللہ و رسول کی طاعت اور عبادت میں مصروف رہنے والے تھے جانی اور مالی قربانیوں میں پیش قدمی کرنے والے بڑے جفاکش اور احساس فرض میں مستعد تھے۔ انھیں لوگوں کی برکت اور محنت سے دنیا بھر میں اسلام پھیلا اور اللہ کا نام بلند ہوا اور آج بھی۔ اسلامی رشتے سے بڑھ اور کسی تعلق کو قرار و ثبات میسر نہیں اور کسی معاہدے کا اعتبار نہیں ہے۔ جامع ترمذی میں ہے کہ حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح کی نماز صرف تین مرتبہ با جماعت ادا فرمائی ہے۔ رمضان کی تیئیسویں ۲۳ پچیسویں ۲۵ اور ستائیسویں شب کو۔

صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلعم رمضان اور رمضان کے علاوہ (عشا کی نماز کے بعد) شب میں گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ پہلی چار رکعتیں۔ (دو دو رکعتیں) پڑھتے تو ان کی لمبائی اور ان کی خوبی کا کیا کہنا۔ پھر چار رکعتیں ادا کرتے تو ان کی خوبی اور لمبائی کا کیا کہنا پھر تین رکعت وتر ادا کرتے تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں (دو دو رکعت کو) آٹھ رکعتیں تراویح اور تین رکعت وتر پڑھائے (ابن حبان)

مؤطا امام مالک میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت اُبیؓ بن کعب اور حضرت تمیم الداری کو حکم دیا کہ لوگوں کو رمضان میں گیارہ رکعتیں تراویح پڑھایا کریں (جماعت کے ساتھ ۸ رکعتیں اور تین وتر اور یہ اوپر لکھا جا چکا ہے کہ حضور اقدس علیہ السلام ان گیارہ رکعتوں کو پورے خضوع و خشوع اور طمانیت و سکون سے بہایت خوبی کے ساتھ ادا فرماتے تھے [1]

نماز اور حقوق انسانی

اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے لئے اور اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے نماز ادا کی جاتی ہے۔

مگر اللہ کی رضا اسے ہرگز نہیں حاصل ہو سکتی جو ایک طرف تو اللہ کی رضا جوئی کے لئے نمازیں پڑھتا رہے اور دوسری طرف اللہ کی مخلوق اور اس کے بندوں کے حقوق کی حرمت توڑتا رہے ایک طویل حدیث کا خلاصہ یہ ہے حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام سے فرمایا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ انھوں نے عرض کیا اللہ و رسول زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن آئے گا اس نے نمازیں بھی پڑھی ہوں گی روزے بھی رکھے ہوں گے حج بھی اور زکوٰۃ بھی ادا کی ہوگی۔ مگر اس نے خون بہایا ہوگا اس کا مال ہضم کیا اس کو گالی دی اس کا نقصان کیا۔ (اللہ کے بندوں کے ساتھ اس برتاؤ کی وجہ سے) اس کی تمام عبادتیں اور نیکیاں ان لوگوں کو دیدی جائیں گی پھر اگر حق ادا نہ ہوئے تو مظلوموں کے گناہ اس پر لاد دیے جائیں گے اور یہ (نمازی اور روزہ دار) حشر کے میدان میں مفلس ہو جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا صلوٰۃ لمن لا یأمن جارہ بوائقہ اسکی نماز نماز نہیں ہے جس کے شر سے اس کے پڑوسی محفوظ نہ ہوں۔ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا جس کی نماز اسکو بے حیائی کے کاموں سے اور اللہ کے منع کیے ہوئے کاموں سے نہ روک دے اس کی نماز نماز نہیں ہے۔ ماں باپ جس سے ناراض ہوں اس کی نماز نماز نہیں ہے اور صرف یہی نہیں کہ اللہ کے بندوں یعنی مسلمان مرد و عورتوں کے وہ حقوق جو اللہ نے مقرر کر دیئے ہیں ان کے ادا نہ کرنے سے نماز قبول نہیں ہوتی بلکہ یہ

---

[1] میں صرف اتنا چاہتی ہوں کہ محمد رسول اللہ صلعم سے بطریق روایت جو صحیح خبریں ہیں وہ بھی سامنے آجائیں۔

بھی یقین رہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ ناحق بدسلوکی بھی ایمانی کمزوری میں شامل ہے اور گناہ ہے اور اپنے مسلم معاشرے کے تمام افراد مرد ہوں یا بچے یا عورتیں ان کے حقوق اور حرمت نگاہ نہ رکھنے والے اسلامی برادری سے خارج ہو جانے والوں کے برابر ہیں۔

حضور محمد رسول اللہ صلعم نے فرمایا جو ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں جو ہم پر (ناحق) ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے بڑوں کا ادب نہ کرے اور ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا جو کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی خوبی اور بہتری نہ چاہے وہ (اچھا) ایماندار نہیں ہو سکتا۔ یعنی اس کا ایمان کمزور ہے اور خوبی اور بہتری اسلامی زبان میں وہی ہے جسے اللہ ورسول نے خوبی وبہتری قرار دیا ہے۔

حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات سے پہلے اُمّت کو یہ وصیت فرمائی ہے الصلٰوۃ وما ملکت ایمانکم اے مسلمانو! نماز اور اپنے ماتحتوں کے حقوق کی حفاظت کرنا۔

اور یہ حقیقت ہے کہ اس تعلیم سے انسان کی باطنی طاقت جب صحیح راہ پر لگ جائے گی تو اس کی مادّی طاقتیں اللہ کی مسلم اور غیر مسلم تمام مخلوق کی بھلائی۔ خیر خواہی اور نفع رسانی میں مصروف ہو جائے گی اور جب انسانوں کی باطنی دنیا میں للّٰہیت یعنی اللہ ورسول کی تعلیم کے خلاف فساد برپا ہو جاتا ہے۔ تو اس کی تمام مادّی طاقتیں اللہ کی زمین پر اللہ کی مخلوق میں فساد اور تباہی پھیلانے میں مصروف ہو جاتی ہیں۔

پاک زمین مسجد ہے مسجد میں اور اللہ کی بنائی ہوئی زمین جو کسی قسم کی نجاست سے پاک اور صاف ہو اس پر کپڑا بچھا کر یا بغیر کپڑا بچھائے بھی نماز ادا کی جا سکتی ہے۔

ہر پاک پانی سے وضو ہو سکتا ہے ہر پانی جو پاک ہو کیا پاک شئے کے پڑ جانے

سے گاڑھا نہ ہو گیا ہو اور جس میں نجاست نہ پڑ گئی ہو اس سے وضو کیا جا سکتا ہے۔

تیمم کیا جا سکتا ہے اگر پانی میسّر نہ ہو تو پاک مٹی سے تیمم کیا جا سکتا ہے بیماری یا ضعیفی کی وجہ سے اگر کھڑے ہو کر نماز ادا نہیں ہو سکتی تو بیٹھ کر، نہ ہو سکے تو کروٹ سے لیٹ کر اشاروں سے یہ بھی ممکن نہ ہو تو چت لیٹ کر اشاروں سے نماز ادا کی جا سکتی ہے سفر میں سواری ریل یا جہاز پر اگر قبلہ نہ معلوم ہو سکے تو جدھر سواری کا رخ ہو اسی سمت نماز ادا کی جائے۔

لباس کم از کم شانوں سے گھٹنوں تک مرد کے جسم پر نماز کی حالت میں کپڑا ضروری ہے عورتوں کا لباس گلے سے ہاتھوں کے پہنچوں اور پیروں کے ٹخنوں تک پورے بدن پر لباس ضروری ہے۔ ٹخنے چھپے رہنے چاہئیں جسم کا رنگ اور اعضا کا ابھار جس لباس سے ظاہر ہو رہا ہو وہ لباس نہیں ہے۔

انسانی طبیعت پر تونگری و مفلسی اور

تکلیف و راحت کے مختلف اثرات اور اللہ تعالیٰ کے احکام

استحصال رزق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے " ولقد مکنّاکم فی الارض و جعلنا لکم فیھا معائش" اور (اے انسانو!) ہم نے تم کو زمین پر قدرت دی اور اس میں تمھارے لئے روزی کے سامان مہیا فرمائے تم بہت ہی کم شکر کرتے ہو۔ سورۂ اعراف کی اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے انسانوں کو اپنی طرف متوجہ فرمایا ہے جو اپنے وجود کے روز اوّل سے آج تک زمین و فضاؤں کی برکتوں سے اپنی معیشت کے لئے ضروریات زندگی کے استحصال میں مصروف ہیں اور اپنے کاموں میں مگن ہیں ہر ایک اپنی معیشت کو اپنی کوشش اور کارسازی کا نتیجہ سمجھتا ہے۔ تو آخر یہ سب لوگ اس طرح کیوں نہیں سوچتے کہ دنیا بھر میں اپنی کارگذاریوں کے دعویدار پھیلے ہوئے ہیں مگر اس زمین اور فضاؤں کا بنانے والا کون ہے؟ آج اگر ساری دنیا کے انسانوں سے یہ سوال کیا جائے تو کوئی ایک انسان بھی اپنے ہوش وحواس درست رہنے کی حالت میں یہ دعوےٰ لے کر نہیں کھڑا ہوگا کہ زمین و آسمان کی بناوٹ میں اس کی کارسازی کو بھی دخل ہے اور اللہ تعالےٰ کے اس محبت و احسان سے بھرے ہوئے پیام میں اس لئے اور بھی کشش ہے اور بالکل معقول اور ہر ایک کی جانی بوجھی بات ہے کہ قدرتاً ہر شے اپنے بنانے والے کی کاریگری کا ثبوت ہے۔ غرض یہ آیۃ انسانوں کو اللہ تعالےٰ سے قریب کرنے اور اس سے اپنا تعلق مضبوط کرنے کا ذریعہ ہے اور ہماری طبیعت پر اس عبارت کا یہ اثر پڑتا ہے کہ ہم اپنے آس پاس کے ماحول سے بلند ہو کر زندگی کی سچائیوں کے بارے میں اس وحی معصوم کے ذریعے جستجو کرتے ہوئے دلی مسرّت محسوس کر سکتے ہیں[1] اسی مضمون کی ایک آیۃ

---

[1] کہ ہمارے کارساز حقیقی نے ہمارے لئے کیا کیا اہتمام فرمایا ہے۔

سورۂ لقمان میں ہے۔

ظاہری اور باطنی نعمتیں

اَلَمۡ تَرَوۡا اَنَّ اللّٰہَ سَخَّرَ لَکُمۡ الخ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے تمھارے تابع کر دیا ہے (مسخر کر دیا ہی) جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں اور (اللہ نے) اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں تم پر پھیلا دی ہیں۔

تونگری اور مفلسی میں انسان کا مختلف رویہ

کچھ یہ عادت سی بن گئی ہے کہ خوشحالی اور تونگری میں اور مفلسی اور محرومی میں انسان پر غفلت چھا جاتی ہے اور وہ زیادہ خوشی میں اپنی حد اور منصب یا فرض بھول جاتا ہے اسی طرح مفلسی اور محرومی میں مایوسی کا عالم اس پر طاری ہو جاتا ہے۔

پھر مالداری اور برسر اقتدار آجانے کی خوشی میں داد عیش دینے لگتا ہے اپنے خیال میں خود اتنا برتر ہو جاتا ہے کہ دوسرے انسانوں کے خاص طور پر تنگ حال لوگوں کے حقوق سے غافل ہو جاتا ہے۔ یا چالاک مصاحب اور خوشامد کرنے والوں کی صحبت اسے اتنی پسند آجاتی ہے کہ ان کے مشوروں میں اسے اپنی خیریت اور سلامتی نظر آتی ہے قرآن حکیم آگاہ کر دیتا ہے کہ تنگدستی اور مفلسی میں حقوق العباد یہ ہیں کہ معیشت کے جائز وسائل تلاش کیے جائیں محنت سے مونہہ نہ پھیرا جائے اور ناجائز وسائل لوٹ کھسوٹ اختیار نہ کیے جائیں اور خوشحالی میں یہ دھیان رہے کہ ملک و ملت کی ضرورت میں خرچ کریں۔ تنگدست معذوروں کی مدد[1] کریں مفلس اور تندرست جوانوں کی معیشت اور تعلیم و تربیت کا سامان کریں اللہ کا فرض کیا ہوا مال ادا کریں۔ سورۂ الفجر میں

---

[1] اللہ نے منظم طور پر زکوٰۃ کے ذریعے بین الاسلامی امداد باہمی کا فرض انجام دینے کا طریقہ بتایا اور ہر زمان و مکان میں ہنگامی اور انفرادی طور پر صدقات و خیرات کا طریقہ بتایا تاکہ حالات کی ناسازگاری سے معذوروں کو محرومی کا کبھی سامنا کرنا نہ پڑے اور ہر شخص خود کفیل بننے میں کوشاں رہے۔

اسی طرف اشارہ ہے واما الانسان اذا ما ابتلاہ ربّہٗ فاکرمہ ونعّمہ الخ جب انسان کو اس کا پالنے والا آزماتا ہے[1] ۔ پس اس کو بزرگی بخشتا ہے نعمت عطا کرتا ہے تو (بندہ خوشی میں کہتا ہے) میرے رب نے مجھ پر مہربانی کی (اسی طرح) اور جب اس کو آزماتا ہے اور اس پر اس کا رزق تنگ کر دیتا ہے تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے ذلیل کیا ۔ ہرگز نہیں بلکہ تم لوگ یتیم کی عزت نہیں کرتے اور مسکین کو کھلانے پر ترغیب نہیں دیتے اور مرے ہوؤں کا مال کھاتے چلے جاتے ہو اور مال کی محبت بہت ہی زیادہ کرتے ہو"

ان آیات سے معلوم ہوا کہ دولت مندی اور تنگدستی انسانی ہمت اور حوصلوں کی جانچ کرنے یعنی ان کی دبی ہوئی صلاحیتوں کو ابھارنے کے لئے ہے ۔

تونگری اور مفلسی صلاحیتوں کو ابھارنے کے لئے آزمائش ہے

اور دونوں حالات کا عزت اور ذلت سے کوئی تعلق نہیں ، معزز اور شریف تو وہ ہے جو ہر حیثیت اور ہر حالت میں اسلامی عدل و اعتدال اور اللہ کے تمام احکام کا پابند رہے اور ذلیل وخوار وہ ہے جو اسلام کے تعمیری اصولوں کی پابند زندگی سے انحراف کرے ۔ سورۂ زمر میں صاف صاف فرمادیا کہ (عطا کردہ صلاحیتوں اور پہنچائی ہوئی ہدایات پر عمل پیرا ہونے کے لئے) آزمائش ہے پھر اس آزمائش کی خبر اس دنیا کی زندگی میں پہنچا دینا سب سے بڑی نعمت ہے کہ انسان اس (یاددہانی کو) یاد کرکے غفلت وغرور کے گڑھے میں نہ جارہے ارشاد ہے ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنَاہُ نِعْمَۃً مِّنَّا قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِیْتُہٗ عَلٰی عِلْمٍ الخ جب ہم اسے اپنی طرف سے نعمت عطا کرتے ہیں تو کہتا ہے مجھے اپنی تدبیر سے ملی ہے (اور) حقیقت یہ ہے یہ (دولت) آزمائش ہے الخ

---

[1] آزمانے اور جانچنے کا مطلب یہ ہے کہ عطا کی ہوئی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کے لئے جانچنا تاکہ بندہ خوشی غصّہ اور غمی کے احوال میں صبر کے ساتھ اللہ کے حکم پر قائم رہنے کا طریقہ اختیار کرے پھر اگر بندے میں یہ صفت نمایاں نہ ہوئی تو اس سے ظاہر ہوا کہ انسان نے اپنے رب کی عطا یا محرومی کا مطلب نہیں سمجھا ۔

خوشحالی اور تنگ حالی

یہ سمجھ لینا غلط ہے کہ خوشحالی عزّت ہے اور تنگ حالی ذلت ہے۔ نہ یہ عزت ہے نہ وہ ذلّت نہ یہ سعادت ہے نہ وہ نحوست ہے بلکہ ہر حال میں اللہ کے احکام و حدود کو نگاہ رکھنے والی تقویٰ کی زندگی عزّت کا نشان ہے اور اللہ کے احکام سے انحراف میں ہی ذلت اور نحوست ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَبَلَوْنَاهُم بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝ اور ہم نے ان کو بھلائیوں اور برائیوں دونوں طرح آزمائش میں ڈالا تاکہ وہ (خوش ہوکر یا عاجز ہوکر کسی طرح تو ہماری طرف رجوع کریں) گڑگڑائیں اب یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی یہ ہے کہ انسان اپنے سارے کاموں کو یاد رکھتے ہوئے مجھے اور میرے احکام کو نہ بھلا بیٹھیں (کیونکہ انسانوں کے حقوق کی ادائیگی اللہ کی یاد پر منحصر ہے۔

اللہ کے احکام سے اور مخلوق کے حق سے منھ پھیر لینا

سورۂ بنی اسرائیل میں ہے وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنسَانِ أَعْرَضَ وَنَأَىٰ بِجَانِبِهِ الخ اور جب ہم کوئی نعمت عطا کرتے ہیں انسان کو تو وہ (اللہ کے احکام سے) منھ موڑ لیتا ہے۔ اور کروٹ پھیر لیتا ہے۔"

اب ظاہر ہے کہ دولت کی طاقت ہو یا اقتدار کا زور ہو یا جسمانی طاقت۔ کسی قسم کی طاقت انسان کو حاصل ہو جائے اور اللہ کے احکام سے وہ منھ پھیرے تو لیقیناً اللہ کے بندوں کے حقوق کو خطرہ لاحق ہوتا ہے۔ ان آیات کو سامنے رکھ کر یہ سوچا جا سکتا ہے کہ قرآن حکیم نے ہر جگہ طاقت کے مالک بن جانے والے افراد کو یتیموں وغیرہ کے ساتھ ہمدردی کرنے کا حکم دیا ہے تو اس میں حکمت یہ ہے کہ افراد کی صلاحیتیں ہمیشہ اور ہر جگہ قوم کے عظیم سرمائے کا حکم رکھتی ہیں ایسا سرمایہ جو ہر دور کو سنبھال سکتا ہے تربیت پاکر

مال اور اسکی اجناس کے بارے میں اسلامی فکر

زکوٰۃ سے متعلق تفصیلات سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اجناس دولت کے بارے میں اسلامی افکار اور ہدایات سامنے آجائیں۔ انسان کی قوت فکر و اعتقاد[1]۔ علم و ہنر[2] حکومت[3]۔ مال[4] اور اس کی تمام اجناس انسان کی اس دنیاوی زندگی میں ان چار طاقتوں کو بڑی طاقتیں کہا جاسکتا ہے اور اسلامی نقطۂ نگاہ سے اللہ تعالےٰ نے ان طاقتوں کو انسانی زندگی کے حقیقی مقصد کا ذریعہ بنایا ہے۔ یعنی (زندگی کی سچائیوں پر ایمان و عمل کے علاوہ) قوت فکر و اعتقاد[1]۔ تجربی و اکتسابی علم و ہنر[2]۔ حکومت[3] اور مال[4]۔ خود مقصد نہیں ہیں بلکہ مقصد کا ذریعہ ہیں۔ لہٰذا جب ان طاقتوں کو حقیقی مقصد کی راہ میں صرف کیا جائے گا تو یہ طریقہ زندگی کے لئے نعمتیں بخشنے والے اللہ تعالےٰ کی مرضی کے مطابق ہوگا اور اس کے نتیجے میں انسانی آبادی سچی خوشی اور خوشحالی اور دونوں جہاں میں سرفرازی اور کامیابی کی راہ پالے گی اور اگر ان طاقتوں کو حاصل کرنے اور انھیں صرف کرنے میں ایسا طریقہ اختیار کیا گیا جسے اللہ تعالےٰ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلط ناجائز اور حرام کہا ہے تو یقیناً ایسا ہوگا کہ ان طاقتوں کے ذریعے انسانی ضرورتوں کا کتنا ہی مداوا کیا جائے مگر اس سے سیری حاصل نہ ہوگی اور کتنے ہی دوسرے طریقوں سے اصلاح حال کی کوششیں کی جائیں مگر نتائج اس کے مطابق نہیں نکلیں گے۔ بلکہ انسانی تمدن کے بلند میناروں کو خود انسانی ہاتھ باقی نہ رہنے دیں گے سورہ اعراف میں ہے وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ط الی قولہ تعالیٰ اور جب مَدْيَن کی طرف ہم نے ان کے بھائی شُعَيب (علیہ السلام) کو بھیجا انھوں نے کہا اے قوم اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ اب تو تمھارے پاس کھلی نشانی بھی تمھارے رب کے پاس سے آچکی ہے پس تم ناپ اور تول پوری کیا کرو اور لوگوں کی چیزوں میں ان کا نقصان نہیں کیا کرو اور ملک میں فساد نہ پھیلاؤ اس کی درستی کے بعد ہی تمھارے حق میں بہتر ہے اگر تم ایمان والے ہو اور اللہ کی راہ

سے لوگوں کو روکنے کے لئے اس طرح سڑک پر بیٹھ کر دھمکیاں نہ دیا کرو۔ اسی صورۃ میں ارشاد ہے صالح علیہ السّلام نے کہا۔" تم زمین کے نرم حصّے پر محل بناتے ہو اور پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین پر فساد نہ پھیلاتے پھرو!۔ اور سورۂ شعراء میں ہے جب حضرت ہود علیہ السّلام نے کہا کہ میں تمھارے لئے اللہ کا بھیجا ہوا دیانت دار رسول ہوں پس تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور میں تم سے کوئی اُجرت (صلہ) نہیں مانگتا۔ میری اجرت تو اللہ ہی پر ہے جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔ تو کیا تم ہر اونچے مقام پر محض فضول (دکھلاوے کے لئے) یادگار بناتے ہو جیسے تمھیں ہمیشہ یہیں رہنا ہے اور جب کسی پر دارو گیر کرتے ہو (ناحق حملہ کرتے ہو) تو بڑے زبردست بن کر۔ پس تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو اور اس سے ڈرو جس نے تمھاری مدد کی اور وہ چیزیں عطا کر کے جنھیں تم جانتے ہو۔ تمھاری مدد کی۔ مویشیوں سے (پیداآور وسائل رزق و مال) اور بیٹوں سے اور باغوں اور چشموں سے (تمھارے اعمال دیکھ کر) مجھے تمھارے لئے بڑے سخت دن کے عذاب کا ڈر ہے وہ لوگ بولے ہمارے لئے برابر ہے کہ تم نصیحت کرو یا نصیحت کرنے والے نہ ہو یہ تو بس اگلے لوگوں کی رسم ہے اور ہم کو عذاب نہیں ہونے کا۔ اور سورۂ تطفیف میں حضور محمد صلعم کے ذریعہ یہ اور اسی قسم کی آیات سے آگاہ کر دیا گیا ہے وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ الخ خرابی ہے ان کم دینے والوں کے لئے جو لوگوں سے لیتے وقت پورا پورا لیتے ہیں اور جب ناپ سے یا وزن سے دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں کیا یہ لوگ جانتے نہیں کہ وہ ایک بڑے دن میں اٹھائے جائیں گے جس دن سب لوگ سارے جہانوں کے پالنے والے کے سامنے کھڑے ہوں گے الخ۔ حضرت ہود علیہ السّلام حضرت صالح علیہ السّلام حضرت شعیب علیہ السّلام پر اور ان سے پہلے کے انبیاء و مرسلین پر اور محمد رسول اللہ صلعم پر اس مضمون کی جتنی آیات نازل ہوئی ہیں ان میں انسانی طاقتوں کے تخریبی راہ پر لگ جانے اور تباہ کاری پھیلانے کا ایک ہی مرض بیان ہوا ہے اور اس کا علاج بھی انسانی وجود کے روز اوّل سے آجتک ایک ہی رہا ہے کہ انسانی قوتِ فکر و اعتقاد کا مصرف غلط اور تخریبی

ہوجائے گا تو انسان کے زر اور زور کی تمام طاقتیں اس کے اخلاق و معاملات یہ سب خرابی کی راہ پر چل پڑیں گے اور انسان کے ظلم و فساد اور اس کی تخریبی کارروائیوں کو دور کرنے والا تریاق بھی ایک ہی رہا ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ پر ایمان اور حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلَا اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً (سن رکھو کہ جسم میں ایک ٹکڑا دل ہے) اگر وہ درست رہا تو سارے جسم کے اعضا درست کام کریں گے وہ بگڑ جائے گا تو پورا جسم بگڑ کر رہ جائے گا سن رکھو وہ دل ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ لین دین میں بددیانتی ناپ تول میں کمی ظلم و زیادتی حق تلفی کمزوروں پر جبر و قہر اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے قانون عدل و اعتدال سے روگردانی کا نتیجہ ہوتا ہے اور جب یہ حقیقت ہے کہ مال اور اس کی تمام اجناس منقولہ اور غیر منقولہ ایک طاقت ہیں۔ اور آپس میں انسانی معاملات اور تعلقات کی خوبی اور خرابی کا سبب بن سکتی ہیں۔ پھر انسان کی تمام مادی اغراض اور دینی مقاصد کی تکمیل کے لئے بھی ایک سبب ہیں تو اسلام نے انسانوں کو جس طرح غلط اوہام و افکار سے نجات دلائی ہے۔ اسی طرح مال اور اس کی اجناس کے بارے میں انسانی نفوس کو ان عیوب سے خبردار کر دیا ہے اور ان خرابیوں سے بچنے کا طریقہ سکھا دیا ہے۔ جو اس راہ سے انسانوں کو پست کردار بناتی اور انجام کار میں تباہی سے دوچار کر دیا کرتی ہے۔

مالی اجناس کا حصول و صرف اور انصاف

لہٰذا سب سے پہلا فرض تو یہ ہے کہ اجناس مال کو حاصل کرنے اور اس کو خرچ کرنے میں انسان اپنی من مانی کارگزاری جب بھی کرے گا تو یقیناً ایک حد پر پہنچ کر فساد پھوٹ پڑیگا لہٰذا اس ضرورت اور جذبات کے موڑ پر خود اپنے نفس اور تمام انسانوں کی خوشی اور مرضی سے الگ رہتے ہوئے خالص اللہ و رسول کے احکام و طریقوں کی طرف رجوع کرنا اسلئے فرض ہے تاکہ حق و انصاف پر انسان آمادہ ہو سکے۔ تاکہ انسان اپنے نفس سے بھی الجھ کر اسے اللہ کے حکم پر راضی کر دے اور اس طرح سب لوگ اپنے ساتھ ساتھ دوسروں کا فائدہ بھی سوچ سکیں جامع ترمذی میں حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے روائت ہے

حضور محمد رسول اللہ صلعم نے فرمایا ماذِئبانِ جائعانِ اُرسِلاَ علیٰ غنمٍ الخ دو بھوکے بھیڑیئے اگر ایک بکری پر چھوڑ دیئے جائیں تو اتنا بڑا نقصان نہ ہوگا جتنا (اجناس) مال و دولت کے لالچی انسان کو (مال کی حرص وہوس میں) اپنے دین اور عزت کا نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ نبوی بصیرت کا ایک لطیف اشارہ اس حدیث میں پنہاں ہے کہ دوسرے انسانوں کی بھلائی اور ان کے نقصان کی اسے پرواہ کیوں ہوگی جو دولت سمیٹنے کے حرص و لالچ میں دیوانہ ہو رہا ہے۔ (اور حلال و حرام کی پروا نہیں کرتا) پھر بھی اس کی بھلائی کے لئے یہ بات اسے پہنچادی جائے کہ اس کی یہ کارروائیاں انجام کار میں خود اسی کے نقصان پر ختم ہوں گی۔ صحیح مسلم میں ہے کہ قیامت کے دن کوئی شخص اپنی جگہ سے ہل نہیں سکے گا۔ جب تک اس سے یہ نہ پوچھ لیا جائے گا کہ مال کس طریقے سے کمایا؟ اور کس طریقے سے کن کن مقاصد میں خرچ کیا؟ اور جوانی کیسے کاموں میں گزاری؟

رزق حلال

صحیح مسلم میں ہے۔ حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وان اللہ امر المومنین بما امر بہ المرسلین۔ بلاشبہ اللہ تعالےٰ نے مومنوں کو وہی حکم دیا جو حکم اپنے رسولوں کو دیا اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ یا ایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا الخ اے رسولو تم پاک و حلال چیزیں کھاؤ اور اچھے عمل کرو اور مسلمانوں کو حکم دیا۔ اے ایمان والو! تم پاک و حلال چیزیں کھاؤ جو ہم نے تمھیں بخشی ہیں پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے شخص کا ذکر کیا جو لمبا سفر کرتا ہے خستہ حال گرد آلود ہے اور اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتا ہے اور کہتا ہے اے رب اے رب حالانکہ اس کا کھانا پینا حرام طریقے سے ہے اور اس کا لباس حرام طریقے سے حاصل ہوا ہے اور اس کا جسم حرام غذا سے پلا ہوا ہے پھر کس طرح اس کی دعا قبول ہوگی؟

اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے یا ایھا الناس کلوا مما فی الارض حلالاً طیباً اے لوگو! زمین میں جو حلال پاکیزہ رزق پیدا ہوا ہے حلال طریقے سے کھاؤ۔ حضور محمد رسول اللہ

صلعم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ اے سعد! حلال کمائی کھاؤ تو تمھاری دعا قبول ہوگی۔ قسم اللہ تعالیٰ کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے کہ بندہ اگر اپنے پیٹ میں حرام کمائی کا ایک نوالہ ڈالتا ہے تو چالیس روز تک اس کی دعا قبول نہیں ہوتی ۔ . . . . اور جس انسان کا گوشت حرام کمائی سے پلا بڑھا ہو وہ جہنم کی آگ کے لائق ہے۔ مسند احمد ؒ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قسم ہے اللہ کی جس کے قبضے میں میری جان ہے بندہ مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک اس کا دل اور اس کی زبان مسلمان نہ ہو جائے اور ایماندار اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ اس کا پڑوسی اس کی زیادتی اور ایذا رسانی سے محفوظ نہ ہو جائے اور جو کوئی حرام طریقے سے مال کما کر خیرات کرے تو قبول نہ ہوگی۔ حرام کمائی خرچ کرے گا تو برکت نہ ہوگی اگر اپنے مرنے کے بعد حرام کمائی چھوڑ کر مر جائے گا تو اس کی آخرت کی زندگی کے لئے آگ کا توشہ ہو گا۔

سورۂ بقرہ میں ہے لَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ اپنے آپس میں اپنے مال باطل طریقے سے نہ کھاؤ۔ اے مسلمانو! آپس میں اپنے مال اس طریقے سے نہ کھاؤ جس طریقے کو اللہ تعالےٰ نے باطل یا حرام فرمایا ہے۔ حضور محمد رسول اللہ صلعم نے فرمایا اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَکُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ حرام باتوں سے بچو تو سب سے بڑے عبادت گزار بن جاؤ گے۔

حلال طریقے سے محنت کی روزی

صحیح بخاری میں ہے حضور محمد رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ تم میں ایک شخص اپنی رسیاں لے کر پہاڑ پر چڑھ جائے اور لکڑیوں کا بوجھ باندھ کر لائے اسے بیچ کر اپنے چہرے کو سوال کی ذلت سے بچالے تو یہ کام اس سے بہت بہتر ہے کہ لوگوں سے مانگتا پھرے وہ کچھ دیدیں یا انکار کر دیں۔ صحیح بخاری میں حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت سے روایت ہے محمد رسول اللہ صلعم نے فرمایا اپنی محنت سے حاصل کی ہوئی روزی سے بہتر آج تک کسی نے رزق نہیں حاصل کیا۔ دنیا کے بہترین انسانوں کی تاریخ سے ثابت ہے کہ انھوں نے حلال پیشہ اختیار کیا اور انسانوں کی رہنمائی کا فرض انجام دیا۔ حضرت

ابراہیم علیہ السّلام کپڑے فروخت کرتے تھے۔ موسیٰ علیہ السّلام نے محنت مزدوری کی۔ شعیب علیہ السلام نے کپڑوں کی تجارت کی اسماعیل علیہ السلام تیر بناتے تھے۔ لقمان علیہ السلام رسیاں بناتے تھے۔ یحیٰ علیہ السّلام جوتے سیتے تھے۔ ذکریا علیہ السلام بڑھئی کا کام کرتے تھے۔ حضور محمد رسول اللہ صلعم نے تجارت کی اور آپ کے صحابہؓ کرام تجارت، صنعت اور محنت سے رزق حاصل کرتے تھے۔ اس طرح مسلمانوں کی تاریخ صنعت و صالحیت کی یکجائی سے کمال انسانیت کا عظیم مقام دنیا کو سکھاتی ہے۔

اسلام کے اقتصادی نظام کی بنیادیں

حضور محمد رسول اللہ صلعم نے فرمایا یتیموں کا مال پڑا نہ رہنے دو۔ اسے تجارت میں لگاؤ۔ آنحضرت علیہ السّلام نے تجارت پیشہ لوگوں کو برکت کی دعا دی جو تجارت میں جھوٹ دھوکہ ملاوٹ اور ناجائز طریقے اختیار نہیں کرتے اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے والّذین اذا انفقوا الخ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے اور نہ بخل کرتے ہیں (بلکہ) اعتدال کا طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی بیماری میں عیادت کے لئے حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو سعدؓ نے عرض کیا کہ میں مالدار آدمی ہوں اور ایک بیٹی کے سوا میرا کوئی وارث نہیں ہے تو اجازت ہے؟ کہ میں اپنا دو تہائی مال خیرات کردوں۔ آنحضرت علیہ السّلام نے فرمایا نہیں عرض کیا تو پھر آدھا مال خیرات کردوں۔ فرمایا نہیں۔ سعدؓ نے عرض کیا اچھا ایک تہائی خیرات کردوں آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا۔ ہاں ایک تہائی اور ایک تہائی بہت ہے۔

اگر تم اپنے وارثوں کو مالدار چھوڑ کے دنیا سے جاؤ تو اس سے بہتر ہے کہ انھیں فقیر چھوڑ جاؤ کہ وہ ہاتھ پھیلاتے پھریں۔ حضور محمد رسول اللہ صلعم نے بیکار زمینوں کو آباد کرنے ان پر کاشت کرنے کا حکم دیا اور جو کوئی زمینات کو بیکار اپنے قبضے میں لئے رہے اس سے قاعدے کے مطابق واپس لینے کا حکم دیا۔

خیبر کی فتح کے بعد نصف محاصل پر یہودی کاشتکاروں سے معاہدہ کیا جسکی مثال

نہیں ملتی اور مسلمانوں کو ان کے ساتھ کام پر لگایا۔ حضرت عبداللہ اسعدی عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے آپ نے عبداللہ اسعدی کا رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم مسلمانوں کے کام میں ذمہ دارانہ حیثیت سے ملازم ہو مگر جب تمھیں تنخواہ دی جاتی ہے تو تم اسے مکروہ سمجھتے ہو آخر اس کا کیا سبب ہے انھوں نے جواب دیا کہ میرے پاس گھوڑے ہیں اور دوسرے پیداور ذرائع ہیں جن سے میں اپنی معاشی حالت پر مطمئن ہوں رہا یہ کہ بیت المال پر میرا حق ہے تو وہ بطور صدقہ ضرورتمند مسلمانوں کو دیدیا جائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ایسا نہ کرو میں بھی یہی چاہتا تھا جو تم چاہتے ہو اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے میرا حق دیتے تھے تو کہتا تھا کہ مجھے نہیں چاہیے آپ مجھ سے زیادہ ضرورتمند کو دیدیں اور ایک مرتبہ جب پھر میں نے ایسا ہی کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ مال تم لے لو اور اس کو بڑھاؤ اور اس سے اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور خیرات کرو اور جو مال لالچ اور طلب کے بغیر مل جائے (بشرطیکہ جائز ہو) تو لے لو اور جو نہ ملے اس کی طرف نگاہ نہ کرو اس روایت کو امام بخاری مسلم نسائی مسند احمد نے روایت کیا ہے۔ ایک مرتبہ حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے راستے میں مری ہوئی بکری پڑی دیکھی تو فرمایا اس کا چمڑا نکال کر پکا لیا ہوتا۔

مال کو اعتدال سے خرچ کیا جائے بیجا نہ اڑایا جائے!

قرآن و حدیث کے حوالوں سے ظاہر ہے کہ حرام کمائی سے خود فائدہ اٹھانا خود اپنے لئے نقصان دہ ہے اور حرام یا مشتبہ کمائی سے صدقہ خیرات کرنے اور مسجد وغیرہ بنانے کی نیکی اللہ تعالٰے قبول نہیں فرماتا۔

اور حلال طریقے سے مال حاصل کرنے اسے بڑھانے اور خرچ کرنے کا حکم دیا ہے اور مندرجہ ذیل آیات اعتدال سے خرچ کرنے اور بیجا اڑانے۔ فضول خرچ کرنے سے منع کرتی ہیں اور قرابت داروں اور دوسرے ضرورتمندوں کے حقوق لازم کردیتی ہیں۔

سورۂ بنی اسرائیل میں ہے وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝ الخ اور قریبی رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسکین کو اور مسافر کو اور بیجا نہ خرچ

کرو کوئی شک نہیں کہ (مال کو) بیجا اڑادینے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔ اور شیطان اپنے رب کا ناشکر گذار ہے۔

کفایت شعاری کی تعلیم وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً الخ اور اپنے ہاتھ کو نہ بالکل اپنی گردن سے بندھا ہوا کرلو اور نہ اس کو بالکل کھول ہی دو۔ ورنہ ملامت کئے ہوئے تھکے ہارے بیٹھ رہو گے۔

حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الاقتصاد نصف المعیشہ خرچ میں میانہ روی آدھی روزی (گذران ہے) اللہ تعالیٰ و رسولؐ کی اس تعلیم کو سامنے رکھتے ہوئے ہم دیکھتے ہیں کہ آج تقریباً ہر ملک و معاشرے میں اور خاص طور پر مسلمانوں میں زندگی کی فطری اور معقول ضروریات کے علاوہ تعیش بہت زیادہ چھایا ہوا ہے۔ آج کا انسان انسانوں سے ہمدردی کے جذبے سے زیادہ خوشنما اور بیکار ہوجانے والی اشیاء کی ذخیرہ اندوزی میں مصروف ہے۔ آدھی زندگی ہے۔ یعنی اعتدال سے خرچ کرنا آدھی زندگی کو محفوظ کردیتا ہے (او کما قال) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے مال کو بڑھانے اور پیداوری وسائل اختیار کرنے کی ترغیب دی ہے۔ اور اعتدال سے خرچ کرنے کا حکم دیا ہے۔ کیونکہ ضرورت سے زیادہ جو بھی خرچ ہوگا وہ اسلام کی زبان میں اسراف اور تبذیر ہے اسراف کے معنی تو زیادہ خرچ کردینا اور تبذیر کے معنی اُڑا دینا۔ آج ہر ملک و معاشرہ میں یہ عام رواج ہوگیا ہے کہ ذاتی مصارف انسان کے پیچھے بہت لگ گئے ہیں اور زندگی کی فطری اور معقول ضروریات سے زیادہ تعیش چھایا ہوا ہے اور اس لئے حقوق العباد کے لئے کچھ بچتا ہی نہیں اور مال کا ذخیرہ کہیں اور چلا جاتا ہے۔ اسلام سادہ زندگی اور بلند مقاصد کا علمبردار ہے اسلام کے بلند مقاصد دنیا بھر کے انسانوں کے ساتھ سچی ہمدردی اور سچی خیر خواہی پر مشتمل ہیں مسلم معاشرے کے لئے یہ عالمی تعمیری جدوجہد اور یہ آفاقی ارادے نہایت اہم اور اسی کی اصول پر پابند زندگی کو گھیرے ہوئے ہیں پھر مسلمانوں کو اس تنگ اور مردہ نظریے سے کیا واسطہ کہ " زندگی کھانے پینے عیش کرنے اور سطحی معیار کی بلندیاں

حاصل کرکے مرجانے کا نام ہے۔ لہٰذا دنیا بھر میں اصلاحی اور تعمیری جدوجہد خود ہی اس کو سچائیوں کے منصب پر ممتاز مقام عطا کرسکتی ہے۔

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ

غالب و کارآفریں کارکشا کارساز

نرم دمِ گفتگو گرم دمِ جستجو!

رزم ہو یا بزم ہو پاک دل و پاکباز

اس کی امیدیں قلیل اس کے مقاصد جلیل

اس کی ادا دلفریب اس کی نگہ دلنواز

زندگی میں مادی اقدار کی آئے دن تبدیلیاں

دولت کو ادھر اُدھر اڑا دیتی ہیں۔ اسلام اس کی اجازت ہرگز نہیں دیتا کہ روزانہ بدلتے ہوئے طریقوں کے نام سے لباس کے ذخیرے جمع کئے جائیں پھر وہ بیکار ہوجائیں اور پھر مال خرچ کرکے بار بار لباس و فرنیچر میں اور مکانات کی نمائشی اور فخریہ آرائش میں بلاضرورت دولت برباد ہوتی رہے اور بس انھیں مقاصد کے لئے کمایا جائے اور اعتدال سے خرچ کیا جائے تاکہ روز بروز رہن سہن کا معیار بلند سے بلند تر ہوتا رہے۔ اور اسی میں خرچ کرنے کے لئے دولت کا ذخیرہ زیادہ سے زیادہ جمع رہے اسلام اس کی بھی اجازت نہیں دیتا کہ تحصیل زر کے ناجائز طریقے روز بروز ایجاد ہوتے رہیں اور نہ یہ کہ انسانی زندگی کی ایک حد تک آرام دہ

اور بنیادی ضروریات پر مزید ضروریات زبردستی پیدا کر دی جائیں اور افراد معاشرہ اس حد تک اس کے عادی ہو جائیں کہ تعیش کی نمائشی زندگی انکی بنیادی ضرورت کی جگہ لے لے اور ان کا مقصد بن جائے۔

دولت کے ذخیرے

دولت کا پڑا رہنا زندگی کی حرکت و عمل کو روک دیتا ہے افراد معاشرے کے لئے ذہنی و عملی جمود اور زندگی کے معیار کو زبوں حالی اور پستی میں مبتلا کرنے کا سبب ہوتا ہے اور اسلامی مصلحت یہ ہے کہ دولت ایک جگہ یا چند افراد اور خاص گروہوں کی جاگیر نہ بن جائے اور صرف دولتمند خاندانوں میں نہ گھومتی رہے اور افراد معاشرہ معاشی اعتبار سے کئی طبقوں میں نہ بٹے رہیں۔ ایسا نہ ہو جائے کہ ایک طرف تو ضرورت سے بہت زیادہ مال ہو اور دوسری طرف افلاس یہ حقیقت ہے کہ افراد معاشرہ میں مالی اعتبار سے نقصان دہ فرق ان کی صلاحیتوں کے ابھرنے میں مانع ہوتا ہے۔ ایک طرف تو دولت کے انبار اور دوسری طرف غربت مایوسی اور احسان مندی کے داغ آزاد معاشرے کی قوت فکر و عمل کو فقر و افلاس کی پستیوں میں گرا دیتے ہیں

دولت کے وسائل سب کو میسّر ہونے چاہئیں

قرآن حکیم کا یہ ارشاد ہے کہ دولت مالداروں میں نہ گردش کرتی رہے۔ اس سے یہ منشا ظاہر ہوتا ہے کہ دولت ایک گروہ کی جاگیر ہو جائے اور خلفاء راشدین میں حضرت عمرؓ پسند نہیں کرتے تھے کہ جو لوگ حکومت کے با اثر ملازم کی حیثیت سے تنخواہیں پاتے ہیں وہ اپنے اثر و رسوخ سے کام لے کر زیادہ سے زیادہ مالدار بننے کے لئے تجارت بھی کرنے لگیں کیونکہ اس طرح حکومت میں با اثر ہونے کی وجہ سے ضرورت سے بہت زیادہ مالدار بننے اور مال کے پیداآور وسائل کو اپنی حدود تک روک رکھنے کا موقع ملے گا۔ اور عام مسلمانوں کی معاش اور انکے تحصیل زر کے پیداآور وسائل پر خراب اثر پڑے گا حالانکہ اسلام کا منشا یہ ہی ہے کہ دولت کی منصفانہ تقسیم میں کسی طرف سے رخنہ اندازی نہ کی جائے اور قرآن

لہ اسلام نے مال سے شرکت تجارت کے ذریعہ نفع حاصل کرنے سے کسی کو منع نہیں کیا خود عہد فاروقی میں یہ طریقہ تھا

حکیم میں عوام کی اسی مصلحت کو مسلمانوں کے سامنے رکھتے ہوئے اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَۃً بَیْنَ الْاَغْنِیَاءِ مِنْکُمْ " تاکہ (دولت) دولتمندوں کے ہاتھوں ہاتھ گردش نہ کرتی رہے ۔ اس سے اللہ تعالیٰ کا منشار معلوم ہوا ۔

قرض کا اسلامی طریقہ اور رہن کے اصول

قرض کا اسلامی طریقہ سودی کاروبار کرنے والوں کے پنجوں میں دبی ہوئی انسانیت کو چھڑا دیتا ہے ۔ سورہ بقرہ آیتہ ۲۷۵ جس میں ارشاد ہے وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا اللہ تعالےٰ نے تجارت کو حلال قرار دیا ہے اور سود کو حرام اور آیتہ ۲۷۶ سورۂ بقرہ میں ارشاد ہے اللہ تعالےٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے ۲۷۸ سورۂ بقرہ میں ہے یا ایھا الذین امنو اے مسلمانو اللہ سے ڈرو اگر تم مسلمان ہو تو جتنا سود رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر ایسا نہ کیا تو اللہ و رسول سے لڑنے کے لئے تیار ہو جاؤ اور اگر تم نے توبہ کرلی تو اصل رقم تمھاری ہے نہ تم کسی کا نقصان کروگے نہ کوئی تمھارا نقصان کرے گا ۔ انسان کا معاشی مسئلہ ہمیشہ سے انسانوں کے زیر بحث رہا ہے زندگی کے تجارب بڑھتے جارہے ہیں مگر اس مسئلہ کا ایسا حل جو لوگوں کے مختلف رجحانات کو ایسے عملی اصول پر قائم کردے جو سب کو ہمیشہ مطمئن کردے اسلام کے سوا اور کہیں نہیں موجود ہے ۔

کوئی کہتا ہے جملہ وسائل دولت و ملکیت پر سب کو برابری سے حق ہے کسی نے کہا شخصی ملکیت سرے سے ختم کردی جائے ۔ کسی کا اعلان ہے برسر اقتدار جماعت یا حکومت سب کو برابر سے حقوق دے گی حکومت ذمہ دار کفیل اور کارساز ہے ۔

مگر اسلام نے دولت کو اس طرح متوازن طریقے پر معاشرے میں پھیلایا ہے کہ پورے افراد معاشرہ کی باطنی یقین و اعتقاد و عمل کی طاقتیں دولت کو معاشرے میں پھیلا دینے کے لئے حرکت میں آجاتی ہیں اور اس طرح کہ کسی کو کسی سے مدد مانگنے کی ضرورت نہ پیش آئے ۔ اس لئے کہ ریاست معاشرہ میں معاشی توازن قائم کرتی ہے

بخیل مسلمانوں کی اصلاح اسلام سکھاتا ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کی ضرورت

اپنی ضرورت ہے اور اسلام اور مسلمانوں کی مشکل اپنی مشکل ہے اور مصیبت ہے مگر دولتمندی یہ تعلیم دیتی ہے کہ اپنا آرام سب کا آرام ہے اور اپنا فائدہ سب کا فائدہ ہے۔ ملک وملت پر ایسے وقت آتے ہیں کہ قوم کی آزادی اور عزت سنبھالنے اور باقی رکھنے کے لئے مالی وسائل کی ضرورت پڑتی ہے اور عام حالات میں جب مالی اعتبار سے طبقاتی فرق تکلیف دہ ہو جائے تو توازن قائم کرنے کے لئے دولت کو معقول اور پرامن طریقے پر معاشرے میں پھیلانے کا طریقہ اسلام کے سوا اور کہیں نہیں ہے یہ اسلام ہی کی طاقت ہے کہ خوشی خوشی لوگ اپنے نقد مال، بکری، گائے، بھینس اونٹ، غلہ، تجارت کے مال، ورثے کے مال، وصیت کے مال، وقف کے مال ہبہ، ورثے کی زمینات اور اشیاء سونا، چاندی اور محنت کی اجرت اتنی اشیاء کو پورے معاشرے میں تقسیم کروا سکتی ہے۔ مگر بخل اس راہ میں رکاوٹ بنتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کی مصلحت غالب ہے اور ایسا نہیں ہے کہ انسان حق و باطل سمجھتا نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ مال اور اپنے لئے زیادہ سے زیادہ فائدوں کی محبت جانی بوجھی بات کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے نہیں دیتی۔ لہٰذا اللہ تعالےٰ کا حکم اور اس کی اطاعت کا جذبہ ہی وہ طاقت رکھتا ہے کہ حُبِّ ذات کے حد سے بڑھے ہوئے جذبے کو اعتدال پر لا سکے سورہ آل عمران میں ارشاد ہے وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ الخ اے مسلمانو اللہ تعالےٰ کی معافی بخشش کی طرف آتے ہیں جلدی کرو اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان و زمین ہے اور وہ اللہ سے محبت اور خوف کے جذبے میں خرچ کرنے والوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو لوگ امن کے حال میں اور سختی کے حال میں خرچ کرتے ہیں اور غصے کو ضبط کرنے والے اور لوگوں کی خطائیں معاف کر دینے والے ہیں۔

بخیلوں کا دردناک انجام سورہ آل عمران میں ہے وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ (الیٰ قولہ تعالیٰ) مَا بَخِلُوا بِهِ الخ

اور وہ لوگ جو اللہ کے دئے ہوئے مال میں بخل کا طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ وہ ایسا نہ سمجھ

لیں کہ یہ ان کے لئے بہتر ہے بلکہ بخل ان کے لئے شر ہی شر ہے جس چیز میں بخل کریں گے قیامت کے دن اسی کا طوق پہنائے جائیں گے۔ سورۂ مائدہ میں ہے وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مَعَكُمْ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَیْتُمُ الزَّكٰوةَ الخ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا یقیناً میں تمھارے ساتھ ہوں اگر تم نے نماز کی صفیں قائم کیں اور زکوٰۃ ادا کی۔ الخ

کوئی کسی کا جھوٹا ہمدرد بن کر اس کے کان میں بخل قطع تعلق اور دو دلوں میں فساد کا مشورہ نہ دے

سورۂ نساء میں ہے لَا خَیْرَ فِیْ كَثِیْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ الخ ان لوگوں کی (کھسر پھسر راز داری) کانوں میں باتوں سے (خیر) بھلائی نہیں ہے۔ مگر وہ شخص جو حکم دے خیرات کا یا حسن سلوک کا۔ یا لڑنے والے لوگوں میں صلح صفائی کا (تو اس شخص کی بات میں خیر اور بھلائی ہے) اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ایسا کرے گا تو ہم اسے بڑا اجر دیں گے۔

اور سورۂ توبہ میں ہے وَالَّذِیْنَ یَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ الخ اور جو لوگ سونا چاندی جوڑتے جمع کرتے رہتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انھیں دردناک عذاب کی خوشخبری دیدو جب (اس سونے چاندی کے ذخیرے کو) تپایا جائے گا اس پر جہنم کی آگ میں اس سے ان کی پیشانیاں گردنیں اور پسلیاں داغ دی جائیں گی اور کہا جائے گا یہ ہے جو تم نے جوڑ جوڑ کر رکھا تھا اپنی جانوں کے لئے پس چکھو جو تم جمع کرتے تھے۔

کمانے والے کو بار بار یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ میں نے اتنی محنت سے جو ذخیرہ جمع کیا ہے وہ آسانی سے دوسروں کو کیوں دیدوں۔ میں نے اپنی محنت کا صلہ پایا۔ یہ بھی اپنی محنت کا صلہ پائے۔ میں کیوں دوں مگر اسلام سمجھاتا ہے کہ انسان کو جس نے کمانے کی صلاحیتیں بخشی ہیں وسائل فراہم کئے ہیں اسی اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور اس کو راضی کرنے کے لئے جس کو تمھارے ذخیرے میں سے جتنا دینے کو حکم دیا ہے اس کو اتنا بلا چوں وچرا دے دو۔ اور زندگی کی سچائیوں کو برپا کرنے کے لئے اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں۔

اور سورۂ حدید میں ہے اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا الخ اور اللہ و رسول پر ایمان لاؤ

اور اس مال میں سے خرچ کرو جس میں اللہ نے تم کو اپنا نائب مقرر کیا ہے۔ اور اسی سورۂ حدید میں فرمایا۔ وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ اور تمھیں کیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ زمین و آسمان کی میراث اللہ ہی کے لئے تو ہے۔ سورۂ تغابُن میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمھارے مال اور تمھاری اولاد میں تمھارے لئے آزمائش ہے (کہ ان کی محبت میں غافل ہو کر کہیں نافرمانی نہ کرنے لگو)۔ سورۂ منافقون میں ہے۔ قیامت کے دن حقوق العباد میں خرچ نہ کرنے والے پچھتائیں گے کہ انھیں مہلت مل جاتی تو وہ اللہ کی مرضی کے مطابق خرچ کرتے الخ

خرچ کرنے میں اللہ کی مرضی کا سہارا سب سے بڑا اور مضبوط سہارا ہے، انسان کی خوشی اور مرضی کا اعتبار نہیں اور باہمی تعلقات ہمیشہ ہر حال میں خوشگوار نہیں رہ سکتے کوئی دنیاوی اقتدار اور طاقت ایسی نہیں جو ہمیشہ یکساں اثر انداز رہ سکے اس لئے انسان کو اللہ کے حکم کی بلا حیلۂ و حجت اطاعت اور اس کے بدلے میں آخرت میں اپنی خوشحالیوں کا اللہ پر بھروسہ دنیا بھر کے انسانوں کو خوش معاملہ رکھ سکتا ہے۔

حقوق انسانی کو خطرہ

اور سورۃ الفجر پارہ ۳۰ میں ارشاد ہے وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا اور تم میراث (مرے کا مال) پے بہ پے کھاتے چلے جاتے ہو اور تم لوگ مال سے بہت ہی زیادہ محبت کرتے ہو۔

اس آیت میں انسانی نفس کی اس کی کمزوری سے خبردار کر دیا گیا ہے کہ مال کی محبت جب بڑھ جاتی ہے تو خود غرضی اور حرص و لالچ میں دوسرے کے حقوق سے غافل ہو کر انسان بس اپنی ہی بھلائی سوچتا رہتا ہے حیلے تراشتا ہے دھوکے دے سکتا ہے پرایا حق ہضم کر لیتا ہے۔ اور ایسی تدبیریں ڈھونڈھ نکالتا ہے کہ دنیا کی آنکھوں میں خاک ڈالکر کمزوروں کے حق جتنا ہو سکے اپنے قبضے میں کرلے لہٰذا ظلم و ستم فساد اور گمراہی بڑے اور چھوٹے پیمانوں میں افراد معاشرہ میں اور بین الاقوامی معاملات میں اسی حرص و لالچ اور خود غرضی کی راہ سے تباہی کا باعث ہوتی ہے اور انسان کے اس مرض کا علاج اور اس

جذبے کی تسکین کی صورت یہی ہے کہ وہ اللہ و رسولؐ سے محبت اور انکی اطاعت اور ہمیشہ کی زندگی میں اپنی خوش حالی اور بلند معیار زندگی کی طرف توجہ رکھے۔ مال و دولت سعادت اور عزت کا نشان نہیں ہیں بلکہ بڑی سعادت کا ذریعہ ہیں۔ اور دنیا بھر کے انسانوں کو عدل و اعتدال اور قانون حق پر قائم کرنا اور ظلم و حرص کی پستیوں سے نکالنا سب سے بڑی سعادت اور بہادری کا کام ہے۔ یہ سعادت انھیں انسانوں کے حصے میں آئے گی جن کی انفرادی اور اجتماعی طاقتیں متحد منظم اور مضبوط ہوں گی۔ لہٰذا اس سعادت کو حاصل کر لینا لالچی حریص اور لٹیروں کی قسمت میں نہیں بلکہ ان انسانوں کو میسّر ہوگی جو خود اسلامی اصول کی پابند زندگی اللہ و رسول کے احکام کے مطابق گزاریں۔ لہٰذا اس دنیا میں انسان جو مال و متاع حاصل کرے اس میں اللہ و رسول کے احکام کے مطابق دوسرے انسانوں کے حقوق کا خود لحاظ رکھے۔

صدقہ و خیرات کے لئے وقت اور مقدار مقرر نہیں ہے جو خرچ کرو اللہ کی رضا کیلئے کرو

سورہ بقرہ میں ہے (تم یوں سمجھو کہ) جو تم خرچ کروگے وہ تمھارے لئے ہے تمھارے پاس واپس آئے گا۔

اگر راہ حق میں تمھارے خرچ کرنے کی کسی کو خبر نہ ہوئی تو کیا حرج ہے اللہ کو خبر ہونا چاہئے اور اللہ ہی کو تمھاری نیت اور خرچ کی خوب خبر ہے فَإِنَّ اللهَ يَعْلَمُهُ اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہے۔ اور اسی سورۃ میں ارشاد ہے "اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنی جانوں کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو اور تم نہ خرچ کرو مگر اللہ ہی کی رضا کے لئے اس لئے کہ اگر ایسی عادت پڑگئی کہ لوگ دیکھیں اور تعریف کریں تب زیادہ سے زیادہ خرچ کیا جائے اور یہ طریقہ ایسا ہے، جس سے نیکی کی عمر کم ہو جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ مواقع حق پر انسان کا جمع ہونا غیر یقینی ہے اور انسان کی رضا کے طالب رہنے والے کا حق پر قائم اور ثابت قدم ہو جانا بھی غیر یقینی ہے (اگر ملک و ملت کا کوئی ایسا معاملہ ہو جس میں سب کو دکھا کر خرچ کرنے میں زیادہ فائدہ ہے تو افضل یہ ہے کہ ایسے حالات میں دکھا کر دیا جائے۔

صدقات سے زکوٰۃ بھی مراد ہوتی ہے اور عام خیر خیرات بھی مگر زکوٰۃ ایک خصوصی

رقم ہے جو سالانہ بین الاسلامی امداد باہمی کے لئے مستطیع مسلمان اسلامی فرض سمجھ کر ادا کرتے ہیں مگر یہاں صدقات کا بیان ہے اور اس متفرق اور اتفاقی مد سے مسلمانوں کے علاوہ سخت ضرورتمند غیر مسلم حضرات کی بھی خدمت باعث اجر ہے

حلال کمائی خرچ کرو احسان نہ جتاؤ اور دکھ دینے والی بات نہ کرو

یہ معلوم ہے کہ مسلمانوں کو جائز طریقے پر کمانے اور جائز مواقع پر خرچ کرنے کا حکم ہے اس لئے کہ ناجائز طریقے سے جو مال حاصل کیا جائے گا یقیناً کسی کا نقصان اس میں ضرور ہوگا پھر ایک کو نقصان پہنچا کر دوسرے کو فائدہ پہنچانے کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کمرے کی ایک دیوار توڑ دی اور اب اس کو درست کرنے کے لئے اسی کمرے کی دوسری دیوار توڑ کر اس کا ملبہ پہلی ٹوٹی ہوئی دیوار میں لگا دیا تو کوئی معقول آدمی اسے پسند نہیں کر سکتا۔ اللہ و رسول نے جس کمائی کو ناجائز کہہ دیا ہے تو یقیناً اس میں کسی نہ کسی حیثیت سے کسی کا نقصان ضرور ہے پھر اس طرح ناجائز مال کما کر خیرات کرنا یا مسجد بنا دینا یا اس کی زکوٰۃ نکال دینا اللہ تعالیٰ قبول ہی نہیں فرماتا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے کوئی خرچ کرے تو لازم ہے کہ (۱) جائز طریقے سے کمایا ہوا مال ہو (۲) خرچ جہاں کیا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہو رہی ہو اور کسی کو نقصان پہنچانے کے لئے خرچ نہ کیا ہو (۳) ہاتھ و زبان سے یا جائز مال سے اگر کسی کی مدد کی ہے تو اس سے دکھ دینے والی بات نہ کہی جائے اور احسان نہ جتایا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی اے ایمان والو تم اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور تکلیف دے کر اکارت نہ کرو۔

سوال کرنے کی ممانعت

سوال کرنا کسی مسلمان کے لئے صرف یہی نہیں کہ معیوب ہے بلکہ حلال نہیں ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انلوگوں کے لئے جو واقعی ضرورت مند ہیں امداد باہمی کا بین الاسلامی طریقہ (ہر شہر کی زکوٰۃ اسی شہر کے مالداروں سے حاصل کی جائے گی اور اسی شہر کے لوگوں میں تقسیم کی جائے گی اور

حسب ضرورت اس میں تجوّز و وسعت کی گنجائش ہے)۔

اور اسلامی طریقے کے جاری رہنے کی صورت میں امداد کے حقداروں کو افراد سے مانگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن اسلام ہر زمان و مکان کے لئے آیا ہے اور ایسا کبھی نہیں ہو سکا کہ ہمیشہ اسلامی اصول پر معاشی توازن برابر رہا ہو اور استحصال منافع کی صلاحیت بھی یکساں نہیں ہوتیں اور کسی وجہ سے معذور یا محروم لوگوں کی ضروریات پوری کرنے یا انھیں کاروبار کی آسانیاں فراہم کرنے کے مواقع محدود تر ہوتے ہیں۔ عہد نبوی سے عہد فاروقی تک اسلامی حکومت اعلیٰ اسلامی تربیت یافتہ لوگوں کے ذریعے رقم زکوٰۃ وصول کرواتی، جمع کرتی اور تقسیم کرتی رہی پھر عہد عثمانی میں افراد خود ضرورتمندوں کو تلاش کرکے زکوٰۃ ادا کر دیتے تھے۔ اس لئے کہ زکوٰۃ کا اسلامی فرض ہمیشہ کے لئے باقی ہے اور ہر صاحب نصاب مرد و عورت پر فرض ہے۔ لہٰذا اللہ و رسول مالداروں کو حکم دیتے ہیں کہ تم اپنے مال میں سے اس رقم زکوٰۃ کو علیٰحدہ کرہی دو اس لئے کہ یہ میل کچیل ہے اور مانگنے والوں کو بھی اللہ و رسول خبردار کرتے ہیں۔ (اوساخ النّاس میں ہے) کہ زکوٰۃ کا مال میل کچیل ہے۔ لہٰذا واقعی ضرورتمندوں کے لئے حلال ہے۔ یہ ایسا طریقہ ہے جس سے واقعی مجبور انسان تو فائدہ اٹھا سکتا ہے اور دوسرے انسانوں کے لئے اس ارشاد میں خودداری و عزّت نفس کی تعلیم و تربیت[1] ہے۔

شریف ضرورتمند پرہیزگار لوگ ہو سکتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے ان حاجتمندوں کی صفت بیان فرمائی ہے۔

جو تکلیف برداشت کرتے رہتے ہیں مگر لوگوں کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتے اور لپٹ کر نہیں مانگتے لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ الخ ان فقراء کے لئے زکوٰۃ (مالی مدد) ہے جو اللہ کے راستے میں (کام انجام دینے کیوجہ سے) گھرے ہوئے ہیں (اپنی زندگی کی ضروریات محنت سے حاصل کرنے کے لئے وقت نہیں پاتے) زمین میں دوڑ دھوپ کر نہیں سکتے ان کی خودداری کو دیکھ کر نادان سمجھتا ہے کہ وہ غنی ہیں، تم انھیں دیکھ کر پہچان سکتے ہو (کہ وہ کس قدر تنگدست ہیں۔ انھیں خود جا کر دو کیونکہ) وہ ایسے

---

[1] زکوٰۃ کے بارے میں تفصیلات آگے ملیں گی۔

لوگ نہیں ہیں کہ لپٹ لپٹ کر لوگوں سے سوال کریں۔

اس بات پر مجھ سے بیعت کرلو کہ کسی سے کچھ نہیں مانگو گے

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے حزام یہ مال نہایت خوشنما اور میٹھا ہے جس نے دل کی بے نیازی کے ساتھ اسے لیا اسے برکت دی جائے گی اور جس نے حرص اور لالچ کیا وہ اس جیسا ہے جو کھاتا تو ہے

مالداروں کو حکم کہ خرچ کرتے رہیں اور ضرورتمندوں کو سوال سے منع کر دیا

مگر اس کا پیٹ نہیں بھرتا اور دینے والا اونچا ہاتھ لینے والے نیچے ہاتھ سے افضل ہے حکیمؓ بن حزام صحابی نے آنحضرتؐ کے اس ارشاد پر اس حد تک عمل کیا کہ خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے اپنے دور خلافت میں جب حکیم بن حزام کو ان کا حق دیتے تھے تو یہ لینے سے انکار کر دیتے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں میں اعلان کرتے تھے اے مسلمانو گواہ رہنا کہ میں حکیم بن حزام کو ان کا حق دیتا ہوں مگر وہ نہیں لیتے صحیح مسلم میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف الاشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہم ۹ آدمی یا سات یا آٹھ آدمی بیٹھے ہوئے تھے آپ نے فرمایا کیا تم لوگ اللہ کے رسول کے ہاتھ پر بیعت نہیں کرو گے ابن عوف کہتے ہیں کہ ہم لوگ آنحضرتؐ کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے۔ اس لئے عرض کیا اے اللہ کے رسول ہم تو آپ کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں۔ پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم لوگ اللہ کے رسول کے ہاتھ پر بیعت نہیں کرو گے

اب ان سب نے باری باری محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بیعت کے لئے ہاتھ بڑھائے اور عرض کیا کیا حکم ہے فرمایا اکیلے ایک اللہ کی عبادت کرنا کسی اور کو اس کا شریک ساتھی قرار نہ دینا پانچ نمازیں ادا کرنا ہر معاملے میں اللہ کے حکم پر چلنا اور آہستہ سے کان میں فرمایا لوگوں سے کچھ نہ مانگنا۔

دیکھئے صحابۂ کرام نے اس پر کتنا عمل کیا ؟ عبدالرحمٰنؓ بن عوف کہتے ہیں۔ اللہ کی قسم میں نے دیکھا ہے کہ اس ارشاد کے بعد صحابۂ کرام میں سے کسی کے ہاتھ سے اس کا کوڑا اگر جاتا تھا تو وہ دوسرے سے یہ نہیں کہتا تھا۔ کہ میرا یہ کوڑا مجھے اٹھا کر دے دو۔

سنن ابی داؤد میں صحیح سند ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی اس کا ضامن بنتا ہے کہ وہ کسی سے کچھ نہیں مانگے گا۔ تو میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے محمد رسول اللہ صلعم نے فرمایا جو کوئی جمع کرنے کیلئے لوگوں سے مانگتا ہے وہ آگ کا انگارا مانگتا ہے اب چاہے اپنے لئے زیادہ انگارے جمع کرے یا کم۔

جامع ترمذی میں حضرت سَمُرَۃؓ بن جُندُب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ محمد رسول اللہ صلعم نے فرمایا کسی سے کچھ مانگ کر سائل اپنے چہرے پر ایک خراش لگا لیتا ہے سوائے اس کے وہ سخت ضرورت کے لئے کسی سے کہے۔

حضرت اَبُوبِشر قُبَیصَہ رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم میں روائت ہے کہتے ہیں میں نے ایک شخص کی مالی ضمانت لے لی پھر اس رقم کی ادائیگی کے لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور زرِ ضمانت کا ذکر کیا آپ نے فرمایا زکوٰۃ کی رقم آنے تک انتظار کرو۔

تین آدمیوں کے لئے سوال کرنا جائز ہے

اس کے بعد فرمایا اے قُبَیصَہ تین آدمیوں کے سوا کسی اور کے لئے سوال کرنا حلال نہیں ہے۔ ایک (۱) وہ شخص جو فریقین میں صلح کرانے کے لئے کسی ایک کی طرف سے رقم ادا کرنے کا ضامن ہو گیا تو اس وقت تک اس کے لئے سوال کرنا حلال ہے جب تک زرِ ضمانت ادا نہ ہو جائے اس کے بعد سوال کرنا حلال نہیں ہے اور دوسرا (۲) وہ شخص جس کے تمام مال پر کوئی آفت آگئی اور سب تباہ ہو گیا۔ پھر جب تک اس کی ضرورت پوری ہو جانے کا انتظام نہ ہو جائے اس وقت تک سوال کرنا اس کے لئے حلال ہے اس کے بعد حلال نہیں ہے تیسرا (۳) وہ شخص جس پر فاقے کی نوبت آگئی ہو اور

تین سمجھدار یہ کہہ دیں کہ یہ تنگی میں مبتلا ہے اس وقت تک اس کے لئے حلال ہے۔

اگر کوئی شخص بھوک کی شدت میں مبتلا ہے اور کسی باغ سے گزر رہا ہے تو اس کو صرف اسی قدر شرعاً اجازت ہے کہ وہ باغ کے پھل وغیرہ سے اپنا پیٹ بھر کر خالی ہاتھ باغ سے باہر آجائے کوئی ایک میوہ بھی باغ سے باہر نہ لے جائے۔

اسلام خوددار اور باعزّت معاشرہ تیار کرنا چاہتا ہے

اور ہر مسلمان مرد و عورت کو خوددار رہنے اور باعزت روزی حاصل کرنے کا حکم دیتا ہے۔ مندرجہ بالا قرآن اور حدیث (جس سے مراد سنّت محمد کی تصریحات ہے۔

ظاہر ہوگیا ہے کہ سوال کرنا حلال نہیں ہے اور کسی کا نقصان کرکے یا اللہ و رسول کی نافرمانی کے ذریعہ معاش حاصل کرنا بھی حلال نہیں ہے بلکہ محنت کرکے جائز اور پاک کمائی دنیا کی سب سے عمدہ غذا ہے اور چونکہ اسلامی ریاست اللہ تعالےٰ سارے جہانوں کے پالنے والے کی مخلوق پر حکمراں ہے اس لئے وہ مکلّف ہے کہ نہ صرف مسلمان بلکہ غیر مسلم حضرات بھی اللہ و رسول کے مقررہ عدل و رحمت کے مستحق ہیں بلکہ مویشی اور بلی اور کتے بھی مذہبی اعتبار سے مسلمانوں کی مہربانی اور انسانیت کا ثبوت دینے والے برتاؤ کے حقدار ہیں۔

حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر جاندار پر مہربانی اور اس کی حاجت روائی پر اجر ہے۔ آنحضرت علیہ السلام نے خبر دی کہ ایک فاحشہ عورت نے راستے میں ایک کتّے کے حلق میں پانی ڈال دیا تو اس کی بخشش ہوگئی۔ اور ایک عورت نے بلّی کو عذاب دیا اور بھوکا مارا اس لئے وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گی ایک طرف افراد معاشرہ کو اسلام کی یہ تعلیم اللہ کے بھیجے ہوئے رسول برحق نے انسانی دلوں میں ایسی بٹھادی اور اس پر عمل کروادیا کہ پھر انھیں لوگوں نے دنیا بھر کو رحمت انصاف و انسانیت کا اور زر و زور کی طاقتوں کا صحیح استعمال سکھایا۔ جب اس تعلیم و تربیت پر عمل کرنے والوں نے زمام حکومت اپنے ہاتھوں میں لے لی تو اللہ و رسول کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل کیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر شہری معاشی اعتبار سے مطمئن ہوگیا خود کفیل اور باعزت بن گیا اور اللہ اور اللہ کے رسول کی ہدایات و مرضی پر قائم ہونے والی اسلامی ریاست کا سچّا اور پکّا وفادار اور بلاحیلہ و حجت اطاعت

گذار بن گیا میرے نزدیک بنیادی مسئلہ قرآن وسنت محمدؐ کے مطابق بس ایک مذہب کے نام سے اعلیٰ تعلیم وتربیت، افراد معاشرہ کا واحد علاج ہے کہ اس تدبیر سے اور اسی طرز عمل سے ہر عہد اور مرتبہ والے افراد معاشرہ ایک دل ایک زبان اور بڑی حد تک ایک رائے ہو سکتے ہیں غرض اللہ تعالےٰ اور رسولؐ نے لوگوں سے مانگنے اور ان کا مال ناحق حاصل کرنے سے منع کردیا محنت ومشقت کی روزی کو باعزت قرار دیا۔ جرائم پر سخت سزائیں مقرر کیں۔ مانگنے والے ہاتھ کو کمتر اور دینے والے ہاتھ کو برتر قرار دیا زکوٰۃ کو لوگوں کا میل کچیل ثابت کیا۔ اس طرح مالدار اگر سچا مسلمان ہے تو وہ اپنے مال کو میل کچیل سے پاک کرنے کی فکر میں رقم زکوٰۃ نکال دے گا۔ اور زکوٰۃ کے مال پر کوئی سچا اور معقول تربیت پایا ہوا مسلمان نگاہ نہیں کر سکتا اس لئے کہ وہ میل کچیل ہے۔

زکوٰۃ فرض مالی عبادت ہے پھر ایسا نہیں ہے کہ جو چاہے زکوٰۃ دیدے جو نہ چاہے نہ دے بلکہ ایمان وعمل پر تربیت یافتہ مسلمان سچائی سے پوری پوری رقم بیت المال میں خود بخود داخل کردیں گے اور ناتربیت یافتہ اور صرف نام کے مسلمان زکوٰۃ ادا کرنے سے بچ جانے کے حیلے بہانے تلاش کریں گے مگر اللہ تعالےٰ کا قانون یہ ہے

زکوٰۃ کسی کا کسی پر احسان نہیں ہے بلکہ اللہ کا حق ہے صحیح مسلم نسائی ترمذی مسند احمد میں ہے کہ حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن بھیجتے ہوئے اسلام کی تعلیم دینے کا طریقہ سکھایا اور فرمایا فَاَخبِرھُم اَنَّ اللہَ تعالیٰ فرضَ علیھم زکوٰۃً تؤخَذُ مِنْ اغنیائِھم وتُرَدُّ علیٰ فُقَرَائِھِم الخ پھر ان لوگوں کو خبر دو کہ اللہ نے ان پر زکوٰۃ فرض کردی ہے ان کے مالداروں سے لی جاتی ہے اور انھیں میں سے حاجتمندوں کو دی جاتی ہے اور اے معاذ جب وہ (تمھاری تعلیم سے) زکوٰۃ ادا کرنے پر آمادہ ہو جائیں تو ان کے مال میں سے چھانٹ چھانٹ کر بہت عمدہ لینے کی کوشش نہ کرنا اور مظلوم کی بددعا سے بچنا۔ مظلوم کی بددعا کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت محمدؐ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلافت کا کام سنبھالا تو بعض قبائل عرب میں ارتداد کا فتنہ اُٹھا اور بعض لوگوں نے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے جہاد کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو عمر فاروقؓ نے کہا کس طرح تم زکوٰۃ نہ دینے والوں سے لڑو گے رسول اللہ صلعم نے فرمایا تھا کہ جس نے لا الٰہ اللہ محمد رسول اللہ کہہ دیا تو اس نے اپنی جان اور مال محفوظ کرالیا سوائے اس کے کہ وہ حدود اللہ کی حرمت توڑے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم میں اس سے ضرور جہاد کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا۔ اس لئے کہ یقیناً زکوٰۃ اللہ تعالےٰ کا مالی حق ہے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں واللہ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ اللہ نے ابوبکر کا سینہ حق کے لئے کھولدیا ہے۔

سورۂ توبہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ پھر اگر وہ لوگ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو وہ تمھارے دینی بھائی ہیں۔

اور سنن ابی داؤد میں ہے رسول اللہ صلعم نے فرمایا یقیناً زکوٰۃ اللہ تعالیٰ نے اسی لئے فرض کی ہے لِيُطَيِّبَ مَا بَقِيَ مِنْ أَمْوَالِكُمْ تاکہ تمھارے تمام مال پاک کردے اور مسند بزّار میں ہے إِنَّ مِنْ تَمَامِ إِسْلَامِكُمْ یقیناً پوری طرح اسلام پر تمھارے قائم ہو جانے (کا ثبوت یہ ہے کہ) تم اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا کرو۔

زکوٰۃ

زکوٰۃ کے معنی جب غلے کی پیداوار زیادہ ہو اس میں نُمو اور برکت ہو تو عربی زبان میں اس کے لئے زکا الزرع کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور تزکیہ نفس کے معنیٰ ہیں نفس کو نیکیوں پر پروان چڑھانا ترقی دینا پاک کرنا (المفردات للراغب ؒ)

قرآن حکیم میں ہے یَمْحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقَاتِ۔ اللہ تعالیٰ سود کو غارت کر دیتا ہے مٹا دیتا ہے اور صدقات کو (خیر خیرات اور زکوٰۃ کو) بڑھاتا ہے۔ صحیح بخاری میں ہے بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ الخ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اس بات کی گواہی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور روزے رمضان کے رکھنا اور حج کرنا۔

زکوٰۃ کی تعریف اسلامی زبان میں زکوٰۃ سے وہ رقم نقد یا گائے بکری بھینس اونٹ کی تعداد اور غلہ اور چاندی اور سونا مراد ہے جو صاحب نصاب مرد یا عورت نے اللہ کا حق اور حکم سمجھ کر ادا کیا (جس کے پاس ایک سال یا تقریباً ایک سال تک ۵۲ روپیہ نقد یا ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا ۲۰ من ایک سیر ۶ چھٹانک گیہوں یا چاول یا پانچ اونٹ یا ۳۰ گائیں یا ۳۰ بھینسیں یا ۴۰ بکریاں رہیں یا بینک میں یا کسی کے پاس اس کی مذکورہ بالا رقم اور اشیاء موجود ہوں یا تجارت کا مال ہو تو ایسا شخص صاحبِ نصاب کہلائے گا۔ اور قابل زکوٰۃ اشیاء پر جو رقم یا اشیاء غلہ وغیرہ یا مویشی قرآن اور محمد رسول اللہ کی تعلیم کے مطابق ادا کرنا فرض ہے اسی رقم یا تعداد مویشی یا مقدار غلہ کو یا چاندی سونے کی مقدار کو زکوٰۃ کے لفظ سے تعبیر کریں گے اور اس کو ادا کرنے کے بعد صاحب مال کا مال پاک ہو گیا اور ترقی کے قابل ہوا۔

زکوٰۃ کی حقیقت زکوٰۃ مالی عبادت ہے زکوٰۃ ہر شہر کے مسلمانوں کے لئے بین الاسلامی امداد باہمی کا خاص الٰہی

طریقہ ہے اور اس لئے زکوٰۃ وصول کرنا اور وصول کرنے کا طریقہ اور انھیں ۸ مدّات میں تقسیم کرنا (جس میں فی سبیل اللہ کی مد اپنے اندر وسعت اور تجوّز رکھتی ہے) صرف اللہ تعالیٰ کے حکم اور محمد رسول اللہ کے طریقے پر جائز ہوگا۔ یعنی یہ حلال نہ ہوگا کوئی شخص یا شخصیت زکوٰۃ کی آٹھوں مدّات کو جسے چاہے دیدے یا جس طرح چاہے اس میں تصرف کرے۔ اس کے لئے قرآن حکیم میں ہے زکوٰۃ کی تقسیم خود اللہ تعالیٰ نے کر دی ہے اور محمد رسول اللہ کو حکم دیا ہے۔ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا۔ اے محمد تم اُنکے مالوں میں سے زکوٰۃ لو ایسا کرکے تم انھیں پاک اور قابل ترقی کردوگے اور اس آیت کو سامنے رکھ کر یہ کہنا چاہئے کہ زکوٰۃ کی تقسیم کا سب سے بہتر طریقہ یہی ہے کہ اسلامی ریاست اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق اللہ تعالیٰ کے رسول کے طریقے پر جمع کرے اور انھیں آٹھ مدات میں خرچ کرے جن کی تصریح قرآن حکیم نے کر دی ہے۔ زکوٰۃ جماعتی نظام کو مستحکم رکھنے کا ذریعہ ہے اور دوامی فرضیت وحیثیت رکھتا ہے۔

اور اسلامی مزاج کے مطابق حالات نہ ہوں تو افراد مرد و عورت اپنے اموال کی زکوٰۃ خود ادا کریں

زکوٰۃ کی ایک مد فی سبیل اللہ ہے اور اس میں وسعت اور گنجائش ہے کہ مدات کے علاوہ کسی مذہبی کام میں یا کبھی ہنگامی ضرورت پیش آئے تو اس امر کو ملحوظ رکھتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے کاموں کے سوا ہرگز خرچ نہ ہوگی۔ مثلاً فرض کر لیا جائے کہ کوئی مصیبت بہت پھیل گئی ہے جس سے اسلام اور مسلمانوں کا متاثر ہونا یقینی ہے تو پھر اگر دوسری بعض مدات میں خرچ کی ضرورت نہیں ہے تو فی سبیل اللہ کی مد کے علاوہ بھی فالتو رقم بلوئی عام پر صرف کی جا سکتی ہے۔ اور صرف ۸ مدات کے سوا اور کسی جگہ زکوٰۃ کی رقم کو خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔

بین الاسلامی امداد باہمی کا مستقل انتظام

زکوٰۃ بین الاسلامی امداد باہمی کا مستقل اور دوامی انتظام ہے۔

جو محض کسی ہنگامی اور اتفاقی آفت اور ضرورت کی پیداوار نہیں ہے بلکہ ہمیشہ ہر حال اور

ہر مقام میں اس نظام کی فوری توجہ کا مرکز ہمیشہ وہی لوگ رہے ہیں جو کسی نہ کسی مصیبت میں پھنس کر فقراء و مساکین کہے جا سکتے ہیں۔ مثلاً مفلسی، قرضداری، قید، غلامی، مالی ضمانت میں گرفتاری اور ضعیفی اور نابالغی کی وجہ سے اپنی روزی کمانے سے معذوری اور اسلامی خدمات میں واقعی مصروف رہنے والے اور اچانک آفت رسیدہ وغیرہ

زکوٰۃ کے مصارف

قرآن حکیم سورۂ توبہ میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ اور قارئین حضرات کو معلوم ہو گا کہ اِنَّمَا حصر کے لئے آتا ہے لہٰذا معنی یہ ہوں گے۔ " اس کے سوا کچھ نہیں کہ صدقات (زکوٰۃ کے مال) فقراء کے لئے ہیں (جو صاحب نصاب نہ ہوں) اور مساکین کے لئے ہیں (جن کے پاس کچھ بھی نہ ہو) اور زکوٰۃ کی تحصیل کا کام کرنے والوں کے لئے اور جن کی خاطر داری مقصود ہے (جو مسلمان ہونے کے بعد مفلس ہو گئے یا اس لئے اسلام قبول نہیں کرتے کہ محروم ہو جائیں گے) اور گردنوں کو (قید غلامی سے) چھڑانے کے لئے ہیں اور جن پر تاوان آتا ہو ان کے لئے اور اللہ کی راہ کے لئے اور مسافروں کے لئے ہیں (جو مفلس ہو گیا ہو سفر میں) یہ اللہ کی طرف سے فرض ہے اور اللہ تعالےٰ بڑا علم والا اور حکمت والا ہے۔"

مقدار زکوٰۃ

مولانا عبدالسلام بستوی نے چاندی سونے اور نقد روپے کا نصاب لکھا ہے۔" مسند احمد صحیح بخاری و مسلم میں محمد رسول اللہ صلعم کا ارشاد ہے لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ اَوَاقٍ مِّنَ الْوَرِقِ صَدَقَةٌ ۔ چاندی کے پانچ اوقیہ (دو سو درہم) سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے اور نہ پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ ہے اور نہ غلے میں پانچ وسق سے کم میں صدقہ (زکوٰۃ) عشر ہے مولانا عبدالسلام بستوی نے آگے لکھا ہے کہ ایک درہم مثقال کا ۷/۱۰ حصہ ہوتا ہے اور ایک مثقال ساڑھے چار ماشے کا ہوتا ہے اور ۱۲ ماشہ کا ایک تولہ ہوتا ہے تو دو سو درہم کے ساڑھے باون تولے ہوئے۔

اور ساڑھے باون تولے میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ کا ایک تولہ چار ماشہ ہوا۔"

مولانا عبدالسلام بستوی موجودہ حساب کے مطابق نقد روپے میں سے زکوٰۃ کی مقدار بتلاتے ہیں "ہندوستانی انگریزی روپے کے حساب سے ساڑھے باون روپے ہوئے اور ساڑھے باون روپے میں ایک روپیہ پانچ آنہ کے قریب قریب زکوٰۃ ہے اور ایک سو روپے میں دو روپے دس آنے ہیں اسی میں زیادہ احتیاط ہے۔ سونے کا ادنیٰ نصاب ۲۰ دینار ہے ایک دینار ساڑھے چار ماشے کا ہوتا ہے تو بیس دینار کے ساڑھے سات تولے ہوئے اور ساڑھے سات تولہ میں چالیسواں حصہ سوا دو ماشہ سونا یا سوا دو ماشہ سونے کی قیمت جو اس وقت کے بھاؤ کے مطابق ہو۔

یہ واضح رہے کہ غلہ ہو یا مویشی یا سونا چاندی اور نقد روپیہ اگر وہ مقدار نصاب سے کم ہے تو اس کی زکوٰۃ ادا کرنا فرض نہیں اگر پرہیزگاری کے طور پر ادا کر دی جائے تو اپنی مرضی ہے اور باعث اجر ہے۔

غلے کا نصاب

حدیث میں غلے کا نصاب پانچ وَسَق ہے اور مولانا عبدالسلام بستوی لکھتے ہیں ایک وَسَق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع دو سیر دس چھٹانک کا ہوتا ہے انگریزی اسّی روپے بھر کے سیر کے حساب سے ایک وَسَق چار من چھ چھٹانک کا ہوتا ہے اور پانچ وسق کے چالیس سیر کے من کے حساب سے بیس من ایک سیر ۶ چھٹانک کا ہوتا ہے۔

ہر مرد و عورت مسلمان پر زکوٰۃ فرض ہے جبکہ صاحب نصاب ہو!

اور اس غلہ مویشی نقد روپے اور چاندی سونے یا چاندی سونے کے زیور پر خواہ وہ رکھا رہے یا استعمال میں رہے ایک سال یا تقریباً ایک سال گزر گیا ہو۔ اپنی بنیادی ضرورتوں سے وہ نصاب زیادہ ہو اور قرض واجب اگر ہو تو اس کی ادائیگی کے بعد نصاب بچ رہے۔

چاندی سونے کے برتن

چاندی سونے کے برتن بنانا بیچنا خریدنا اور ان کو استعمال کرنا حرام ہے اس لئے کہ اسلام کسی زمان و مکان میں انسانوں کو اور خاص طور پر مسلمانوں کو اتنے تعیش کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ چاندی سونے

کے برتنوں میں کھانے لگیں یا نمائش اور فخر کے لئے ان سے اپنا گھر سجائیں۔ دیواروں اور دروازوں کے لئے آرائشی پردے بنائیں اسلام تو اس کی حمایت میں بھی نہیں ہے کہ فخر کے لئے اونچی اونچی عمارتیں بنائی جائیں اور کپڑوں اور بستروں کا انبار جمع رہے اور مخلوق کے کام نہ آئے۔

عیش پرستی میں مقابلے

کیونکہ اس طریق زندگی سے انسانوں اور انسانوں کے درمیان عیش پرستی میں زیادہ سے زیادہ آگے بڑھ جانے میں مقابلے جب شروع ہو جاتے ہیں تو ختم نہیں ہوتے خوشحال حقوق العباد سے غافل رہتے ہیں اور محروم لوگ عیش پرستوں کو دیکھتے ہیں اور دل میں یہ حسرت رکھتے ہیں کہ ہم کو موقع ملے تو اتنا ہی اور اس سے زیادہ ساز وسامان جمع کریں۔ حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیواروں کو کپڑے نہ پہناؤ آرائش کے لئے دروازوں کو کپڑے نہ پہناؤ چھت کو کپڑے نہ پہناؤ ایک بستر تمہارا ایک ایک بستر تمہارے ہر بچے کا اور ایک یا ضرورت بھر مہمان کا اور جو ذخیرہ اس سے زیادہ ہو وہ شیطان کا ہے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے شاہان بنی امیہ کے محلوں کے فرنیچر نیلام کروا کے رقم بیت المال میں داخل کی۔

غرض ایک طرف عیاشی اور دوسری طرف افلاس معاشرہ میں اموال کے ذخیروں کی بنیاد پر مکروہ طبقاتی تقسیم اور تخریبی انقلاب کا ذریعہ ہوتا ہے یقیناً اسلام اس نظام مساوات کے خالی خولی اعلان کا حامی نہیں ہے جو عملی طور پر کہیں نظر نہیں آتا۔

اسلامی مالی مساوات کی حقیقت

بلکہ اسلام دنیا کے کسی حصے میں بھی غیر مضرت رساں مالی اعتبار سے فرق برداشت کر لیتا ہے مگر اپنے پاکیزہ اصولوں سے بین الطبقاتی تعاون و محبت و ہمدردی کی بنیادیں ہر دل میں قائم کر دیتا ہے۔

تمام انسانوں کو ذہنی اور عملی تربیت

اسلام دولت علم وہنر اور کسی بھی طاقت اور تسلط کو تکبر، فخر، بڑائی اور کسی کی حق تلفی کے انجام سے ڈراتا ہے اور اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود کو توڑنے پر غریب امیر حاکم اور محکوم جاہل اور تعلیمیافتہ سب کو یکساں سزا دلواتا ہے۔ غریب امیر حاکم رعایا جاہل اور تعلیمیافیہ سب کو پانچ وقت ہر محلے کی مسجد میں برابر برابر کھڑا کرتا ہے اور اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ لوگوں کو خواتین اور بیٹے اور ڈھیروں کے ڈھیر ذخیرے سونے اور چاندی کے اور (ریوڑ) مولیشیوں کی اور کاشت (ان تمام اشخاص واشیا رمال ومتاع نے لبھالیا ہے (انھیں بیحد پسند ہیں) اور اس کے آگے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ذَٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِندَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ۔ یہ سب چیزیں جیتی زندگی کا سرمایہ ہیں اور (حقیقت میں) بہترین فائدے تو اللہ ہی کے پاس ہیں۔ قارئین غور فرمائیں کہ خوشی یا رنج ایک احساس کے سوا اور کیا ہے ؛ اور جب اسلام حقیقی اور ابدی خوشیوں کی فکر اور حقیقی وطن کی محبت ذہنی اور عملی طور پر دلوں میں جاگزین کردیتا ہے اور حقیقی عزّت اور برتری تقویٰ والی زندگی کو عطا کرتا ہے تو یہ مقدّس تعلیم تسلط اور غلبے کے مالک اور مال ومتاع کے مالکوں کا سر جھکا دیتی ہے۔ ان کی طاقتوں کو معاشرے میں پھیلا دیتی ہے اور بلند مقاصد میں لگا دیتی ہے۔ مختصر معاش پر قناعت کرنے والے لوگوں کو مطمئن کرتی ہے اور بلند اسلامی مقاصد کے لئے تمام افراد معاشرہ کو ایک دل ایک، زبان اور ایک مقصد بنا سکتی ہے اور معاشی کشمکش باہمی بغض بڑھاتی اور تخریب کا سبب بنتی ہے

غلّے کی زکوٰۃ

اوپر عرض کیا جا چکا ہے کہ غلہ اگر کسی کے پاس ۲۰ من ایک سیر ۶ چھٹانک سے کم پیدا ہوا ہے تو اس میں زکوٰۃ نہیں ہے اور اگر وہ غذائی اجناس جو طبعاً صلاحیت رکھتی ہیں کہ ذخیرہ رہیں مثلاً گیہوں چاول دالیں مذکورہ مقدار میں

آسمانی بارش سے سیراب کرکے حاصل ہوئی ہیں تو ان کا دسواں حصہ زکوٰۃ میں دیدیا جائے گا اور اگر انسانی محنت سے کھیتوں کو سیراب کیا گیا ہے۔ تو ایسی صورت میں نصاب کامل ہونے پر بیسواں حصہ زکوٰۃ میں دیا جائے گا قرآن حکیم میں ہے وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ غلّے کے کاٹے جانے کے دن اس کی زکوٰۃ ادا کردو (صفائی کرانے کے بعد)

مویشی کی زکوٰۃ

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے

پانچ اونٹوں پر ایک بکری

دس اونٹوں پر ۲ بکریاں

۱۵ " " ۳ "

۲۰ " " ۴ "

اس سے زیادہ تعداد میں اونٹوں پر ان کے بچے زکوٰۃ میں دئے جائیں گے۔ ۳۰ گایوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے اور تیس گائیوں اور بھینسوں پر ایک سالہ بچھڑا نر یا مادہ جو دوسرے سال میں لگا ہو الخ

۴۰ بکریوں بھیڑوں پر ایک بکری ایک سو بیس بکریوں تک الخ مویشیوں کی زکوٰۃ فرض ہے جبکہ جنگل میں چرتے ہوں اور گھروں میں انھیں نہیں پالا گیا ہو اور گھریلو ضرورت سے زیادہ ہوں نصاب سے کم نہ ہوں اور ایک سال گزر گیا ہو۔

روزہ

روزہ اسلام کا چوتھا رکن ہے جسے اللہ تعالےٰ نے قرآن حکیم میں صَوم اور اس کی جمع صِیَام دونوں لفظوں سے تعبیر فرمایا ہے عربی زبان میں صوم کسی کام سے یا کھانے پینے سے رُک جانے باز رہنے کے معنی میں آتا ہے۔

اور جب یہ کہا جائے کہ صَامَت الشّمسُ اور صام النّہارُ تو معنیٰ یہ ہوں گے کہ سورج ٹھیک دوپہر کے وقت اپنے مقام عروج پر پہنچ گیا اور جب ہم انسانی نفسیات کی گہرائیوں میں صَوم یا روزے کی تاثیر کا جائزہ لیتے ہیں تو سمجھ میں آجاتا ہے کہ اسلامی طریقے پر روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس میں قوت ایمان کے مقام عروج پر پہنچ جانے کی وجہ سے انسان کی باطنی خوبیاں مثلاً قوۃ ارادی برداشت کی طاقت عہد و میثاق پر پابندی اور دوسرے اوصاف ترقی کرتے ہیں۔

اور روزوں کی یہ سالانہ مشق انسانی سیرت کو سنوارنے اور نکھارنے میں بڑی مددگار ثابت ہو سکتی ہے۔ کیونکہ ایک روزہ دار سال کے بارہ مہینوں میں سے ۳۰ دن مسلسل صبح صادق سے پہلے اپنے اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے روزہ رکھنے کا عہد کرتے ہی کھانے پینے وغیرہ کی تمام حلال چیزیں اپنے اوپر غروب آفتاب تک حرام کر لیتا ہے اور اسی طرح چند روزے مسلسل رکھنے کے بعد دن میں کھانے کے مخصوص اوقات میں اول تو غذا کی ضرورت اسے زیادہ محسوس نہیں ہوتی دوسرے افطار و سحری کے اوقات میں اس کی غذا کی مقدار کم ہونے لگتی ہے۔

روزے میں بلاشبہ ضعف محسوس ہوتا ہے اور غذا کے تقاضے بھی اُبھرتے ہیں مگر اللہ تعالےٰ سے کئے گئے عہد و ایمان کی طاقت سے دبا دئے جاتے ہیں اور وہ قوم یقیناً ایک ایماندار قابلِ اعتماد بہادر قوم ہے اور باعزت رہ کر زندہ رہنے کی سب سے زیادہ حقدار ہے۔ جس کے مرد و عورتیں اور نوجوان ہر سال میں ایک ماہ مسلسل بھوک پیاس کی سختیاں آسانی سے

جھیل سکتے ہیں۔ جو جاڑے گرمی اور بارش کے تینوں موسموں میں ماہ صیام آتے ہی پچھلی راتوں سے آرام کی میٹھی نیند اور نرم بستر کو اپنے اللہ سے عہد و میثاق کی خاطر چھوڑ دیا کرتے ہیں پھر ان لوگوں کی حقیقی خوشی کون چھین سکتا ہے جو خود اپنی خوشی سے اللہ کی بلا حیلہٗ و حجت اطاعت کے جذبے سے لذیز چیزوں کی موجودگی میں غذا کے فطری تقاضوں کا منہ موڑ دیتے ہیں انسان کو انھیں مقدس اوصاف پر قائم اور ثابت قدم رکھنے کے لئے اور خاص طور پر اپنے اللہ کے اطاعت گذار مسلمانوں کو مضبوط کردار اور دوامی زندگی بخشنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے روزے فرض کئے ہیں۔

مندرجہ ذیل آیات میں رمضان کے روزوں کی فرضیت نہائت موثر اسلوب میں اللہ تعالےٰ نے بیان فرمائی ہے اور بیمار و مسافر اور معذور لوگوں کو آسانیاں بھی دی گئی ہیں جن کی تفصیلات قارئین حضرات کو معلوم ہیں۔

سورۂ بقرہ آیتہ (۱۸۳) پ۲ میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

(۱) یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ○

اے ایمان والو تم پر روزے فرض کئے گئے جس طرح ان لوگوں پر فرض کئے گئے جو تم سے پہلے گزرے ہیں (یہ روزے) گنتی کے چند دن ہیں (۲۹ یا ۳۰ روز)

(۲) مسافر اور بیمار کے لئے آسانی۔

فَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَّرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ۔

پس تم میں سے جو کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو تو (یہ) گنتی دوسرے دنوں میں پوری کرنا (فرض ہے) (بیماری ایسی جس میں روزہ رکھنے سے مرض زیادہ ہو جاتا ہو یا

اس کا اندلیشہ ہو تو روزے قضا کئے جا سکتے ہیں اور جس مسافر کو سفر میں برداشت نہ ہونے کا اندلیشہ ہو وہ بھی روزے قضا کر سکتا ہے۔ مسافر کی صحت اور حالات پر منحصر ہے صحابہ کرام میں بعض تو روزے رکھ لیتے تھے بعض قضا کر لیتے تھے قرطبی رحمۃ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا ارشاد اور جمہور علماء کا اتفاق اس پر لکھا ہے کہ اس سفر میں روزے قضا کئے جا سکتے ہیں جس کی مسافت تین دن ہو۔

(۳) بوڑھے مرد اور عورتیں اور ناتوان لوگوں کے لئے آسانی

وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ — اور ان لوگوں پر جو روزے رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے ان پر ایک مسکین (نادار مفلس) کا کھانا فدیہ ہے (ہر روزے کے بدلے میں)

تاج العروس لغتہ میں ہے۔

هُوَ اِسْمٌ لِمِقْدَارِ مَا يُمْكِنُ اَنْ يَفْعَلَهُ بِمَشَقَّةٍ — مراد یہ ہے کہ مشکل سے اور مشقت برداشت کر کے کام کر سکتا ہو اور ابوالقاسم حسین ابن الفضل الاصفہانی

مفردات میں لکھتے ہیں۔ الطَّاقَةُ اِسْمٌ لِمِقْدَارِ مَا يُمْكِنُ لِلْاِنْسَانِ اَنْ يَفْعَلَهُ بِمَشَقَّةٍ (ترجمہ) طاقت نام ہے اتنی سکت اور مقدرۃ کا جس سے انسان کے لئے مشقت برداشت کر کے کوئی کام انجام دینا ممکن ہو اور صرف میں سلب ماخذ کے اصول سے يُطِيقُونَ کے معنیٰ "طاقت نہیں رکھتے" کے لئے جاتے ہیں بہر صورت جن لوگوں میں روزے برداشت کرنے کی واقعی سکت نہیں ہے تو ان پر ہر روزے کے بدلے میں ایک مسکین کا ایسا کھانا فدیہ میں دینا لازم ہے۔ جیسا کھانا وہ خود کھاتے رہتے ہیں۔ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ بیمار نہیں ہیں جن کا ذکر اوپر آچکا ہے حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس سے مراد وہ سن رسیدہ بوڑھے مرد اور عورتیں ہیں جو بوجہ ضعف پیری روزے نہیں رکھ سکتے ہیں۔

پورے مہینے کے روزے فرض ہیں

آگے اسی رکوع میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (ترجمہ) "تم میں سے جو کوئی اس مہینے کو پائے تو وہ (اس مہینہ بھر) روزے رکھے۔" مطلب صاف ہے کہ جب رمضان المبارک کا چاند نظر آگیا تو ماہ رمضان شروع ہو گیا لہٰذا جو کوئی اس مہینے کو پائے وہ اس مہینہ بھر روزے رکھے اور سوائے ان لوگوں کے جنہیں اللہ و رسول نے معذور قرار دیا ہے ہر مسلمان مرد و عورت پر پورے مہینے کے روزے فرض ہیں۔

دور دور کے شہروں اور ملکوں میں چاند نکلنے کی تاریخ میں اختلاف ہو سکتا ہے

اور اس لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ دنیا بھر میں ایک ہی دن رمضان شروع ہو اور اور ایک ہی دن سب انسان عید کریں

صحیح مسلم شریف باب اِنَّ لِكُلِّ بَلَدٍ رُؤْيَتَهُمْ میں ہے حَدَّثَنَا يَحْيَى الخ عن كُرَيْبٍ اَنَّ اُمَّ الْفَضْلِ بِنْتَ الْحَارِثِ الخ اس حدیث میں معلوم ہوا ام الفضل رض بنت الحارث نے کریب کو اپنے کسی کام کے لئے شام بھیجا وہ شام پہنچے اور انھوں نے وہ کام انجام دیا (جس کے لئے ام الفضل نے انھیں بھیجا تھا غرض کریب نے) جمعہ کی شب کو رمضان کا چاند شام میں دیکھا اور رمضان کے آخری دنوں میں مدینہ واپس آئے کریب کہتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ تم نے چاند کب دیکھا تھا؟ میں نے عرض کیا ہم لوگوں نے (شام میں) جمعہ کی شب کو چاند دیکھا تھا۔ فرمایا، خود تم نے چاند دیکھا تھا؟ میں نے کہا کہ میں نے اور سب لوگوں نے دیکھا سب نے روزہ رکھا۔ اور معاویہؓ نے بھی رکھا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم لوگوں نے (مدینہ میں) ہفتے کی شب کو چاند دیکھا ہے اس لئے ہم برابر تیس روزے رکھیں گے سوائے اس کے کہ ۲۹ رمضان کو عید کا چاند نظر آجائے۔ پھر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ (سید المفسرین) نے فرمایا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایسا ہی حکم دیا ہے۔

رمضان کی فضیلت

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ الخ سورۂ بقرہ میں ہے۔ رمضان ہی وہ مہینہ ہے جس میں قرآن اُتارا گیا لوگوں کے لئے اللہ کا راستہ ظاہر کر دینے کے لئے اور حق و باطل میں فرق کر دینے کے لئے بیہقی میں ہے حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے انسانوں تم پر بڑے عظمت والے مہینے کا سایہ کیا گیا ہے۔ برکت والا مہینہ ہے اس مہینے میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ماہ رمضان کے روزوں کو فرض کیا رات کا قیام اور تراویح کو نفل کیا ہے

اللہ تعالیٰ کی جناب میں قربت کی سعادت حاصل کرنے کے لئے جو کوئی اس مہینے میں اللہ کی پسندیدہ عادت اور نیکی پر عمل کرے تو اس نفل کا اس کو اتنا ثواب ملتا ہے جتنا دوسرے مہینوں میں فرض ادا کرنے پر ثواب ملتا ہے اور جس نے اس مہینے میں فرض کو (بحسن وخوبی) ادا کیا تو اس کو اس فرض پر اتنا ثواب ملتا ہے جتنا دوسرے مہینوں میں ستّر فرض ادا کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ یہ صبر کا مہینہ ہے یہ ہمدردی کا مہینہ ہے الخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مہینے میں فیاضی سخاوت کو پسند فرماتے تھے۔

لَیلۃُ القدر جس کسی نے (رمضان کی ۲۱ ویں۔ ۲۳ ویں۔ ۲۵ ویں۔ ۲۷ ویں ۲۹ ویں) راتوں کو اللہ پر یقین واجر کی امید سے قیام کیا (اور لَیلۃُ القدر کو پالیا) تو اس کے سارے گناہ بخش دئے جائیں گے اور جس نے رمضان کے تمام روزے اللہ پر ایمان اور جزا کی امید پر رکھے تو اس کے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

رمضان سے پہلے استقبال کے لئے ایک دو روزے نہیں رکھنے چاہئیں۔ مسند احمد اور سنن ابی داؤد میں ہے لَاتَقَدَّمُوا الشَّهْرَ بِصِيَامِ يَوْمٍ وَلَا يَوْمَيْنِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان سے پہلے ایک یا دو روزے نہ رکھا کرو۔

روزہ ڈھال ہے حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ مَالَمْ تَخْرِقْهَا الْغِيْبَةُ روزہ ڈھال ہے جب تک غیبت اسے چھلنی نہ کردے (سوراخ نہ کردے)

اسلام کا ایک بڑا مقصد یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کا جماعتی نظام مستحکم رہے ان کے آپس میں ایک دوسرے پر اعتماد ہو ہر شخص دوسرے کے لئے بھلائی چاہے ہر ایک دوسرے کا جائز حق تسلیم کرے۔ کوئی کسی کی حق تلفی نہ کرے اور غیبت کی وبا اسی قوم اور معاشرے میں پھیل جاتی ہے جہاں حق اور انصاف اور

سچائی کا کھلے دل سے اقرار نہیں کیا جاتا اور حق تلفی خود غرضی اور جماعت میں بدنظمی پھیل جاتی ہے اور افراد کی اخلاقی جرائت کمزور پڑ جاتی ہے حالانکہ قومی توانائی دولت اور فنی علوم سے بہت زیادہ افراد کی اعلیٰ ذہنی اور عملی تربیت اور اس کی باطنی طاقتوں کے صحیح طور پر بروئے کار آجانے پر منحصر ہے اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ قرآن حکیم میں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات سے غیبت کو بدترین گناہ قرار دیا ہے اور یقیناً اسی حرکت کو اللہ و رسول گناہ کا نام دیتے ہیں جو انسان اور انسانیت کے لئے کسی نہ کسی حیثیت سے غارت کر دینے والی ہوتی ہے اس لئے اللہ و رسول کے فرمانبردار مرد عورتیں اور نوجوان جبکہ ہر سال تیس دن مسلسل اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے حلال نعمتوں کو روزے کی حالت میں اپنے اوپر حرام کر لیتے ہیں۔ تو غیبت جیسی حرام حرکت سے پرہیز کیوں نہیں کریں گے؟! پھر کیا فائدہ ہوا صبح صادق سے غروب آفتاب تک بھوکے پیاسے رہنے کا .... کہ اللہ کے نزدیک محبوب عبادت روزہ تو رکھا مگر غیبت سے اسے چھلنی کر دیا پھر مسلمان کا وہ روزہ ہی کیا جو (نفس کی تخریبی خواہشات اور اسلام کی حد سے نکلے ہوئے اعمال کے مقابلے میں) ڈھال نہ بن سکا اور وہ ڈھال کیسی جو چھلنی ہوگئی۔

روزہ اور حقوق انسانی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روزہ صرف کھانا پینا چھوڑ دینے کا نہیں ہے بلکہ غیبت جھوٹ جھگڑا فساد غصہ گالی گلوچ اور تمام بری عادتوں سے بھی روزہ رکھنا چاہیئے۔ تاکہ یہ سالانہ ایک ماہ کی مشق پوری طرح مسلمانوں کے ظاہر و باطن کو پاک کر دے۔

اب اگر کسی کو یہ فکر دامنگیر ہے کہ اس کا روزہ اللہ نے قبول فرمایا یا نہیں تو کسی اور سے نہیں بلکہ خود اپنے آپ سے دریافت کرے کہ اس نے اپنے اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے جو روزہ رکھا تھا اس میں اللہ کی مخلوق کے حقوق کا کتنا پاس و لحاظ رکھا لہٰذا رمضان کے مبارک مہینے میں ہر روزہ رکھنے والے کے ایمان و عمل کی اعلیٰ تربیت

مقصود ہے اور اجتماعی نظام کی مضبوطی سے ہی ایک مضبوط کردار والی قوم انسانوں کے لئے۔ مثالی قوم بن سکتی ہے۔

روزے کے بارے میں محمد صلعم کی ہدایات

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے محمد رسول اللہ صلعم نے رمضان المبارک کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ چاند دیکھے بغیر روزہ نہ رکھنا اور چاند دیکھے بغیر عید نہ کرنا

صحیح بخاری کے الفاظ یہ ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِيْنَ پھر اگر بادل کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے تو ۳۰ دن کی گنتی پوری کر لو۔

صحیح بخاری سنن ابی داؤد اور جامع ترمذی بروائت حضرت ابوہریرہؓ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے روزے میں جھوٹ بولنا نہیں چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کو ضرورت نہیں کہ وہ روزہ دار اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔ صحیح بخاری و مسلم میں ہے عن انسٍ رضی اللہ عنہ قال کُنَّا مع النبی صلی اللّٰہُ علیہ وسلم فِی سفرٍ فمنّا الصَّائِمُ ومنّا المُفطِرُ الخ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ ہم ایک سفر میں محمد رسول اللہ صلعم کے ساتھ تھے ہم میں کچھ روزہ دار تھے اور بے روزہ دار بھی تھے دن بہت گرم تھا اور ہم نے ایک جگہ قیام کیا اور سب سے زیادہ سایہ میں وہی تھا جس کے پاس سائے کے لئے کپڑا تھا دھوپ کی شدت سے کوئی اپنے ہاتھ سے بچاؤ کرتا تھا۔ آخر یہ ہوا کہ روزہ دار نڈھال ہو گئے اور بے روزہ دار کھڑے ہو گئے۔ انھوں نے دھوپ سے بچاؤ کا انتظام کیا اور سب کے لئے پانی مہیا کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج کا اجر بے روزہ داروں نے حاصل کر لیا ہے۔

تکلیف دہ سفر میں روزہ نیکی نہیں ہے

صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہا محمد رسول اللہ صلعم نے ایک سفر میں دیکھا کہ ایک آدمی کے آس پاس لوگ جمع ہو گئے ہیں اور اس پر سایہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا اسے کیا ہو گیا۔ سب نے کہا یہ روزہ دار آدمی ہے۔ آنحضرت نے فرمایا یہ نیکی نہیں ہے تم روزے میں سفر کرو۔ دوسری روایت میں ہے لیس من البرِّ الصَّومُ فی السَّفرِ سفر

دودھ پلانے والی عورتیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دودھ پلانے والی عورتیں اور حاملہ عورتیں اگر محسوس کریں کہ اس کو اور بچہ کو تکلیف ہوگی تو روزہ نہ رکھیں۔

فوت شدہ ماں کی طرف سے روزہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ ایک عورت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی اور عرض کیا میری ماں وفات پاگئی ہے اور اس پر ایک روزہ نذر کا باقی تھا تو کیا میں اس کی طرف سے روزہ رکھ لوں محمد رسول اللہ صلعم نے فرمایا أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلَى أُمِّكِ دَيْنٌ تقضينيه أَكَانَ يُؤَدِّي ذَلِكَ عَنْهَا۔ کیا اگر تمھاری ماں پر قرض ہوتا اور تم ادا کرتیں تو ادا ہو جاتا یا نہیں؟ اس نے عرض کیا ہاں۔ فرمایا پھر اپنی ماں کی طرف سے روزہ رکھ لو۔

اگر رمضان میں بلا عذر روزہ قضا کیا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کسی نے بلا عذر رمضان کا ایک روزہ قضا کر دیا تو وہ ساری عمر روزے رکھے تب بھی ادا نہ ہوگا امام بخاری نے تعلیقاً روایت کیا۔

حج

اسلام کے پانچ ارکان ہیں جن میں پہلا رکن کلمۂ شہادت دوسرا نماز تیسرا زکوٰۃ چوتھا روزہ پانچواں حج ہے۔

حج کے معنی مفردات راغب میں ہے اصل الحَجّ القَصدُ للزِّیارۃ۔ لغت میں حج کے معنی ہیں: کسی سے ملاقات کا قصد کرنا اور شرعی اصطلاح میں حج کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی رضا و تقرب حاصل کرنے کے لئے بیت اللہ کعبہ شریف کا قصد کرنا۔

جب استطاعت ہو تو زندگی میں ایک مرتبہ حج فرض ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا وَمَنْ کَفَرَ الخ اور لوگوں میں سے اللہ کے لئے حج ان پر فرض ہے جن کو اس تک پہنچنے کی استطاعت ہو اور جس کسی نے (حج کی فرضیت سے) انکار کیا تو اللہ تعالیٰ سارے جہانوں سے بے نیاز ہے۔

حج کے فائدے اور حکمت کیا ہے؟ یہ حقیقت ہے کہ کلمہ شہادت دل کی گہرائیوں میں اور زبان سے ادا کرنے کے بعد انسانی فکر و ذہنیت کو وحدت و مرکزیت پر اطمینان قلب کے ساتھ قرار حاصل ہوتا ہے (۲) اور ہر محلے میں پانچ وقت مرد و عورتوں اور ۸ سال کے بچوں کی نمازیں اور ان کی صفیں اللہ کے سچے بندوں کو زندگی کے ہر موڑ اور ہر مرحلے پر آپس میں منظم و متحد رکھ سکتی ہیں۔ اور روزہ مسلمانوں کو طبیعت کے انحراف کے باوجود مقصد پر ثابت قدم رکھ سکتا ہے اور اس سے صبر و استقامت کی جو عادت حاصل ہو جاتی ہے وہ مسلمان کو عالم ملکوت سے افضل اور دنیا بھر کے انسانوں کے نزدیک قول و عمل میں یکسانیت کا تربیت یافتہ ہر دلعزیز انسان بنا سکتی ہے زکوٰۃ سے جماعتی تنظیم اور استحکام حاصل ہوتا ہے جس سے

مسلمان دنیا بھر کے سامنے ہر مشکل میں اپنا وقار قائم رکھ سکتا ہے اور قومی خودداری بحال رہ سکتی ہے۔

حج

مگر اسلام کے آفاقی عزائم اور مسلمانوں کی تمام انسانوں سے عالمی ہمدردی اور بین الاسلامی عالمی کانفرنس کے مقاصد اور سب سے اخلاص کے ارمان کس طرح پورے ہوتے کس طرح ممکن ہوتا کہ توحید کی عظمتوں کے یادگار مقامات اور نشانات کے سامنے سارے جہان کے مسلمان گلے مل لیں اور بلند اصلاحی مقاصد اور سچی خیر سگالی کی اسلامی داستان ایک دوسرے سے بیان کریں۔ لاکھوں مسلمان تنگ جگہ میں سما جائیں مگر دل تنگ نہ ہوں بلکہ پُرامن اور تعمیری اصولوں کے پابند رہیں ایک دوسرے سے تبادلۂ خیال کریں ایک دوسرے کی مدد کریں اور اسلام کی بنیاد پر سچے اخلاص سے پیش آئیں۔ اللہ تعالےٰ نے حج میں بہت حکمتیں رکھی ہیں مثلاً وحدت اعتقاد وحدت کردار وحدت مرکزیت کے عالمی اور دلولہ انگیز نظارے کس طرح دنیا کے سامنے آسکتے تھے۔ انسانوں کے سچے ہمدرد مسلمان اپنے مقدس اسلامی فرائض کے موضوع پر آپس میں گفت و شنید کیسے کر سکتے تھے، بس اسی طرح کہ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ میں حاضر ہوں میرے اللہ میں حاضر ہوں حاضر ہوں تیرا شریک کوئی نہیں میں حاضر یقیناً ساری تعریفیں اور تمام احسانات آپ ہی کے ہیں۔ کائنات کی سلطنت تیرے ہی لئے ہے اس میں تیرا کوئی برابری والا نہیں میں حاضر ہوں۔ عقیدۂ توحید کے اعلان میں انسانی حقوق کی حفاظت کا راز پنہاں ہے۔ توحید کے زیر سایہ انسانیت یعنی اوصاف زندہ و تابندہ رہ سکتے ہیں اور اوصاف کی تباہی انسان اور انسانیت کی تباہی ہے۔

سورۂ بقرہ میں ہے اِذْ قَالَ اِبْرَاهِيمُ رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ قَالَ اَنَا اُحْيِي وَاُمِيتُ قَالَ اِبْرَاهِيمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ o

ابراہیم علیہ السلام نے (نمرود ظالم بادشاہ سے کہا) میرا رب ہی ہے جو مارتا جلاتا ہے (اس نے جواب

دیا ہیں مارتا جلاتا ہوں۔ ابراہیم نے کہا اچھا اللہ تو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو اسے مغرب سے نکال کر دکھا پھر (تو وہ) کافر دنگ ہو کر رہ گیا)

کہا جاتا ہے کہ زمانۂ قدیم میں بادشاہوں کے مظالم اور ان سے مقابلہ کرنے والوں کی داستانیں زمانۂ تاریخ سے پہلے کی باتیں ہیں۔ مگر وہ کون سا ظلم ہے جو کسی زمانے کے ساتھ مخصوص و محدود رہا ہو۔ آج کا انسان زمانۂ ماضی کے مظالم کو خاک میں ملا چکا ہے وہ ان اسباب و سامان کی ذخیرہ اندوزی پر فخر کرتا ہے۔ جن سے ایک لمحہ سے کم مدت میں ساری دنیا کو تباہ کیا جا سکتا ہے۔ مگر کائنات کے رب پر سچا ایمان اور اپنے اپنے عمل کو اللہ کی مرضی کے مطابق رکھنے کا جذبہ ہی وہ کیمیا ہے جو آج بھی ہر مایوسی کے عالم میں انسانوں کا ابدی سہارا ہے طاقتوں کے مالک اسی دنیا میں پلتے بڑھتے ترقی کرتے اور خاک و خون میں تڑپاتے اور تڑپتے ہوئے چل بسے اور اللہ کے سلسلۂ ہدایت اور قرآن حکیم کے باوجود انھوں نے اپنی من مانی کارگزاریاں نہ چھوڑیں اور اس طرح انسانیت ظلم و ستم کا نشانہ بنی رہی۔ زندگی بخشنے والے اللہ کے حضور میں سر جھکا دینے اور اس کی اطاعت کرنے والے کو مُوحِّد کہتے ہیں۔ اور توحید کی صفت قرآن حکیم نے بتائی ہے۔ دنیا اور آخرت کا مضبوط سہارا اَلْعُرْوَةُ الْوُثْقٰى (بقرہ) اور فرمایا ہے وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا الخ (تم سب مل کر مضبوط تھام لو اللہ کا عہد (رسّی) اور فرقے فرقے نہ بن جاؤ)

حج میں توحید کی نشانیاں اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے ناقابل فراموش کارنامے ہر مسلمان کو اعلان حق اور استقامت کا سبق دیتے ہیں۔

اِبراہیمؑ تن تنہا ایک جماعت کا کام کر گئے

سورۂ نحل میں ہے اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ کچھ شک نہیں کہ ابراہیم بڑا پیشوا (امام) اور اللہ کا یکسو بندہ تھا اُمَّةً کے لفظی معنیٰ جماعت کے ہیں تو اس لحاظ سے بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے ہوش سنبھالنے کی عمر سے آخر وقت تک تن تنہا ایک جماعت کا کام کر گئے ہیں ان کی پوری زندگی اللہ کی سچی اور خالص

توحید اور عبادت پر قائم رہنے اور اسی پر سب کو قائم کرنے میں گزر گئی۔

اشیاء اور اشخاص کا تقدس انھوں نے اللہ کے حکم سے اشیاء کے تقدس اور اشخاص کی بڑائی کے پھندوں میں پھنسی ہوئی انسانیت کو اللہ کی مدد سے آزاد کرایا اور درحقیقت ہر دور میں انسانیت کی سب سے بڑی خدمت یہی رہی ہے کہ کسی نوعیت میں بھی انسانوں کی خدائی اور غیر اللہ کی بڑائی کی جمی ہوئی جڑیں جہاں پائی جائیں اکھاڑ پھینکی جائیں تاکہ انسانوں کو ان کے پیدا کرنے اور زندگی بخشنے والے اللہ اور اس کے بھیجے ہوئے محمد رسول اللہ کی تعلیمات کے پابند رہ کر آزادی سے اپنی قوت بازو کو کام میں لائیں اور دونوں جہانوں میں کامیابیاں حاصل کریں۔

بیت اللہ کو قرآن میں بیت العتیق بہت پرانا گھر بھی لکھا ہے۔ عرش اعظم کے سائے میں بیت المعمور ہے اور بیت المعمور کے نیچے دنیا کے وسط (درمیان) مقام میں بیت اللہ ہے۔ بیت المعمور کے آس پاس فرشتوں کا طواف مسلسل جاری ہے۔ ہر ساعت میں ۷۰ ہزار فرشتے طواف کرتے ہوئے گزرتے ہیں۔ پھر ۷۰ ہزار طواف میں مصروف ہو جاتے ہیں اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کی عظمت وکبریائی کے حضور طاعت وعبادت میں آسمانوں کی بلندیوں پر فرشتے مصروف ہیں اور فرشِ زمین پر انسانوں کے طواف سے بیت اللہ کو کبھی خالی نہیں دیکھا گیا۔

فرشتے طاعت وعبادت کے لئے خاص ہیں۔ اس عالم میں اللہ کی نافرمانی یا اپنی فطرت کی حد سے تجاوز فرشتوں سے قطعی ناممکن ہے۔ ان کی زندگی اسی پر ہے اس کے برعکس انسان اس دنیا کی ناجائز لذتوں کی طرف اپنے جذبات کے عارضی میلان کو روک سکتا ہے اور مضبوط ایمان کی طاقت سے اسلام کے تعمیری اصول پر ثابت قدم رہ سکتا ہے۔ لہٰذا ارادے اور ہمت کی یہی وہ خصوصیت اور نعمت ہے جس کو صحیح طریقے پر استعمال کر کے انسان نہ صرف ان موجودات بلکہ ملائکہ سے بھی افضل ہو سکتا ہے۔ اور جس نے اس نعمت کی قدر نہیں کی

تو دنیا خواہ کیسی ہی گزر جائے مگر ہمیشہ کی زندگی پستیوں میں ہی گذرنے کا امکان ہے اب اس مقام پر ہمیں شک و شبہ کے بجائے اس یقین کے فائدوں پر غور کرنا ہے کہ بیت اللہ کے گرد اللہ کی طاعت پر گردش کرنے والے انسان فرش زمین پر رہتے ہوئے بھی فرشتوں کی پاک مخلوق کے ساتھ ساتھ ہیں بلکہ ملکوتیت کے اوصاف انسانیت کو دوگونہ شرف عطا کرتے ہیں۔ اس لئے کہ انسان جذبات کے امتحان میں کامیاب ہوجاتا ہے۔ جبکہ عالم ملکوت کو کوئی امتحان درپیش نہیں ہے۔

لہٰذا یہ عقیدہ عملی زندگی میں انسان کے اعلیٰ اوصاف پر تربیت میں اپنا جواب نہیں رکھتا۔ بیت اللہ دنیا کے سب سے پہلے انسان کے عہد میں بھی اسی مقام پر تھا جہاں آج ہے اور برابر اپنی قدیم بنیادوں پر قائم کیا جاتا رہا ہے۔ بیت اللہ دنیا کے وسط مقام پر ہے اور اس لئے دنیا کے چاروں طرف سے سچائی اور پاکبازی کے شیدائیوں کا وہاں جمع ہونا اور سچائیوں کا وہاں سے دنیا بھر میں پھیل جانا آسان رہا ہے۔

دنیا کا پہلا گھر سورۂ بقرہ میں ہے اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیۡ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلۡعٰلَمِیۡنَ الخ (کچھ شک نہیں کہ انسانوں کے لئے (عبادت کا) پہلا گھر جو وضع کیا گیا ہے وہ وہی ہے جو مکّہ میں ہے) کشاف میں ہے (ماجدی) ھی علم البلد الحرام ومکّۃ وبکّۃ لغتان فیہ (حرمت والے شہر مکّہ کا نام ہے اور اور اس کے بارے میں دو لغتیں ہیں۔ بکّہ اور مکّہ)

سب کے لئے برکت والا اور سارے جہانوں کے لئے ہدایت ہے اس میں (توحید کے) کھلے نشانات ہیں (ان میں سے) مقام ابراہیم ہے اور جو اس میں داخل ہوا وہ امن میں ہوجاتا ہے (مگر ظالم کو حرم پناہ نہیں دیتا) مولانا عبدالماجد دریاآبادی نے ایک یوروپین مورخ کا قول نقل کیا ہے۔

"اتنا تو بہرحال ہے کہ محمدؐ کے دور سے بہت قبل مکّہ کی دو حیثیتیں ہم مسلّم پاتے ہیں ایک تجارتی مرکز اور ایک مقدّس معبد (عبادت گاہ) جس کے اِردگرد کی زمین بھی حرم ہے"

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ج ۱۵ صفحہ ۱۵

طبع چہاردہم اور سورہ مائدہ رکوع ۱۳ میں ہے "جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاماً للناس" (اللہ نے کعبہ حرمت والے گھر کو انسانوں کے (متحدہ دین و دنیا کے مسائل کے) قرار و ثبات کا مدار ٹھہرایا ہے) شاہ رفیع الدینؒ نے اس کا ترجمہ کیا ہے "باعث قائم رہنے کا واسطے لوگوں کے" اور مولانا ثناء اللہؒ نے لکھا ہے "لوگوں کا قیام بنایا ہے" اور مولانا عبدالماجد نے ترجمہ کیا ہے۔ اللہ نے کعبہ کے مقدس گھر کو انسانوں کے باقی رہنے کا مدار ٹھہرایا ہے اور یہ حدیث انھوں نے پیش نظر رکھی ہے کہ بیت اللہ اور حجر اسود اکھاڑے جانے پر قیامت آجائے گی۔

جلوہائے توحید

امام رازی اور جصاص نے تقریباً یہی مراد لیا ہے کہ انسانوں کے دینی اور معاشی تمام امور کے قرار و ثبات کا محور بیت اللہ ہے۔ اور مولانا عبدالماجد کا ترجمہ مذکورہ حدیث سے استدلال پر مبنی ہے۔ بہرحال اس سے پہلے جو آیات لکھی گئیں اور ان آیات سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ توحید کے کھلے نشانات کا مرکزی مقام جبکہ بیت اللہ شریف ہے اور عالم انسانیت کے جملہ مسائل دینی اور معاشی بھی ایک ہی ہیں تو انسانی آبادی کی دوجہانی کامرانیوں کا سرا توحید اسلامی سے ہی ملتا ہے بات آسان ہے کہ وحدت نسل، وحدت فکر، وحدت اعتقاد و عمل، کی مرکزیت میں شامل ہونا ہر انسان کا حق ہے۔ اور سورہ بقرہ والی آیت جس میں ہے "ھدیً للعالمین (بیت اللہ) سارے جہانوں کے لئے ہدایت (کا مرکزی مقام) ہے اس سے بھی ظاہر ہے کہ اسلام دنیا بھر کے انسانوں کا حق ہے۔ پھر اسی آیت میں ارشاد ہے کہ بیت اللہ میں (توحید کے) کھلے نشان ہیں (ان میں سے) مقام ابراہیم ہے تو جصاص کے (بیان القرآن) میں ہے المراد بالبیت ھنا الحرم کلہ الخ مطلب یہ ہے کہ اس آیت میں بیت اللہ بول کر پورا حرم مراد لیا گیا ہے اس لئے کہ توحید کی کھلی نشانیاں حرم میں اور حرمت والے شہر مکہ میں ہیں۔ سورہ بقرہ میں ہے وعھدنا الیٰ ابراھیم و اسماعیل الخ اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کو حکم دیا کہ تم دونوں (باپ بیٹے) میرے گھر کو طواف کرنے والوں کے لئے

اعتکاف کرنے والوں اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لئے (شرک سے) پاک کردو۔

معبود و مقصود حج بیت اللہ کا مطلب یہ ہے کہ ربّ کعبہ کی عبادت کرو۔ سورہ القریش پ ۳۰ میں ارشاد ہے فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ الَّذِي أَطْعَمَهُم مِّن جُوعٍ الخ انھیں چاہئے کہ اس گھر کے رب (مالک) اللہ کی عبادت کریں جس نے انھیں رزق اور امن عطا فرمایا۔

اور سورۂ النمل میں ہے اِنَّمَا اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الخ اس کے سوا کچھ نہیں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس حرمت والے شہر کے رب کی عبادت کروں۔

حجرِ اَسوَد حجر اسود کے معنی ہیں کالا پتھر، یہ خانۂ کعبہ کے دروازے سے قریب والے کونے میں نصب ہے۔ طواف خواہ محض عام طور پر عبادت کے لئے کیا جائے یا طواف عمرہ بہر حال حج کے اداب میں سب سے پہلا مقام یہی ہے جسے حجر اسود کہتے ہیں یہیں سے طواف شروع کیا جاتا ہے۔ حجر اسود کے بارے میں مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ یہ جنت کا پتھر ہے اور یمین الرحمٰن اسے ہاتھ لگاتے ہوئے یہ سمجھو کہ تم اللہ تعالیٰ سے مصافحہ کر رہے ہو۔ اس لحاظ سے یہ پتھر ہمارے نزدیک چاند اور سورج سے اور کائنات کی ہر نعمت سے زیادہ محبوب ہے اس کے سامنے والی جگہ میں دُعا قبول ہوتی ہے۔

اس عقیدے پر عمل مگر اب اس بات پر غور کرنا ہے کہ ہم مسلمان اس عقیدے پر کس طرح عمل کرتے ہیں ایک شخص حج یا عمرے کے لئے یا صرف طواف کے لئے حرم میں داخل ہوتا ہے۔ اگر موقع مل جائے تو حجر اسود کو بوسہ دیتا ہے یا ہاتھ لگا لیتا ہے نہ ہو سکے تو دور سے اپنے ہاتھ ہوا میں بلند کرکے غیر اللہ کی بڑائی غیر اللہ کی عبادت وعظمت سے برائت کا اظہار کرتے ہوئے ہو سکے تو بلند آواز سے اعلان کرتا ہے اللہ اکبر اللہ ہی بڑا ہے یا آہستہ سے ضرور کہے اور اب طواف شروع کرتے ہوئے یہ دعا پڑھتا ہے اَللّٰھُمَّ اِیْمَانًا بِکَ وَتَصْدِیْقًا الخ

اے اللہ میں تجھ پر ایمان لایا میں نے تیری کتاب قرآن کو سچا مانا میں تیری بندگی کے عہد و اقرار پر قائم ہوں وفادار ہوں اور تیرے نبی محمد رسول اللہ صلعم کی اتباع کرتے ہوئے حج شروع کرتا ہوں۔ اب غور فرمائیے کہ آسمانوں کی بلندیوں پر جنت (باغات) ہمارے اصلی وطن کا یہ پتھر ہے جہاں سے چند روز کے لئے جُدا ہو کر ہم اس دنیا میں آئے اور نیک عمل کا سرمایہ لے کر پھر اسی سدا بہار وطن میں واپس جانے کے امیدوار ہیں یہ اس وطن کا پتھر ہے۔ جسے ہماری طلب کے بغیر اپنی رحمت سے اللہ نے ہمارے لئے تیار کیا ہے اللہ ہماری زندگی اور زندگی کے لئے نعمتوں کا خالق اور باعث ہے سب سے پہلا سب سے بڑا اول آخر ظاہر و باطن محسن حقیقی ہے۔ اس لئے اس خاکدان کی چند روزہ گزران میں اگر اللہ تعالےٰ سے زیادہ سے زیادہ قریب ہونے اس کی رضا حاصل کرنے کا اگر ایک موقع اس طرح مِل جائے تو زہے نصیب کہ عرش اعظم کے زیرِ سایہ رحمتوں کے نازل ہونے کی خاص سمت مقام ملتزم میں اس پتھر کو ہاتھ لگانے اور اللہ اکبر پکارنے سے اللہ کا تقرب اور اللہ سے مصافحہ کا شرف حاصِل ہو جاتا ہے۔

توحید کا نکتہ

اس مقام پر توحید کا نکتہ اس طرح حل ہو جاتا ہے کہ یقین کے اعتبار سے یہ پتھر محبوب وطن کا محبوب پتھر ہے۔ بہر حال اس کے سامنے پکارو کہ اللہ ہی بڑا ہے اور اب دنیا کی کونسی شے اور کون سی شخصیت اتنی عظیم محبوب اور بلند ہو سکتی ہے کہ اس کے آگے انسان پست ہو سکے گا جبکہ سب سے بڑے اللہ کا حامی اور بندہ وفادار ہو کر وہ سب سے افضل ہو چکا ہے لہٰذا اشیاء و اشخاص نہیں بس اللہ ہی بڑا ہے۔ غرض طواف کرنے والا مقام ملتزم سے حطیم تک اور رکن یمانی تک۔ اللہ کی پاکی اللہ کی تعریف۔ اللہ کی بڑائی محمد رسول اللہ پر درود اپنے لئے بخشش کی دعائیں مانگتا ہے، مسلمانوں کے لئے رحمت و مغفرت کی دعائیں کرتا ہے اور تمام انسانوں کے لئے ہدایت کی دُعائیں کرتا ہوا رُکن یمانی پر یہ یہ کہے گا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْعَفْوَ الخ (اے اللہ میں تیرے حضور میں اپنے گناہوں

معافی مانگتا ہوں اور دنیا اور آخرت میں عافیت اور سلامتی کا آپ سے طالب ہوں۔

رکن یمانی سے ملتزم تک صرف یہی دعا مانگی جاتی ہے ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار

(اے اللہ ہم سب مسلمانوں کو دنیا اور آخرت کی بھلائی دے اور آگ سے بچائیے) اب اگر کعبہ کے آس پاس سات شوط (چکر) پورے ہو چکے ہیں تو مقام ابراہیم پر جا کر اس طرح دو رکعت نماز ادا کریں کہ بیت اللہ کی طرف منہ ہو۔

مقام ابراہیمؑ حضرت نوح علیہ السّلام کے بعد تمام انبیاء و مرسلین کے باپ دادا حضور محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے دادا حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی یاد سے امتحانوں میں نکھری ہوئی سچی خدا پرستی کی یاد آجاتی ہے۔ خالص توحید کی طاقت اور شرک و بدعت کی رسوائی اور ناکامی کا منظر سامنے آجاتا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے ظالموں کی آگ میں پھاند پڑنا گوارا کر لیا مگر اللہ کے باغیوں اور انسان اور انسانیت کے دشمن اور ناقدردان بادشاہوں اور دولت و حکومت پر مغرور و متکبّر انسانوں کے سامنے اعلان حق پر ثابت قدم رہے اللہ تعالےٰ کی اطاعت کا حق اس حد تک ادا کیا کہ...... انسانی عادت کی حدیں توڑ ڈالیں اور اپنے اکلوتے بیٹے کو اللہ کے حکم پر قربان کرنے پر بالکل آمادہ ہو گئے۔ اللہ سے بغاوت اور اللہ کی مخلوق پر ظلم کرنے والے بادشاہوں سے بیزار ہوئے تو اپنے خاندانی رسوخ اور آرام و راحتوں کے اسباب کو چھوڑ کر اللہ کی سچّی تابعداری میں سراپا جاں نثاری کی تمام رسمیں ادا کرنے میں زندگی گزار دی۔ اللہ کے نبی حضرت ابراہیم علیٰ نبیّنا و علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو راہ عشق الٰہی کی سختیوں میں ہی آرام تھا۔ کائنات میں توحید کی منادی کرنے کی لگن تھی۔ اس لئے کہ توحید کے دامن میں ہی انسانی حقوق کو پناہ حاصل ہے ابراہیم علیہ السلام نے اس راہ میں جو لفظ زبان مبارک سے نکالا اسے وحی معصوم قرآن میں عصمت دلبقا کا درجہ عطا ہوا جو عمل کیا وہ انسانوں کے لئے نصیحت ہے۔ جس پتھر پر پیر رکھ کر دنیا بھر کے انسانوں

کو اللہ کی طرف بلایا وہ پتھر مقام ابراہیم قرار پایا۔

سورۂ بقرہ ع ۱۴ میں ہے وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى۔ (شاہ رفیع الدینؒ کا ترجمہ ہے پکڑو تم مقام ابراہیم کو جائے نماز) مولانا ثناء اللہؒ نے لکھا ہے (ابراہیم کی جگہ نماز پڑھو) مولانا ابوالکلام آزاد نے لکھا ہے " ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو (ہمیشہ کے لئے) نماز کی جگہ بنالو" اور اس لئے محمد رسول اللہ صلعم کے عہد سے آج تک تمام مسلمانوں کا متواتر طریقہ یہی رہا ہے کہ کعبہ کے آس پاس ایک طواف کرنے والے مشرق مغرب شمال اور جنوب چاروں سمتوں میں اللہ کی طاعت وعبادت پر گردش کرتے رہتے ہیں اور سات شوط (چکر) پورے ہونے کے بعد باب کعبہ کے سامنے مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز ادا کر لیتے ہیں۔ تفسیر ابن کثیر وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس عطاء اور مجاہد رحمہما اللہ کے اقوال ہیں کہ مقام ابراہیم الحرم کلہ ومَوَاقِفُ الحج کلھا۔ یعنی سارا حرم مقام ابراہیم ہے۔ بلکہ ایک حاجی اپنے مناسک حج ادا کرتے ہوئے حرم کعبہ ہو صفا ومروہ یا منیٰ ومزدلفہ اور عرفات ہو۔ جہاں بھی آج قدم رکھتا ہے وہ مقام آج سے پانچ ہزار برس پہلے توحید کے علمبردار ابراہیم علیہ السلام کے زیر قدم رہا ہے اور حضرت ابراہیم کے اللہ کے لئے اخلاص اور فدائیت کی تڑپ کا اللہ کی طرف سے جواب یہ آیا کہ رہتی دنیا تک ہر مسلمان استطاعت ہو تو زندگی میں ایک ہی بار سہی مگر ان مواقف حج سے ضرور گزرے

اس سے ظاہر ہوا کہ اللہ کے خالص ومخلص بندوں کی یاد منانے کا طریقہ یہ ہے کہ ان کے طریقے پر چلا جائے۔ اس کے سوا کہیں قرآن وسنت میں ذکر نہیں ہے کہ اسلامی مجاہدوں اور رہنماؤں کو نذر عقیدت پیش کرتے ہوئے کھانے پینے یا خوشبو سلگانے یا ان کی یاد میں دیر تک جھومنے اور سر دھننے کا عمل کیا جائے اس لئے کہ یہ طریقہ تو بڑا آسان ہے اس میں تو محفل سماع سے روح کو وجد میں لایا جاتا ہے اور اس کے بعد گویا ان بزرگوں کا حق ادا ہو گیا اسلام کے جس دور کو زندہ اور تابندہ اور مجاہدانہ دور کہا جاتا ہے اس میں اس قسم کی چیزوں کا نشان ہی نہیں ملتا۔

شخصیت پرستی کا خاتمہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اولٰئک الذین ھدی اللہ فبھدٰھم اقتدہ (یہ انبیاء مرسلین ابراہیم وغیرہ) اللہ تعالیٰ کے ہدایت یافتہ تھے۔ آپ بھی ان کا طریقہ اختیار کریں۔ پیروی کریں اور اس عمل میں انکے صبر کو یاد کریں اور اللہ کے سچے بندوں کا طریقہ اختیار کرنا گو مشکل ہی مگر فائدہ مند و مثبت عمل ہے اور اللہ و رسول نے اسی کا حکم دیا ہے آپ غور فرمائیں کہ مقام ابراہیم پر اللہ تعالیٰ کے لئے دو رکعت نماز ادا کرنے کا طریقہ اللہ نے سکھایا اور ان کے نام یا ان کی یاد منانے کے لئے اس کے سوا کوئی طریقہ کوئی رسم وغیرہ کا کہیں ذکر نہیں ہے اس سے ثابت ہے کہ اسلام ایک عملی مذہب ہے اور شخصیت پرستی کا خاتمہ کرتا ہے۔

مقام ابراہیم کیا ہے؟

مقام ابراہیم سے مراد

(۱) وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم اور ان کے بڑے بیٹے اسماعیل علیہ السلام نے بیت اللہ کو قدیم بنیاد پر تعمیر کیا تھا

(۲) دوسری روایت حضرت سعید بن جُبیر صحابی رضی اللہ عنہ کی۔ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ اے ابراہیم تم انسانوں میں حج کا اعلان کر دو" لہٰذا جس پتھر پر کھڑے ہو کر اللہ کے خلیل ابراہیم نے حج کا اعلان کیا اور اللہ نے اپنی قدرت سے ان کی آواز دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچائی اس پتھر کو مقام ابراہیم کہتے ہیں مگر اس جگہ یہ قرینہ پایا جاتا ہے کہ جس پتھر پر کھڑے ہو کر کعبہ تعمیر کیا تھا اسی پتھر پر کھڑے ہو کر حکم الٰہی کی تعمیل میں حج کا اعلان کر دیا ہو گا۔ (واللہ اعلم)

(۳) تیسری روایت یہ ہے کہ عشق الٰہی میں سدا سرشار اور طاعت حق میں ہمہ وقت تیار رہنے والے ابراہیم علیہ السلام سے ان کے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کی بیوی نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ آئیے میں آپ کا سر دھو ڈالوں تو ابراہیم علیہ السلام جس پتھر پر ایک پیر رکھ کر کھڑے ہوئے اور اپنا سر دھلوایا اس پر ان کے پیر کا پورا نشان بن گیا

وہی مقام ابراہیم ہے (اللہ اعلم)

بہر حال پہلی روایت پر سب کا اتفاق ہے اور موقع کے لحاظ سے مناسب ہے کہ جس پتھر پر کھڑے ہو کر باپ بیٹے نے کعبہ تعمیر کیا تھا وہی مقام ابراہیم ہے اور یہ پتھر خانہ کعبہ کے دروازے کے سامنے چند فٹ کے فاصلے پر اب بھی ایک حجرے میں محفوظ ہے اور طواف کے سات چکر پورے کرنے والے جب مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز ادا کرتے ہیں تو یہ حجرہ ان کے پیچھے اور کعبہ سامنے ہوتا ہے امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ پتھر اب بھی اسی مقام پر رکھا ہوا ہے جہاں (اللہ کے حکم سے) ابراہیم علیہ السلام نے اسکو رکھا تھا۔

طواف اور سعی اور کنکر مارنے کا مقصد

سنن ابی داؤد اور جامع ترمذی میں ہے محمد صلعم نے فرمایا اِنَّمَا جُعِلَ الطَّوَافُ بِالْبَیْتِ وَبَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ وَرَمْیُ الْجِمَارِ لِاِقَامَۃِ ذِکْرِ اللّٰہِ اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ خانہ کعبہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی اور شیطان کو کنکر مارنا (دلوں میں) اللہ کی یاد کو قائم کرنے کے لئے (یہ سب طریقے) ہیں۔

طواف

اس طرح طواف اور سعی اور شیطان کو کنکر مارنے کی حکمت خود صاحب وحی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے معلوم ہو جاتی ہے۔ اور یہ سمجھنا آسان ہو جاتا ہے کہ کعبہ کے اوپر آسمانوں کی بلندیوں پر بیت المعمور کے طواف میں اگر گناہوں سے پاک مخلوق فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم پر گردش کر رہے ہیں تو اس بلند مقام سے کچھ عرصے تک جدا ہو جانے والے انسان اپنی روزمرہ زندگی میں نفس کی غلط رہنمائی سے بچنے کے لئے اللہ کا نام پکارنے اور کعبہ کے آس پاس اللہ کے حکم پر گردش کرنے کے زیادہ ضرورتمند ہیں اور یاد کا یہ طریقہ ان کے دلوں میں نقش ہو جائے تو جہاں کہیں جس مرتبہ اور جس مقام پر بھی ہوں اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق کی ادائیگی اور اپنے حق حاصل کرنے کے طریقے میں اللہ کے حکم کے پابند رہ سکیں گے

حج قبول ہونے کی شرط صحیح حدیث میں ہے کہ حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا میرا حج قبول ہوا ہے یا نہیں آپ نے فرمایا اگر تیرا دل پہلے سے زیادہ نیکیوں کی طرف مائل ہے اور بدی اور اللہ کی نافرمانی سے نفرت کرنے لگا ہے تو سمجھ لے کہ تیرا حج قبول ہوگیا ہے۔

حکمت سعی کی سورہ بقرہ ع ۱۹ میں ہے اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ الخ (بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں) جس نے بیت اللہ کا حج یا عمرہ کیا تو اس پر صفا اور مروہ کے درمیان طواف (سعی) کرنے میں کوئی گناہ نہیں اور جس نے خوشی سے کار خیر کیا تو اللہ تعالیٰ اس کی قدر جاننے والا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے حکم کے بموجب اپنے بھتیجے لوط علیہ السلام کی مدد کے لئے اپنی بیوی ہاجرہ اور اپنے دودھ پیتے بچے اسماعیل علیہ السلام کو مکہ مکرمہ کے بیابان میں چھوڑ کر شام کی طرف روانہ ہوئے اور بیوی بچہ اللہ پر چھوڑا جو کچھ پانی حضرت ہاجرہ کے پاس تھا وہ ختم ہوگیا تو ماں کی پیاس کا کیا ذکر جبکہ بچّہ پیاس سے تڑپ رہا ہو اسماعیل علیہ السلام کا پیاس کی شدت سے چیخنا ماں سے دیکھا نہ گیا پھر اس مقام پر جہاں گھاس کا تنکا اور پانی کا قطرہ نصیب نہ تھا وہ اس کے سوا اور کیا کر سکتی تھیں کہ جن پہاڑیوں پر تھیں انھیں کے آس پاس گھومتی رہیں بچّے کو چھوڑ نہیں سکتی تھیں پھر دور نکل کر پانی کی تلاش میں کیسے جاتیں؟ اس لئے ادھر بچے پر نظر تھی اُدھر پانی کی تلاش تھی وہ صفا اور مروہ کی پہاڑیوں پر گھومتی رہیں۔ سات مرتبہ اس طرح سعی یا کوشش کرتے ہوئے انھیں ایک آواز سنائی دی۔ دیکھا تو جبریل علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے پانی کا چشمہ جاری کر دیا ہے اسی کو زمزم کہتے ہیں۔ اس مقام

صفا اور مروہ پر حاجی کے لئے جو بات ہمیشہ کے لئے یاد رکھنے کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ جو کوئی اللہ کے لئے خاص ہو جاتا ہے اور اللہ کے حکم پر جو ثابت قدم رہتا ہے اس کی ہمت، کوشش، نیک عمل اور خلوص نیت کے مطابق اللہ اس دنیا میں بیں اسے صبر دیتا ہے اور آخرت میں خاص طور پر اس پر بیحد مہربان ہوتا ہے۔ پانی کا یہ چشمہ دنیا میں پہلا چشمہ نہ تھا۔ جبکہ انسانی وجود سے پہلے ہی اس دنیا میں غذا اور پانی ہر شے اللہ نے ہی مہیا فرمائی تھی مگر ابراہیم علیہ السلام جیسے مثالی مخلص بندے جو تعمیل حکم الٰہی میں سرشار تھے ان کے بیوی بچے کے لئے ناموجود شے کو فوراً موجود کر دینا اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و انعام تھا پھر ایسے جاں نثاروں کے لئے خاص فضل و انعام ایسا دوامی ہوا کہ رہتی دنیا تک انکا نقش عمل تمام مومن انسانوں کیلئے خالص اللہ کے لئے عبادت کا طریقہ بنا دیا گیا۔ حضرت ہاجرہ ایک نبی کی بیوی ایک نبی کی ماں ایک پاک خاتون اپنے شوہر اللہ کے خاص اور مخلص دوست کی عدم موجودگی میں پانی کی تلاش میں حیران ہو گئیں تو اللہ نے ان پر اپنا خاص فضل فرمایا لہٰذا اس یادگار مقام پر اللہ کے حکم پر چلنے والے تمام مشکلات میں اللہ کو اپنا مددگار اور آسرا سمجھیں اور اس یقین کو زندہ رکھتے ہوئے چند روزہ سخت سے سخت مصائب میں یقین صبر و تحمل اور کامل اعتماد پر قائم رہیں جی نہ چھوڑ دیں۔ صحیح مسلم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کے حج اور عمرے کو سعی کے بغیر مکمل (پورا) قرار نہیں دیتا۔ حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفا و مروہ کی سعی کرتے ہوئے اس طرح اللہ کی تعریف کرتے اور اللہ سے دعا مانگتے تھے اور اس کے سوا اور بھی دعائیں ہیں۔

لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وعلیٰ کل شیئٍ قدیر لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ انجز وعدہٗ ونصر عبدہٗ وھزم الاحزاب وحدہٗ (صحیح مسلم)	اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں وہ ایک اکیلا ہے اسکا کوئی شریک نہیں ہے وہ ملک کا مالک ہے اسی کیلئے سب تعریف ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندے کی مدد کی اس نے کافروں کے لشکروں کو ناکام کیا۔

زمزم جبرئیل علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے جو پانی کا چشمہ جاری کیا تھا اسے آب زمزم کہتے ہیں۔ زمزم پیتے وقت قبلہ رو ہو کر اللہ سے یہ دعا مانگنا چاہیئے " اے اللہ میں تجھ سے نفع دینے والا علم مانگتا ہوں اور کشادہ روزی کا طالب ہوں اور تندرستی کا سوال کرتا ہوں۔

منیٰ ذی الحجہ ۸ تاریخ کی صبح تمتع والے احرام باندھ کر اور عمرے سے فارغ ہو کر لبیک (اے اللہ میں حاضر ہوں) پکارتے ہوئے منیٰ کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔

منیٰ میں جگہ کے لئے کسی سے تیز و تند گفتگو نہیں کرنا چاہیئے۔ جہاں جگہ مل جائے وہیں بیٹھ رہے حضور محمد رسول اللہ صلعم نے فرمایا منیٰ میں جو پہلے پہنچ جائے اور جگہ بنالے اسے وہاں سے ہٹایا نہیں جا سکتا (دوسروں کا خیال رکھتے ہوئے جگہ ضرورت سے زیادہ نہ لے) ظہر عصر مغرب اور فجر کی نماز منی میں ادا کی جائیں گی سب نمازیں قصر ہوں گی صرف مغرب اور فجر کی پوری پڑھی جائیں گی مسجد خیف میں یہ نمازیں ادا کرنا چاہئیں۔

عرفات ۹ ذی الحجہ کی صبح جب سورج پہاڑوں پر بلند ہو تو منیٰ سے عرفات روانہ ہوں۔ لبیک پکارتے ہوئے اور مسنون دعائیں مانگتے ہوئے راستے بھر اللہ کی تعریف اللہ کی بڑائی اللہ کی پاکی اللہ کی وحدانیت اور شرک سے ان الفاظ میں بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے (سبحان اللہ الحمد للہ لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر) کہتے جائیں۔

شیطان کی حقیقت حج کے ارکان میں شیطان کو کنکر مارنا بھی ایک رکن ہے اور قرآن و سنت میں غور کر کے ہم شیطان کی حقیقت معلوم کر سکتے ہیں۔

ابلیس اور شیطان کے معنیٰ مفردات راغب میں ہے کہ سخت مایوسی کے عالم میں رنج پہنچنے کو ابلاس کہتے ہیں اور شطن کے معنیٰ تباعد دور ہوا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی رحمت سے دور ہوا۔

جِنسیّت شیطان جنوں میں سے ہے اور جن آگ سے بنے ہیں اللہ کا ارشاد ہے کَانَ مِنَ الجِنِّ ففسق عَنْ اَمْرِ رَبِّہٖ ۔ شیطان جن کی جنس میں سے تھا اور اس لئے اس نے اپنے رب کے حکم سے سرتابی کی اور قرآن میں ہے خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَہٗ مِن طِین ۔ شیطان نے کہا اے اللہ تو نے مجھے آگ سے بنایا اور انسان کو مٹی سے بنایا۔

شیطان اور انسان کے درمیان دشمنی کی تاریخ سورہ اعراف پ ۸ ع ۱ میں ہے وَلَقَدْ خَلَقْنٰکُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰکُمْ الخ اور ہم نے ہی تم انسانوں کو پیدا کیا ہے اور ہم نے ہی تمھاری صورت بنائی ہے پھر فرشتوں کو حکم دیا کہ تم آدم کو (سمت قبلہ مقرر کر کے د قرطبی۔ معالم) سجدہ کرو پھر سب نے سجدہ کیا۔ مگر ابلیس سجدہ کرنے والوں میں نہ ہوا (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا میں نے جب تجھے حکم دیا۔ تو پھر تجھے سجدہ کرنے سے کس نے روکا (شیطان بولا) میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اس کو مٹی سے بنایا۔ اللہ نے فرمایا تو نکل جا اس سے اس میں رہ کر تجھے تکبر کا حق نہیں تھا۔ نکل جا تو ذلیل ہے (شیطان نے کہا (ان انسانوں کے مرنے کے بعد جی اُٹھنے تک) مجھے مہلت عطا کر اللہ نے فرمایا تجھے مہلت[1] ہے"

غرض اس کے بعد شیطان نے قیامت تک آنے والی انسانی نسلوں کو راہ حق سے بہکا دینے میں پوری کوشش صرف کرنے کا عہد کیا (وہ انسان جسکو اس دنیا میں اللہ تعالےٰ نے کم سے کم آزادی عمل سہی مگر عطا کی ہے اور جن و انسان کے سوا پوری کائنات خاموش بلا چوں وچرا اطاعت گزار ہے اور اسی کے ساتھ کتاب ہدایت اور محمد نمونہ عمل کامل مبعوث فرما دیا۔

حکمت اور مشیت اس حکمت و تدبیر کے ساتھ ساتھ انسانوں کو ان کی قوتِ ارادی بیدار رکھنے کے لئے یہ سہارا بھی دیا کہ اس واقعے کی خبر پہنچا دی تاکہ آزادی اور خودداری کی قدر پہچاننے والے اللہ کے شکر گذار انسان

---

[1] یقین رکھنا چاہیے کہ اللہ کی ہر تدبیر انسان کے فائدے کے لئے ہے۔

اپنے اللہ کے حکم کی مکمل اطاعت کی طاقت ... کو اپنائے رہیں گے۔ اِدھر اُدھر بھٹک کر دشمن طاقتوں کو غالب آجانے کا موقع نہیں دیں گے۔ اور جو لوگ خالص ایمان اور مکمل اطاعت کا طریقہ اختیار نہیں کریں گے وہی ناکام اور پامال ہو جائیں گے۔

مضبوط سہارا سورۂ بقرہ میں فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ "پس جس کسی نے غیر اللہ (شیطان کی طاقت) کا انکار کیا اور اللہ ہی پر خالص ایمان لایا (وطاعت پر قائم ہو گیا) تو حقیقت میں اس نے مضبوط سہارا حاصل کر لیا (ایسا سہارا) جسے ٹوٹنا ہی نہیں ہے۔

شیطان کے وجود کا یقین انسان کے لئے فائدہ مند ہے شیطان کا وجود یہ یقین دلاتا ہے کہ انسان کی ظاہری اور باطنی دنیا میں ایک مخالف مسلسل اس کو ناکام اور پامال کرنے کی فکر میں ہے حالانکہ اس پر اللہ کا غضب ہے وہ ذلیل مخلوق ہے اسے کوئی طاقت حاصل نہیں ہے۔ مگر اس نے انسان کو سعادت کی راہ سے دور رکھنے کی قسم کھائی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے احکام کی پابندی ایک ایسا مضبوط سہارا ہے جو زندگی کے ہر موڑ پر انسانوں کو ہر مخالف کے فریب سے بچا سکتا ہے آپ جتنا بھی غور کریں آپکے اندر بھی یہ جذبہ ہے اور حقیقت آپ پر آشکار ہو جائے گی کہ مخالف وجود کا یقین ہی انسانی عزائم کو زیادہ سے زیادہ طاقت دیتا ہے اور اسے محتاط رکھ سکتا ہے اور امتحان سے صلاحیتیں بیدار ہوتی ابھرتی اور نمایاں ہوتی رہتی ہیں یہ یقین انسان کو خودسری سے روکتا اور اس کے دل میں پیدا ہونے خیالات ارادے اور نیت کے تخریبی پہلو کو سامنے لاتا ہے لہذا شیطان کے وجود کا یقین ہی انسانوں کی قوتِ ارادی کو بیدار کر سکتا ہے اور اسکی مدافعانہ صلاحیتوں کو اللہ کی اطاعت کے سہارے دوجہانی ترقی کے نصب العین پر ثابت قدم رکھ سکتا ہے۔

بیمار دلوں کی آزمائش سورۂ حج ع کی ایک آیت سے ظاہر ہوتا ہے "شیطانی وسوسے بیمار دلوں کی اور سخت دل لوگوں کی آزمائش ہو جاتی ہے۔" اور یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ کتنے لوگ اللہ کے مضبوط سہارے پر ثابت

قدم رہتے ہیں اور کتنے ناکارہ ہیں۔ پھر جن کی کمزوریاں سامنے آجاتی ہیں تو وہ اپنے کو درست بھی کر سکتے ہیں۔

انسانی دل و دماغ پر شیطان کا تخریبی عمل

سورۂ عنکبوت پ۲۰ ع ۴ کی ایک آیت سے ظاہر ہے کہ اچھے سمجھدار لوگوں کو شیطان سبز باغ دکھاتا ہے اور برے کاموں کو اچھا سمجھا کر ان کے کرنے پر آمادہ کر سکتا ہے (لہٰذا آگاہ رہو اور اللہ کے حکم پر ثابت قدم)

پرہیزگار لوگ

اللہ کے حکم سے واقف اور اس پر ثابت قدم رہتے ہیں اور اس لئے وہ شیطان کا وسوسہ سمجھ جاتے ہیں۔

اور پ۸ ع ۱۷ الانعام میں ہے ایک آیت سے ظاہر ہوتا ہے "اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ جو لوگ اللہ تعالےٰ کی راہ سے ہٹ کر غیر اللہ (شیاطین) کو اپنا دوست بنالیں گے ان پر راہ حق گم ہو سکتی ہے اور پ۵ سورۂ نساء ع ۹ کی آیت سے ظاہر ہے کہ انجام کار وہی لوگ کھلے نقصان میں جا پڑیں گے جو اللہ کو چھوڑ کر شیطان (غیر اللہ) کو اپنا دوست بنالیں گے (اسی کی باتیں مانتے چلے جائیں گے)۔

شَیَاطِیْنُ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ

شیاطین تو جنوں (چھپے ہوئے) کی جنس سے ہے مگر جو انسان اللہ تعالیٰ سے محبت نہیں کرتے اس کا حکم نہیں مانتے تو اللہ کے حکم کے خلاف جو حکم اور جس کا حکم بھی ہوگا وہ شیطانی حکم ہے سیدھی راہ ایک ہی ہے وہ نہیں ہیں لہٰذا اللہ کے نافرمان یقیناً شیطان کے فرمانبردار ہیں۔ اور اللہ کے فرمانبردار بندے وہ ہیں جو اپنے باطنی تحریکات سے آگاہ ہو جاتے ہیں اور پہچان لیتے ہیں کہ یہ حق ہے اور یہ باطل ہے مگر اس مادی دنیا میں شیطان کے مارے ہوئے انسان بھی ہیں جو شیطان کی اطاعت کرتے کرتے ویسے ہی بُرے کام کی ترغیب دلاتے اور نیک کاموں سے منع کرتے بس ایسے ہی کام کرتے رہتے ہیں لہٰذا ایسے لوگ خواہ عزیز قریب ہوں یا غیر ہوں یا مخلص دوست ہوں غرض اللہ و رسول کے احکام کو معیار بنا کر اس کے خلاف متاثر کرنے والی

ہر ذات اور ہر شے شیطانی عمل کا نتیجہ ہوگی سورۂ انعام پ۸ ع ۱۴ کی ایک آیتہ سے یہی مطلب ظاہر ہوتا ہے۔

شیطان کے کارنامے

اصل بات تو یہ ہے کہ کائنات میں انسان کی فضیلت اور شرف اسی احساس پر قائم رہ سکتا ہے اور انسانی حقوق کی حفاظت اور انسان کے انجام کار میں سعادت کی راہ ایک ہی طریقے سے مل سکتی ہے اور وہ اللہ و رسول کے احکام کی مکمل اطاعت بلاشرط فرمانبرداری بغیر دلیل طلب کئے بلا حیلہُ و حجت تعمیل ہے آگے عید قربان کے عنوان میں یہ مضمون واضح ہو جائے گا۔

غرض شیطانی عمل یہ ہے کہ وہ تخریبی مقصد کے لئے چھپی ہوئی تدبیریں انسان کے جی میں اتارتا ہے اللہ و رسول کے تعمیری احکام سے پھیر دینے والی راہوں کا شوق دلاتا ہے بے حیائی کے کام پسندیدہ کر دکھاتا ہے (سورۂ بقرہ) سیدھی راہ سے موڑ دیتا ہے (آل عمران) اللہ کے مقرر کئے ہوئے حق میں خرچ کرنے سے نقصان و مفلسی کا خوف جی میں بٹھا دیتا ہے حالانکہ اللہ تعالےٰ کا حکم یہ ہے کہ حقوق میں خرچ کرنے سے مال میں برکت ہوتی ہے۔ شیطان انسانوں کے دلوں میں لڑائی جھگڑے عداوت حسد غرور تکبر نفرت و بیزاری کے اور فرقہ بندی کے ارادوں کو حرکت دیتا ہے لہٰذا آگاہ رہنا چاہئے کہ اس قسم کے جذبات دشمن طاقت کی طرف سے ہیں جو ہمارے نقصان سے خوش ہوتی ہے۔ اللہ کے سچے بندوں پر شیطان کا زور ہرگز نہیں چل سکتا (سورۂ حجر اور سورۂ نحل) اللہ تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ زبان سے ہمیشہ اللہ کو راضی کرنے والی بات نکالیں شیطان بگاڑ کرانے کی فکر میں ہے (بنی اسرائیل)

شیطان انسان کو بھکانے جھوٹے ڈراوے دینے اور بڑی بڑی آرزوئیں دل میں بٹھا کر ایک دوسرے کا نقصان کرانے اور لڑانے میں کامیاب ہوسکتا ہے لہٰذا آگاہ رہنا چاہئے کہ کمزور ایمان والے پر شیطان مسلط ہوتا ہے۔ سورۂ زخرف میں

ہے شیطان بدترین ہم نشین ہے عیب کو ہنر کر کے دکھائے گا ظلم و فساد کو فائدہ مند ثابت کرے گا۔ اللہ نے جتنے کاموں کو برا کہا ہے شیطان ان تمام کاموں کو دلچسپ قرار دیتا اور ان پر اکساتا ہے بے حیائی کا حکم دیتا ہے گمراہ کرتا ہے پھر ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔ چونکہ زینت و آرائش، خوش نمائی اور جمال عقل پر پردہ ڈال سکتا ہے۔ اس لئے دنیا کی ہر نازک لطیف خوشنما وحسین ذات اور اشیاء انسانوں کے لئے پھندا ہیں۔ اسی بناء پر خواتین کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ فرمایا ہے کہ شرم وحیا سے محروم نہ رہیں ورنہ شیطان عقلوں کو اس طرح بھی اسلام کی راہ سے پھیر سکتا ہے اور انسان کا انجام خراب کر سکتا ہے[۱]۔

شیطان کو کنکر مارنا

ذی الحجّہ کی دسویں تاریخ صبح کے وقت مزدلفہ سے تمام حاجی مقام منیٰ پہنچ جاتے ہیں وہاں سب سے پہلے شیطان کو کنکر مارتے ہیں۔ اور ہر کنکری مارتے وقت یہ پکارتے جاتے ہیں۔ بِرِضَا الرَّحْمٰنِ رَغْمًا لِلشَّيْطَانِ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ الخ میں اللہ تعالےٰ کو راضی کرنے کے لئے یہ کنکری مارتا ہوں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں اللہ ہی سب سے بڑا ہے۔ حج کرنے والے یہ کنکریاں سب سے پہلے (جَمْرَہُ عَقَبَہ) پر مارتے ہیں اور وہ ایک چوڑا ستون یا پلر جیسا بنادیا گیا ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ تاریخ کے مستند حوالوں سے ثابت ہے کہ جبرئیل علیہ السّلام اللہ کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو حج کے مناسک سکھانے کے لئے آئے تھے اور منیٰ پہنچ کر جب جمرۂ عقبہ کی موجودہ جگہ پر پہنچے تو شیطان اپنی اصلی شکل میں ظاہر ہوا حضرت جبریل کے کہنے سے ابراہیم علیہ السّلام نے اس کو ۷ کنکریاں ماریں اسی طرح منیٰ میں جن تین مقامات پر کنکریاں ماری جاتی ہیں وہ وہی مقام ہیں جہاں حضرت ابراہیم علیہ اسلام نے شیطان کو کنکریاں ماری تھیں۔

صحیح ابن خزیمہ میں ہے (جس کا خلاصہ یہ ہے) رسول اللہ صلعم نے فرمایا

---

[۱] شیطان کو کنکر مارنے کا مطلب یہ ہے کہ ابراہیمؑ کی طرح اللہ کے حکم کے خلاف کسی کی نہ مانو۔

جمرۂ اُخریٰ جمرۂ وسطیٰ اور جمرۂ اولیٰ۔ ان تینوں جگہوں میں ابراہیم علیہ السّلام پہنچے تو شیطان اپنی اصلی شکل میں نظر آیا اور ہر مقام پر آپ نے سات سات کنکریاں ماریں اور شیطان دھنس گیا۔ غرض اس مسئلے میں مذکورہ بالا حوالوں کی تصدیق کے لئے سب سے بڑی دلیل تو یہی ہے کہ مناسک حج میں قربانی جو بہت بڑا رکن ہے اس سے پہلے ہی شیطان کو کنکر مارے جاتے ہیں، اور یہ تمام طریقے اس لئے واجب العمل ہیں کہ ہر مسلمان زندگی میں کم از کم ایک ہی مرتبہ سہی مگر اللہ کے حبیب ابراہیم علیہ السّلام کے نقش قدم پر ضرور چلے ابراہیم علیہ السّلام اپنے بیٹے کو اللہ کے حکم پر قربان کرنے کے لئے جب لے چلے ہونگے اس وقت یا ہوسکتا ہے کہ اس واقعے سے پہلے ہی حج کے مسائل سکھانے کے لئے آئے ہوں اور اللہ کی طرف سے مقدّر کی ہوئی قربانی کی جگہ پر جاتے ہوئے راہ میں بہکانے کے لئے شیطان آموجود ہوا ہو اور اس کو دفع کردینے اور اسکے عمل کو اس موقع پر مٹا دینے کا طریقہ جبریل علیہ السّلام نے یہی سکھایا ہو کہ آپ شیطان کو کنکریاں ماریں پھر اور کہیں نہیں، صرف منا میں قربانی کی طرف جاتے ہوئے اور قربانی سے پہلے اس عمل کا واجب ہونا یہ ظاہر کرتا ہے کہ شیطان جو انسان کے ہر نیک عمل اور نیک ارادے میں رکاوٹ ڈالنے بہکانے اور گمراہی کی راہ پر لے چلنے کی دھمکی دے چکا ہے تو اس نے اس مقدس ارادے سے اور اس انوکھی رسم اطاعت انجام دینے والے ابراہیم علیہ السّلام کو ہمدردانہ لہجے میں بہکانے کا یہ موقع کیوں ہاتھ سے جانے دیا ہوگا؟

عیدِ قربان

قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیۡۤ اَرٰی فِی الۡمَنَامِ اَنِّیۡۤ اَذۡبَحُکَ فَانۡظُرۡ مَاذَا تَرٰی۔ ترجمہ "ابراہیم علیہ السّلام نے کہا اے میرے بیٹے میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تمھیں ذبح کر رہا ہوں تم سوچو تمھاری کیا رائے ہے (اسماعیل علیہ السّلام) نے کہا اے میرے باپ آپکو

جو حکم ہو رہا ہے وہ کر ڈالیں۔ اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے پھر جب (باپ بیٹے) دونوں نے اللہ کے حکم کو تسلیم کر لیا اور ابراہیمؑ نے اسماعیلؑ کو پیشانی کے بل لٹایا اور ہم اللہ نے ابراہیم کو یوں پکارا۔ اے ابراہیم تو نے خواب کو سچ کر دکھایا۔ ہم احسان کرنے والوں کو یونہی بدلہ دیتے ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ یہ تھا بھی حقیقت کو کھول دینے والا امتحان۔ اور اس کا بدلہ ہم نے دیا ایک جانور ذبح کرنے کو بڑا اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں یہ بات رہنے دی۔ سلام ہے ابراہیم پر ہم یوں ہی بدلہ دیتے ہیں احسان کرنے والوں کو۔ یقیناً (ابراہیم) وہ ہے ہمارے ایماندار بندوں میں "

سورۃ الصّٰفّٰت چوتھے رکوع کی چند آیتوں کا ترجمہ آپ نے پڑھا ہے ان میں حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے ایک خواب پر عمل کا ذکر ہے اور حضرات انبیأ علیہم السلام کے خواب بھی حقیقت ہوتے ہیں۔ پھر بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو خواب یہ دیکھا تھا کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے اور ہونے والے نبی کم سن اسمٰعیل السلام کو اللہ کے نام پر ذبح کر رہے ہیں! اور اس خواب سے بیدار ہو کر بغیر کسی ہچکچاہٹ کے اس پر عمل کی فکر میں لگ جاتے ہیں اور اپنے بیٹے کو ذبح کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ نے ان کے جذبۂ اطاعت اور فدائیت کو سراہتے ہوئے .... اور ابراہیم علیہ السلام کی کامیابی بیان فرماتے ہوئے ارشاد ہوا " یقیناً یہ تھا بھی حقیقت کو ظاہر کر دینے والا امتحان " اس لئے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اس خواب پر عمل کر کے اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے حضور سچی بندگی اور کمال اطاعت کا نہ صرف یہ کہ عملی نقشہ دنیا کے سامنے رکھدیا بلکہ انھوں نے خواب میں اللہ کے نام پر اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی دیکھی اور بیدار ہو کر بلا چوں وچرا اللہ کی اطاعت کے جذبے میں عام انسانی عادت کی حدیں بھی توڑ دیں۔ اور اسی رکوع میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے " یقیناً ہم احسان کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں "

تو بندگی میں احسان کے معنی حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمائے ہیں "اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ" اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی بندگی کے اظہار میں احسان یہ ہے کہ انسان اپنے اندر وہ کیفیت پیدا کرلے جو کائنات کے پیدا کرنے والے اور حقیقی حاکم و مالک کو اپنے سامنے دیکھ کر کیفیت طاری ہو سکتی ہے اگر یہ نہ ہو سکے تو عبادت کرتے ہوئے کم از کم اتنا تو ضرور یقین رکھے کہ اللہ تعالےٰ اس کو دیکھ رہا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام زندگی بھر عشق الٰہی میں سرشار رہے۔ اس لئے بندگی میں احسان کی یہ کیفیت سدا ان پر طاری رہی۔ دراصل اپنے سے بلند تر اور محسن حقیقی اللہ تعالےٰ کے حضور جھکاؤ۔ محبت اور فدایانہ جذبہ انسانی فطرت کا ایک بڑا جزو ہے مگر شروع سے سرکش انسانوں کا طریقہ یہ رہا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام جب سچائیوں کی طرف انھیں بلاتے تھے اور سچی خدا پرستی کے ساتھ ساتھ پاکیزہ تعمیری اصولوں کی پابند زندگی کا نمونہ سامنے رکھ دیتے تھے۔ پھر بھی نافرمان ستم پیشہ یا عقلمند شریر ان سے منہ موڑ کر اس راہ پر لگ جاتے تھے جہاں سے انھیں کوئی ہدایت مل ہی نہیں سکتی تھی اور اس لئے وہ لوگ مضبوط اصولوں سے آزاد رہ کر بس اپنی مرضی اور اپنے فیصلے کے پابند رہتے تھے اور اس طرح ہر طاقتور کمزوروں کو ناحق کچلتا رہا اب اگر اپنی غذا کے لئے لاتعداد مویشیوں کی جانیں روزانہ نکالی جاتی رہی ہیں اور اگر تخت و تاج کے نام پر محض طاقت کی دلیل سے شروع سے اب تک انسان انسانوں کی ہلاکت کا سبب بنے رہے ہیں۔ تو کیوں نہ وہ یادگار دن ہمیشہ اور ہر جگہ بلاقید زمان و مکان منایا جاتا رہے۔ جس کے منانے کا مقصد یہی ہے کہ حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام نے تمام موجودات کے خالق اللہ تعالےٰ کی حاکمیت کے حضور کامل اطاعت کے ہمیشہ باقی رہنے والے جو نقوش چھوڑے ہیں انھیں بھلا نہ دیا جائے کیونکہ آج بھی انسانی حقوق کو اللہ کی حاکمیت کے سہارے محفوظ کر دینے کے لئے انسان کے پاس انسانیت کی سب سے بڑی پونجی اسی

جذبہ اطاعت حق اور فدائیت میں محفوظ ہے اور اسی کی یادگار عید قربان ہے۔

عید کے معنی خوشی اور قربانی کے معنی قریب ہونا۔ اسلامی زبان میں قربانی کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے حضور قربت کا مقام حاصل کرنے کے لئے ذی الحجہ کی ہمیشہ دسویں تاریخ کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق بشرط استطاعت قربانی کرنا لہٰذا عید قربان کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالےٰ کا تقرب حاصل کرنے کی خوشی۔

اور یہ معلوم ہے کہ انسان کی فطرت کا اپنے پیدا کرنے والے اور زندگی کے لئے تمام اسباب مہیا کرنے والے اللہ تعالےٰ سے نہایت قریبی تعلق ہے اور یہ مضبوط ترین رشتہ ہمیشہ سے ہمیشہ تک ہے مگر انسانوں کے لئے اپنے آپس کے معاملات میں بھی بار بار اس رشتے کو ہمیشہ یاد رکھنے کی سخت ضرورت ہے۔ تاکہ تجدید عہد ہوتی رہے۔ اور

انسانی حقوق

اس رشتے کے احترام سے محفوظ رہ سکیں اور جب دنیا کا ہر وجود اللہ تعالیٰ کی ملکیت حاکمیت کے زیر سایہ ہے اور اللہ ہی نے انسانوں کے لئے زمین و آسمان کی بیشمار نعمتیں مہیا فرمائی ہیں۔ سورۂ لقمان میں ہے اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الخ اے انسانو کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی نے سب کچھ مسخر فرمایا جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں اور ظاہری اور باطنی اپنی تمام نعمتیں تم پر پھیلا دیں تو انسانی فطرت کیوں نہ پکار اُٹھے کہ اے اللہ! اے محسن حقیقی! دونوں جہانوں میں تیرے کرم اور بخشائش کی اگر انتہا نہیں ہے اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ الخ تو خالص تیری بندگی کے اظہار کے لئے میری نماز میری قربانی میری زندگی اور میری موت اے اللہ بس تیرے حکم اور تیری رضا کے لئے وقف ہے۔ کسی اور کے لئے نہیں اس لئے کہ اے اللہ تو ہی سارے جہانوں کا پیدا کرنے والا ہے کوئی اور نہیں اب اگر انسان کی انسانیت زندہ ہے تو دنیا کی یہ سب سے بڑی سچائی اور انصاف انسانی فطرت کی پکار ہے کہ کوئی جان اگر دی جا سکتی ہے تو بس اسکے پیدا کرنے والے اور پالنے والے اللہ ہی کے نام پر اور اللہ ہی کا اجازت نامہ حاصل ہونے کے بعد قرآن حکیم کی دلیل سے اور

اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ثابت اور مرفوع حکم کی دلیل سے اور کوئی جان اگر لی جاسکتی ہے تو اللہ ہی کے حکم و مرضی سے اور اسی کے نام پر خواہ اپنی اور اپنے اکلوتے بیٹے کی جان ہو۔ اور جب تک زندگی بخشنے والے کا فرمان اور اجازت نامہ قرآن وسنت صحیح سے ثابت نہ ہو جائے تو دنیا کی ہر جان بحق خالق محفوظ ہے۔

اس طرح یہ حقیقت خود بخود ظاہر ہو جاتی ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے دنیا میں کسی کی یا اپنی جان لینا یا دینا انسان کی اپنی مرضی خوشی یا مصلحت پر منحصر نہیں ہے۔ انسان جن جانداروں کی جانیں اپنی خوراک کے لئے نکالتا ہے۔ اسلام اس میں بھی لازمی یہ شرائط لگا دیتا ہے کہ ان جانوروں کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام پکارا جائے ورنہ ان کا کھانا حرام ہے اور یہ کہ وہی جانور غذا کے لئے استعمال کیا جائے جس کا کھانا حلال ہے اور حلال کمائی سے اسے حاصل کیا جائے۔

اس طرح عید قربان ہر سال یہ یاد دلاتی رہتی ہے کہ اگر قرآن حکیم اور سنت محمدی میں اللہ تعالیٰ کی مرضی اور حکم کے بموجب کسی جان کو نکالنا اللہ کے حضور قربت حاصل ہونے کا ذریعہ ہے تو اسی طرح اللہ کی مرضی اور اس کے حکم کے بغیر ایک جان کو ناحق قتل کر دینا اللہ کے غضب اور دردناک عذاب لازم کر دیتا ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ جس مجرمانہ جرأت سے ایک جان ناحق نکالی جا سکتی ہے۔ اسی مجرمانہ جرأت کے متعدی اور وبائی ہونے کی صورت میں تمام جانیں غیر محفوظ ہو سکتی ہیں تو پھر ایسی کیا تدبیر ہے جس سے انسانوں کے جذبات اور ان کی عقلوں کی مجرمانہ آزادی پر پابندی لگائی جا سکے تو اسلام انسانی فطرت کے لئے یہ تعمیری عقیدہ ضروری اور لازمی کر دیتا ہے کہ زندگی بخشنے والے کے ہر حکم کو بلا دلیل طلب کئے اور بغیر تاخیر کے تسلیم کر لیا جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہزاروں سال پہلے بندگی اطاعت اور قربانی کی ایسی انوکھی طرح ڈالی ہے جس سے آج بھی انسانوں کے تعمیری مقاصد میں جان پڑ سکتی ہے کہ جس جذبہ اطاعت میں سرشار ہو کر زندگی بخشنے والے اللہ کے حکم پر ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام کو قربان کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے اسی

جذبۂ اطاعت کو ہر سال ہر مقام میں تازہ کیا جاتا رہے تاکہ جذبۂ طاعت اور للہیت سے یہ کام بھی لیا جا سکے کہ ناحق بہائے جانے والے مخلوق کے خون بحق خالق محفوظ ہو جائیں۔ قرآن حکیم سے ثابت ہے کہ انسانی وجود کے ابتدائی دور سے ہی قربانی انسانی دستور میں شامل رہی ہے، اس لئے کہ انسان فطرتاً نیاز مندی اور فدائیت کے جذبے کو کسی نہ کسی صورت میں ہمیشہ ظاہر کرتا رہا ہے اور اس جذبۂ فدائیت کی تسکین کا یقیناً وہی حقدار ہے جو زندگی بخشنے والا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے یہ دستور بن گیا تھا کہ قربانی کے جانور کا ذرا سا خون اس غرض سے خانۂ کعبہ میں لگا دیا جاتا تھا کہ اللہ تعالےٰ قبول فرمالے۔ بعثت نبوی کے بعد قبولیت کی غرض سے اس دکھلاوے کی رسم کو بے فائدہ قرار دیتے ہوئے قرآن حکیم میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ لن ینال اللہ لحومها ولا دماؤها ولکن ینالہ التقوی منکم اللہ تعالےٰ کو قربانی کے خون اور ان کے گوشت نہیں پہنچتے بلکہ تمہارے دلوں کا تقویٰ اللہ تعالےٰ کی جناب میں قبولیت حاصل کرتا ہے تقویٰ کے معنی ہیں وقایۃ النفس عما یؤثم نفس کو ہر اس چیز سے بچا لینا جو گناہ میں آلودہ کر سکتی ہے دوسرے الفاظ میں تقویٰ کا مفہوم یہ ہے کہ ہر وہ فکر اور نیت اور ہر وہ قول اور عمل جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو اس سے بچنا اور اسے چھوڑ دینا اور ہر وہ فکر اور نیت اور قول و عمل جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو اسی پر قائم رہنا اور اس سے اپنے نفس کو پاک کرنا حضور محمد رسول اللہ صلعم نے فرمایا ان اللہ لا ینظر الی صورکم واعمالکم ولکن ینظر الی نیاتکم۔ اللہ تعالےٰ تمہاری شکل و صورت پر نظر نہیں رکھتا بلکہ تمہاری نیتوں اور کارگزاریوں پر نگاہ رکھتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ قربانی دراصل انسان کی انسانیت کو فکری اور عملی انتشار اور تخریبی کارگزاریوں کے تنگنائے سے نکال کر وحدت و مرکزیت پر قائم کر دینے کا ایک بڑا ذریعہ ہے جس طرح روزہ، نماز اور زکوٰۃ خالص اللہ کیلئے بدنی اور مالی عبادات ہیں اور قوتِ فکر و عمل کو یکسوئی اور بلندی عطا کرتی ہیں اسی طرح انسانی جذبۂ فدائیت

مادی کتا فتوں میں فنا ہونے کے لئے نہیں ہے بلکہ مقدس تعمیری اصولوں کی بقا کی خاطر خالص اللہ ہی کے حضور میں پیش ہونے کے لئے ہے۔ اور اس سے انسانی نیت اور عمل کی سچائی اور درستی اللہ تعالےٰ کو مقصود ہے اس سے معلوم ہوا کہ قربانی سے اللہ تعالےٰ کو انسانوں میں یہی وصف پیدا کرنا مقصود ہے۔

جامع ترمذی اور دوسری حدیثوں میں ہے حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قربانی کے خون کا قطرہ زمین پر گرنے سے پہلے ہی اللہ تعالےٰ کے حضور قبولیت حاصل کر لیتا ہے اس لئے چاہیے کہ تم لوگ اپنی نیتوں کو پاکیزہ رکھو۔

اور مسند امام احمد رحمۃ اللہ میں نیز جامع ترمذی میں و نسائی وغیرہ میں ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الشاۃ تجزئ عن الاھل (ایک بکری ایک گھروالوں کی طرف سے کافی ہے) حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی ذبح کرنے وقت یہ دُعا سکھائی ہے اِنِّی وَجَّھْتُ وجھی للذی فطر السّمٰوات والارض الخ (میں اللہ ہی کی طرف سے متوجہ ہوں جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا۔ میں سب سے الگ ہو کر اللہ ہی کی عبادت کرتا ہوں اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں میری نماز میری قربانی میری زندگی اور میری موت اللہ ہی کے لئے ہے۔ جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور یہی کہنے اور کرنے کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں اللہ ہی کے ہر حکم کے آگے سر جھکا دینے والے (مسلمانوں) میں سے ہوں اے اللہ یہ تیری پیدا کی ہوئی جان ہے اور تیرے ہی حضور میں پیش کرتا ہوں اس کو میری طرف سے قبول فرما جس طرح تو نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے قبول کی تھی۔ اللہ کے نام پر ذبح کرتا ہوں اللہ بڑا ہے۔

اسلامی جمہوریت کی اساس

انسان کا اللہ تعالیٰ سے تعلق اس دنیا میں انسانی وجود سے بہت پہلے عالم ارواح میں ہی انسان اپنے حقیقی کارساز اور مہربان اللہ تعالیٰ کو جان پہچان چکا ہے جب ارشاد ہوا الستُ بربکم کیا میں تمھارا پالنے والا نہیں ہوں۔ سب نے کہا ہاں ضرور۔

انسان نہ بھول جائے کہ اللہ تعالیٰ اس سے بہت قریب ہے اللہ ان پر بڑا مہربان ہے قد سَمِعَ اللّٰہُ قول التی تجادلک فی زوجہا سورہ مجادلہ پ ۲۸ اللہ تعالےٰ اس عورت کی بات سن لی ہے جو اپنے شوہر کے بارے میں (اے محمدؐ) تم سے جھگڑ رہی تھی اور اللہ تعالےٰ سے اپنا شکوہ بیان کر رہی تھی۔ پ ۲۶ سورہ قٓ میں ہے ونحن اَقرَبُ الیہ مِن حَبلِ الوَرِیدِ اور ہم اسکی رگ جان سے زیادہ اس سے قریب ہیں۔

واذا سالک عبادی اور جب تم سے میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں تو (انھیں خبر دو کہ) میں قریب ہی ہوں پکارنے والے کی پکار سنتا ہوں، پس مجھی سے سوال کریں اور مجھ پر ایمان لائیں (میرا حکم مانیں اور بامراد رہیں)۔ اور پارہ تین آل عمران ع ۴ میں ہے قل اِن کنتم تحبّون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہُ تم کہدو (اے محمدؐ) اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو تو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

پ ۳ آل عمران ع ۲ میں ہے پھر اگر وہ مسلمان ہوجائیں (اپنے تمام معاملات اللہ کے حکم و مرضی کے حوالے کردیں) تو انھوں نے راہ پالی بامراد ہوگئے) اور اگر انھوں نے منھ پھیر لیا تو (اے محمدؐ) تم پر صرف (میرا پیغام) پہنچا دینا ہے۔

سب انسان اور خاص طور پر مسلمان آگاہ رہیں کہ اللہ ہر ساعت ان کے نزدیک ہے ان کے اعمال پر گواہ حاضر و ناظر ہے ان کی نیت سے خوب واقف ہے لہٰذا محتاط رہیں اور اللہ اور اس کے بندوں کے حق میں زیادتی وکمی سے باز رہیں۔

پ۵ النساء ع ۱۶ میں ہے یَسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا یَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰہِ وَھُوَ مَعَھُمْ اِذْ یُبَیِّتُوْنَ وہ انسانوں سے چھپ سکتے ہیں۔ اللہ سے نہیں چھپ سکتے جب رات کو (اللہ کے نزدیک) ناپسند باتوں کے مشورے کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے علم سے ان کے ساتھ ہوتا ہے۔

پ۱۱ سورہ یونس ع ۷ وَمَا تَکُوْنُ فِیْ شَاْنٍ وَمَا تَتْلُوْا مِنْہُ مِنْ قُرْاٰنٍ الخ اور (اے محمد) تم کسی کام میں ہو یا قرآن کا کوئی حصہ پڑھتے ہو (اور اے لوگو) تم لوگ کوئی سا بھی کام کرو اللہ تمھارے پاس موجود ہوتے ہیں جب تم اسے ابھی شروع ہی کرتے ہو۔

پ۲۴ سورہ مومن ع ۲ میں ہے یَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ اللہ تعالےٰ آنکھوں کی خیانت جانتا ہے اور جو ان کے سینوں میں چھپا ہے وہ بھی جانتا ہے۔

اور سورہ زخرف پارہ ۲۵ ع ۷ میں ہے اَمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّھُمْ وَنَجْوٰھُمْ۔ کیا وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کے راز اور خفیہ مشورے نہیں سنتے ہاں (ضرور) اور ہمارے فرشتے انھیں کے پاس لکھتے رہتے ہیں اور پارہ ۲۸ مجادلہ ع ۲ میں ہے مَا یَکُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَةٍ اِلَّا ھُوَ رَابِعُھُمْ اور جہاں کہیں بھی تین آدمیوں کی کانوں میں باتیں ہوتی ہیں چوتھا ان میں اللہ تعالیٰ ہوتا ہے اور جہاں پانچ کا مشورہ ہوتا ہے وہاں چھٹا اللہ ہوتا ہے اور جو اس سے کم اور زیادہ ہوں ان سب کے ساتھ اللہ ہوتا ہے جہاں بھی ہوں پھر ان کے کئے ہوئے کاموں کے بارے میں قیامت کے دن خبر دے گا اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے لَا خَیْرَ فِیْ کَثِیْرٍ مِّنْ نَّجْوٰھُمْ الخ بھلائی نہیں ان کی بہت سی رازداریوں باہمی مصلحتوں میں

ہاں مگر اس کی (رازداری اور آپس کی مصلحت میں بھلائی ہے) جس نے (دوسرے کو) حکم دیا نیکی کرنے کا اور اللہ کے حکم و مرضی کی بات کا اور لوگوں میں صلح صفائی کرنے کا اور جو کوئی (فقط اپنے) اللہ کی رضا مندی چاہتے ہوئے ایسا کرے گا تو اللہ اسکو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

اور سورۂ مومنون ع ۴ پ۱۸ میں ہے یَاأَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا الخ اے رسولو! پاکیزہ رزق کھاؤ اور (اللہ تعالیٰ کو جو پسند ہوں) اچھے عمل کرو جو تم کرتے ہو میں وہ سب دیکھ رہا ہوں۔ اللہ کی ان آیات نے انسانوں کو اللہ سے قریب کر دیا۔ اللہ کے انصاف سے سب کو خبردار کر دیا ہے عقل ونفس کی جنگاہ میں انسانیت کو بلندیوں اور سچائیوں کی طرف متوجہ کیا ہے۔ ان حقائق پر ایمان لانے والے خواہ عام افراد ہوں یا ذمہ دار حکام اور سچ تو یہ ہے کہ عام افراد بھی اپنے گھر بار کے معاملات میں اپنے اپنے کاروبار میں ظلم وگناہ سے بچنے اور حق وانصاف پر قائم رہنے کے ذمہ دار ہیں۔ لہٰذا یہ آیتیں ہر طبقے اور ہر مقام کے لوگوں کو مقدس اور مستحکم کامل اسلامی تہذیب کی تربیت دیتی ہیں ظالم کو ظلم سے روک سکتی ہیں مظلوم کی ہمت بڑھاتی ہیں اور فساد پھیلانے والوں کے ارادوں کا رُخ پھیر سکتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے

قرآن حکیم میں بکثرت آیات انسانوں کو خوشخبری دیتی ہیں اور انسانوں کا خاص طور پر مسلمانوں کا حوصلہ بڑھاتی ہیں کہ اللہ کے قانون حق پہ چلنے والوں پر اللہ نہایت مہربان ہے اور یہ کہ اللہ کی رحمت اس دنیا میں نیک اور بد کا فرد مومن سب ہی پر ہے مگر آخرت میں اللہ کے سچے بندوں پر خاص فضل وانعام ہوگا۔ سنن ابی داؤد میں ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

رحم کرنے والوں پر اللہ رحم کرتا ہے زمین والوں پر تم رحم کرو آسمان والا تم پر

رحم کرے گا۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے جو کوئی انسانوں پر رحم نہیں کرتا اللہ اس پر رحم نہیں کرتا۔ صحیح مسلم میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے سو حصّوں میں سے ایک حصہ رحمت اہل زمین پر اتاری ہے اور یہ اسی رحمت کا اثر ہے کہ مخلوقات میں شفقت و رحمت کے احساسات موجود ہیں۔ یہاں تک کہ چوپایہ بھی اپنے بچے کی تکلیف کے خیال سے اپنا پیر ہٹا کر رکھتا ہے۔

قیامت کے دن ۹۹ حصے اللہ کی رحمت خاص ہو گی۔

ہر جان پر رحم

صحیح حدیث میں ہے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا مویشیوں پر رحم کرنے میں بھی ہم کو اجر ملے گا۔ فرمایا فِیْ کُلِّ کَبِدٍ رَطْبَۃٍ اَجْرٌ ہر تر کلیجے میں اجر ہے۔ یعنی ہر جان پر رحم کرنے کا اجر ہے (مگر بچھو سانپ کو نماز کی حالت میں بھی قتل کر سکتے ہیں۔

جانوروں پر رحم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا تَتَّخِذُوْا ظُھُوْرَ دَوَابِّکُمْ مَنَابِرَ اپنے سواری کے جانوروں کو منبر نہ بنالو (کہ ہر وقت ان پر بیٹھے رہو) اللہ تعالیٰ نے اس لئے ان کو تمھارے تابع کیا ہے تاکہ یہ تم کو تمھارے شہر تک پہنچائیں۔ جہاں تک تم اپنے جانوں کو ہلکان کئے بغیر پہنچ ہی نہیں سکتے تھے۔ اور اللہ نے تمھارے لئے زمین بنائی ہے اس پر اپنی ضرورتیں پوری کیا کرو۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم نے خبر دی کہ ایک خراب قسم کی عورت راہ میں چل رہی تھی دن بہت گرم تھا اس نے دیکھا کہ ایک کتّا کنویں کے آس پاس چکر لگا رہا ہے اور پیاس کی شدت سے اُس کی زبان باہر آگئی ہے۔ اس نے اپنا چمڑے کا موزہ اُتارا پھر اس میں پانی بھر کر کتّے کو پلا دیا (جانور پر رحم کرنے کے صلے میں) اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ بخش دئیے۔

صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت جو اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی اسے دیکھ کر صحابہ کرام سے فرمایا کیا تم یہ سوچ سکتے ہو کہ یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں ڈال دے گی انھوں نے عرض کیا۔ نہیں یہ اپنے بچے کو آگ میں نہیں ڈال سکتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں پر اس سے بہت ہی زیادہ مہربان ہے۔

(قیامت کے موضوع پر آگ کے عذاب کا عنوان ملاحظہ کریں)

اسلام ایک مکمل نظام زندگی ہے

اس میں ان اصولوں کی تفصیلات اور انھیں عمل میں لانے کے طریقے پوری طرح انسانوں کے سامنے آگئے ہیں۔ جن سے زندگی کے ہر مسئلے کو انھیں عمل میں لاکر حل کیا جاسکتا ہے۔ اسلامی جمہوریت اسی نظام حکومت یا خلافت کو کہا جائے گا جس میں حکمران یا خلیفہ اپنے آپ کو اللہ تعالےٰ کے حضور جوابدہ یقین کرے اور اللہ تعالےٰ کے بندوں پر اللہ تعالےٰ کے احکام کا تابعدار رہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیروکار بن کر ان کی قیادت اللہ کی مرضی کے مطابق کرے — انسانوں کے لئے ہمیشہ وہ دور بدترین اور بھیانک دور ثابت ہوا ہے جبکہ انسانوں پر مطلق العنان حکمراں مسلط ہوئے۔

حاکم اللہ ہی ہے

انسان کی اس دنیا میں باعزت اور صحیح معنیٰ میں آزاد زندگی یہی ہے کہ وہ اللہ کی بندگی میں سربلندی اور اس کے احکام کی پابند زندگی کو عین سرافرازی تسلیم کریں۔

(۱) اللہ ہی نے انسانوں کو پیدا کیا، اس دنیا میں بسایا اور ان کے لئے رزق و معشیت کے پاکیزہ سامان مہیا فرمائے کسی اور نے نہیں۔ لہٰذا انسان اپنی بنیادی ضرورتوں کے وجود میں کسی کا شرمندہ احسان اور کسی کا ثناخواں نہیں ہے۔

(ب) اللہ تعالے نے ہی انسانی وجود کے روز اوّل سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک سلسلۂ ہدایت مکمل فرما دیا ہے اس لئے انسان اپنے دستور حیات یا نظام زندگی کی تجویز و ترتیب میں کسی دوسرے کا محتاج نہیں ہے،

(ج) تمام اشیاء و اشخاص کا حقیقی مالک اللہ ہی ہے۔ لہٰذا اس کی ملکیت میں اس کی مرضی کے خلاف تصرف اللہ کے بندوں پر مطلق مالکانہ اقتدار مسلط کرنے کا کسی کو حق نہیں اور کوئی کسی انسان کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کر سکتا جو اللہ تعالےٰ کو پسند نہ ہو ایسے کاموں پر مجبور کرنے کا حق نہیں رکھتا جو اللہ کو ناپسند ہوں۔

(د) حقیقتاً اشیاء و اشخاص تمام تر اللہ ہی کے قبضے میں ہیں اور اسی کے بندے ہیں جو اللہ کا انکار کرنے والے ہیں وہ بھی قانون بندگی میں جکڑے ہوئے ہیں بھوک لگے تو غذا لینے پر مجبور ہیں موت آئے تو مرنے پر مجبور ہیں نیند آئے تو سونے پر مجبور ہیں۔ انسان کو ایک طرح ارادے اور اختیار میں آزادی نہ ہوتی تو زیادہ سے زیادہ فرشتہ ہوتا مگر فرشتوں سے افضل اسی طرح ہو سکتا ہے کہ اپنے ارادے اور مرضی کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع کرے درحقیقت انسانی حقوق کی حفاظت اسی پر منحصر ہے۔ اسلام انسانوں کو تمام غلامیوں اور بندگیوں سے آزاد کر دینے کے لئے اللہ کی بندگی کی طرف بلاتا ہے اور اکیلے اللہ ہی کی اطاعت کا حکم دیتا ہے اور جس کی اطاعت کا اللہ حکم دے تو اس کی اطاعت فرض ہوگی۔

محمد رسول اللہ کی اطاعت نعوذ باللہ۔ اللہ تعالےٰ کی اطاعت کی برابری میں کوئی دوسری اطاعت نہیں ہے بلکہ اللہ کی اطاعت کی طرف بلانے والے تمام انبیاء و مرسلین کی اطاعت اللہ کے حکم سے فرض عین ہے ...... اللہ تعالےٰ نے انبیاء و مرسلین کو خطا و لغزش اور بھول چوک سے محفوظ و معصوم رکھا اور اللہ تعالےٰ کے بندوں کی رہنمائی اور وحی معصوم کی

حفاظت کے لئے ایک یہ بھی نعمت اور اعزاز انبیاء و مرسلین حضرات کو اللہ نے بخشا جو تمام انسانوں کے لئے نعمت و احسان ہے۔

حکم تو بس اللہ ہی کا حکم ہے

قرآن حکیم میں ارشاد ہے ماتعبدون الا اسماء سمیتموھا انتم وآباؤکم ان الحکم الا للہ تم اللہ کے سوا بہت سارے آقا بنا لیتے ہو تو اس کے سوا اور کیا ہے کہ چند نام ہیں جو تم نے خود مقرر کرلئے ہیں اللہ نے تو اس کی دلیل اتاری نہیں (اور درحقیقت اس کے سوا کچھ نہیں کہ) حکم تو بس اللہ ہی کا حکم ہے۔ اللہ نے حکم دیا ہے کہ تم اس کے سوا اور کسی کی بندگی نہ کرو بندگی کا سیدھا طریقہ (دین) یہی ہے۔ لیکن اکثر انسان جانتے نہیں۔

اور سورۂ زمر میں ہے قُل اِنّی اُمِرتُ اَن اَعبُدَ اللہَ مُخلِصًا لَّہُ الدِّینَ وَ اُمِرتُ اَن اَکُونَ اَوَّلَ المُسلِمِینَ (اے محمد) تم کہدو مجھے حکم دیا گیا ہے کہ خالص اللہ ہی کی اطاعت کے لئے اللہ کی بندگی اختیار کروں۔ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اپنے آپ کو سب سے پہلے اللہ کے سپرد کردینے والا (مسلمان) ہو جاؤں)

تمام انسان نسلی اعتبار سے برابر ہیں۔ اور دینی اعتبار سے بھائی ہیں۔

تَعَالَوا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَاءٍ بَینَنَا وَبَینَکُم اَن لَّا نَعبُدَ اِلَّا اللہَ وَلَا نُشرِکَ بِہٖ شَیئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعضُنَا بَعضًا اَربَابًا مِّن دُونِ اللہِ

آؤ ایک بات جو ہمارے تمہارے درمیان یکساں (قابل تسلیم ہے) کہ ہم سب مل کر اللہ کی بندگی اختیار کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور نہ ہم سب اللہ کو چھوڑ کر آپس میں ایک دوسرے کو اپنا آقا بنائیں (اس لئے کہ حاکمیت اور آقائی کے بلند ترین معنی اللہ کو زیبا ہیں اور اللہ و رسول کے احکام کی اتباع و نیابت انسان کو۔

کہدو اے محمد کہ میں بھی بشر ہوں

قُل اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثلُکُم یُوحٰی اِلَیَّ کہدو اے محمد کہ میں بھی تمہارا جیسا انسان ہوں البتہ یہ

فرض ہے مگر اُولِی الامر جس سے مراد مسلمان حاکم وقت ہے۔ اسے امیر حکومت سربراہ ریاست خلیفہ امام صدر جو کچھ بھی کہا جائے اس کی اطاعت فرض ہے جبکہ وہ اللہ و رسول کے احکام کے مطابق یا شریعت کے مزاج کتاب و سنّت کے تابع حکم دے خواہ وہ حکم ذاتی طور پر کسی کو پسند نہ ہو السمع والطّاعة فیما اَحَبَّ وَکَرِہَ امیر حکومت کا حکم سننا اور اطاعت کرنا فرض ہے خواہ پسند ہو یا ناپسند ہو۔ جب تک وہ اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کا حکم نہ دے پھر جب وہ اللہ و رسول کی نافرمانی کا حکم دے فَلَا سمع وَلَا طاعَةَ تو نہ اس کا کہا سننا ہے نہ اس کی اطاعت کرنا ہے صحیح مسلم اور صحیح بخاری و مسلم میں ہے لاطاعة لمخلوق فی معصیه الخالق۔ خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت قطعی جائز نہیں ہے۔

سورۂ مائدہ میں ہے وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ اور جس کسی نے اللہ تعالےٰ کے نازل کئے ہوئے حکم کے مطابق فیصلہ نہیں کیا تو ایسے لوگ کافر ہیں اور اسی سورۃ میں ارشاد ہے وَاَنِ احْکُمْ بَیْنَھُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ الخ (اے محمد) اور یہ کہ حکم کرو ان کے درمیان اس سے جو اللہ نے اتارا ہے اور ان کی خوشی پر نہ چلو ان سے بچتے رہو کہ تم کو بہکا نہ دیں اللہ کے اتارے ہوئے حکم سے پھر اگر وہ نہ مانیں تو جان لو کہ اللہ نے یہی چاہا ہے کہ ان کو ان کے گناہوں کی کچھ سزا دے الخ اور انسانوں میں بہت سے بے حکم ہیں اب کیا وہ کفر کے وقت کا حکم چاہتے ہیں۔

رسول کی اطاعت

اور سورۂ نساء میں ارشاد ہے۔ فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ الخ قسم ہے تمھارے رب کی وہ ایمان والے نہیں ہوں گے جب تک تمھیں کو منصف نہ بنائیں اپنے آپس کے جھگڑے میں پھر اپنے دلوں میں تمھارے فیصلے سے تنگی نہ پائیں اور دل و جان سے اسے تسلیم کرلیں۔

ان آیات سے اچھی طرح ظاہر ہے کہ اللہ و رسول کی اطاعت غیر مشروط ہے۔

یعنی اللہ ورسول کے احکام بغیر دلیل طلب کئے بلا چوں وچرا غیر مشروط طور پر واجب التسلیم و تعمیل ہیں۔

اور پ الانفال ع ۳ میں ہے اطیعوا اللہ ورسولہ ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم۔ پ۔ الانفال اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو (ورنہ) تمھاری طاقت جاتی رہے گی

اور پارہ ۱۰ التوبہ ۸ میں ہے واللہ ورسولہ احق ان ترضوہ الخ
اور سب سے قطع نظر) اللہ ورسول کا حق ہے کہ تم ان کو راضی کرو۔

" " " " " " " الم یعلموا انہ من یحادد اللہ ورسولہ فان لہ نار جہنم۔ کیا ان لوگوں کو معلوم نہیں کہ جو کوئی اللہ ورسول کی مخالفت کرتا ہے تو اس کے لئے جہنم کی آگ ہے اس میں ہمیشہ رہے گا۔

پ النساء۔ ۲۔ ومن یعص اللہ ورسولہ ویتعد حدودہ
اپنے ایمان والو اللہ ورسول کا حکم مانو وہ بلاتے ہیں تم کو ان کاموں کے لئے جن میں تمھاری زندگی ہے

۹۔ الانفال ع ۳ میں ہے یاایھا الذین امنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم
اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اللہ کی مقررہ حدوں سے آگے بڑھ جائے تو یقیناً اس کے لئے جہنم کی آگ ہے۔

اوپر لکھا گیا ہے کہ محمد رسول اللہ کی اطاعت اللہ کی برابری کی کوئی الگ اطاعت نہیں ہے بلکہ اللہ تعالے کی اطاعت کی طرف بُلانا اور انسانوں کو اِدھر اُدھر کی گمراہیوں سے بچا کر اللہ کی اطاعت پر قائم کرنا تمام انبیاء مرسلین کا منصب تھا اس لئے اللہ کے حکم سے ان کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔
دوسرے یہ کہ ہر بشر خواہ اولیاء اللہ ہوں ان سے خطا سرزد ہوسکتی ہے وہ غلطی اور بھول چوک سے معصوم نہیں ہیں۔ مگر تمام انبیاء ومرسلین اور محمدؐ رسول کو اللہ تعالی نے انسانوں کی بھلائی کے لئے یہ غیر معمولی سہارا بھی دیا ہے کہ وہ غلطی اور بھول چوک پر ٹھہر ہی نہیں سکتے وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی (محمدؐ) اپنی مرضی سے کچھ بات نہیں کرتے (بلکہ ان کا ہر لفظ) وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے۔ یعنی قرآن حکیم کے علاوہ محمد صلعم کے ارشادات جو آج صحیح اسناد کی حدیثوں میں محفوظ ہوں وہ وحی کا درجہ رکھتے ہیں۔ اس سے رسالتمآبؐ کی فضیلت تو ظاہر ہی ہے۔ ساتھ ہی تمام انسانوں پر اللہ تعالی کا یہ بڑا فضل ہے۔
اس سے اچھی طرح واضح ہے کہ محمد رسول اللہ کی ذات کے سوا ہر شخص کی

یعنی اللہ ورسول کے احکام بغیر دلیل طلب کئے بلا چوں وچرا غیر مشروط طور پر واجب التسلیم وتعمیل ہیں۔

اور پ۹ الانفال ع ۳ میں ہے اطیعوا اللہ ورسولہ ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم۔ پ۹۔ الانفال اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو (ورنہ) تمہاری طاقت جاتی رہے گی

اور پارہ ۱۰۔ التوبہ ۸ میں ہے واللہ ورسولہ احق ان ترضوہ الخ
اور سب سے قطع نظر) اللہ ورسول کا حق ہے کہ تم ان کو راضی کرو۔

" " " " " " " الم یعلموا انہ من یحادد اللہ ورسولہ فان لہ نار جھنم۔ کیا ان لوگوں کو معلوم نہیں کہ جو کوئی اللہ ورسول کی مخالفت کرتا ہے تو اس کے لئے جہنم کی آگ ہے اس میں ہمیشہ رہے گا۔

پ۴ النساء ۲۔ ومن یعص اللہ ورسولہ ویتعد حدودہ
اپنے ایمان والو اللہ ورسول کا حکم مانو وہ بلاتے ہیں تم کو ان کاموں کے لئے جن میں تمہاری زندگی ہے

۹۔ الانفال ع ۳ میں ہے یاایھا الذین اٰمنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم
اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اللہ کی مقررہ حدوں سے آگے بڑھ جائے تو یقیناً اس کے لئے جہنم کی آگ ہے۔

اوپر لکھا گیا ہے کہ محمد رسول اللہ کی اطاعت اللہ کی برابری کی کوئی الگ اطاعت نہیں ہے بلکہ اللہ تعالےٰ کی اطاعت کی طرف بلانا اور انسانوں کو اِدھر اُدھر کی گمراہیوں سے بچا کر اللہ کی اطاعت پر قائم کرنا تمام انبیاء مرسلین کا منصب تھا اس لئے اللہ کے حکم سے ان کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔
دوسرے یہ کہ ہر بشر خواہ اولیاء اللہ ہوں ان سے خطا سرزد ہو سکتی ہے وہ غلطی اور بھول چوک سے معصوم نہیں ہیں۔ مگر تمام انبیاء ومرسلین اور محمدؐ رسول کو اللہ تعالی نے انسانوں کی بھلائی کے لئے یہ غیر معمولی سہارا بھی دیا ہے کہ وہ غلطی اور بھول چوک پر ٹھہر ہی نہیں سکتے (وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی (محمدؐ) اپنی مرضی سے کچھ بات نہیں کرتے (بلکہ ان کا ہر لفظ) وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے۔ یعنی قرآن حکیم کے علاوہ محمد صلعم کے ارشادات جو آج صحیح اسناد کی حدیثوں میں محفوظ ہوں وہ وحی کا درجہ رکھتے ہیں۔ اس سے رسالتمآب کی فضیلت تو ظاہر ہی ہے۔ ساتھ ہی تمام انسانوں پر اللہ تعالی کا یہ بڑا فضل ہے۔ اس سے اچھی طرح واضح ہے کہ محمد رسول اللہ کی ذات کے سوا ہر شخص کی

اطاعت مشروط ہے۔ خواہ اولیاء اور صلحاء ہوں یا امیر حکومت ہوں یا فقہاء اُمت ہوں اگر ان کا حکم اللہ و رسول کے حکم و مرضی کے خلاف نہیں ہے .... اور اللہ و رسول کے احکام کے تابع ہے تو واجب التسلیم و تعمیل ہے ورنہ نہیں۔

امیر حکومت کی اطاعت مشروط ہے

سورۂ نساء کی آیۃ اللہ کی اطاعت کرو اللہ کے رسول کی اور اپنے میں سے حاکموں کی اطاعت کرو۔" اپنے میں سے" کے لفظ نے یہ لازم کر دیا ہے کہ مسلمان اپنے لئے مسلمان امیر حکومت مقرر کریں اور منتخب ہو جانے کے بعد اللہ تعالٰے کے حکم سے (۱) امیر حکومت کی اطاعت فرض ہو جائے گی (۲) اور امیر حکومت سے بغاوت کی سزا قتل قرار پائے گی (۳) امیر حکومت کی نافرمانی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کے برابر ہے۔ بشرطیکہ وہ اللہ و رسول کا فرمانبردار ہو اور اس کے احکام و فرامین اللہ تعالٰے و رسول اللہ کے احکام و مرضی کے تابع ہوں۔ اس طرح یہ لازم آتا ہے کہ امیر حکومت مطلق العنان نہیں ہو سکتا ہے بلکہ اللہ و رسول کا تابع فرمانروا ہے اور اسلام میں امیر حکومت کی تعریف یہی ہے اور کچھ نہیں۔ اور جب ایسا ہے تو ——— کسی کے امیر حکومت منتخب ہونے کے بعد صحیح مسلم کی ایک حدیث کے مطابق اگر دیکھا جائے۔ کوئی شخص یا اشخاص مسلمانوں کی طاقت کو توڑتے ہیں اور مسلمانوں کے سدھرے ہوئے معاملات اور مجتمع شیرازے کو منتشر کرتے ہیں تو ان کو قتل کیا جائے گا۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی مَنْ یُّطِعِ الْاَمِیْرَ فَقَدْ اَطَاعَنِیْ اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ حاکم ڈھال کی طرح ہے اور اس کی آڑ میں دشمن سے مقابلہ کیا جاتا ہے اور اس کے ذریعے آفتوں سے بچا جاتا ہے

پھر اگر اس نے تقویٰ کے مطابق حکم دیا اور انصاف پر قائم کیا اور اس کا حکم دیا تو اس کا بڑا اجر ہے اور اگر اس نے اس کے خلاف کیا تو اس کا وبال اس پر پڑے گا۔

جہاں تک ہو سکے اطاعت پر قائم رہو

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے فرمایا مسلمان کو حاکم کی بات سننا اور اس کا حکم ماننا واجب ہے "فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ" خواہ وہ بات اور حکم اس کو فطاتی طور پر پسند ہو یا ناپسند ہو۔ جب تک (مسلمان کو) اللہ کی نافرمانی کا حکم نہیں دیا جائے پھر جب اس کو اللہ کی نافرمانی کا حکم دیا جائے تو نہ بات سننا ہے نہ حکم ماننا ہے۔

دین خیر خواہی ہے

صحیح حدیث میں ہے کہ ایک موقع پر محمد رسول اللہ صلعم نے تین مرتبہ فرمایا دین خیر خواہی ہے دین خیر خواہی ہے دین خیر خواہی ہے۔ صحابۂ کرام نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کس کے ساتھ خیر خواہی فرمایا۔ لِلّٰهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ" اللہ کے (۱) ساتھ خیر خواہی اور اللہ کے رسولؐ کے ساتھ خیر خواہی اور یہ خطاب حاکم اور شہری ہر ایک کو ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ و رسول کی ہدایات و احکام نصوص قرآن اور نصوص حدیث رسول کو غالب رکھنے کی مصلحت حاکموں اور شہریوں دونوں کے پیش نظر رہے اور مقصد بن جائے۔ اور فرمایا "مسلمانوں کے حاکموں کے ساتھ خیر خواہی" اس کی تشریح یہ ہے کہ حاکم جب اپنے قول و عمل میں اور احکام کی تنفیذ میں اللہ و رسول کے تابع ہے تو اس کی پوری پوری حمایت اس کی مدد اس کے حامیوں کی تائید اور اس کے دشمنوں کا مقابلہ تمام شہریوں کا فرض ہے اور فرمایا "تمام مسلمانوں کی خیر خواہی" یعنی عام طور پر ہر شہری دوسرے شہریوں کے مفاد کو اپنا مفاد یقین کرے اور دوسروں کے

نقصان اور تکلیف کو اپنا نقصان اور تکلیف تصور کرے۔ تاہم حاکم اس خطاب میں خاص طور پر شامل ہے۔ کہ تمام مسلمانوں کے دینی اور معاشی مسائل اور ان کی آزادی وحرمت وطاقت کی حفاظت کے امور میں ایسا نہ ہونے پائے کہ حاکم اپنی ذاتی یا کوئی تصوّری رجحان سامنے رکھ کر مسلمانوں کے مفاد کو اپنے اثر سے نقصان پہنچائے اسی طرح شہری بھی مکلّف ہیں کہ ذاتی مفاد سامنے رکھ کر حاکم یا ریاست کی مصلحت کو نقصان نہ پہنچائیں۔

ریاست کی بقا اسی پر منحصر ہے

یہاں یہ نہ بھولنا چاہیئے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر فرمان واجب التسلیم اور واجب التعمیل ہے اس کو ایمان کی طرح اپنے اندر راسخ کرنا لازمی ہے۔ اس پر عمل کرنا ایک اسلامی فرض ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ ریاست اسی طریقے سے مستحکم اور مضبوط بنیادوں پر قائم رہ سکتی ہے۔

امیرِ حکومت اور شہریوں کے درمیان اختلاف ونزاع

سورۂ نساء کی آیۃ ہے اللہ کی اطاعت کرو اللہ کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے حاکموں کی اطاعت کرو۔ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ الخ پھر اگر تم لوگ یعنی (امیرِ حکومت اور شہری) آپس میں اختلاف کرو جھگڑا کرو تو (نزاعی مقدمہ کو) اللہ ورسول کی طرف پھیر دو۔ (جبکہ رسولؐ بقیدِ حیات ہوں اور بعد وفات نصوص حدیث ہیں) اگر تم اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان لائے ہو"

مطلب یہ ہے کہ اگر واقعی تم ایمان والے ہو تو امیرِ حکومت اور شہریوں کے درمیان اختلاف ونزاع کی خلیج حائل ہوجانے کی صورت میں دونوں فریقوں کو اللہ تعالےٰ کا حکم ہے کہ وہ باہمی اختلافات ونزاعی امور کو قرآن وسُنّت کے فیصلوں کے مطابق حل کریں۔ اس طرح حاکم ورعایا دونوں فریقوں میں سے ایک کے جذبات سے لوگوں کو کھیلنے کا موقع نہیں ملے گا اور ذاتی برتری اور کمتری

کا احساس اللہ و رسول پر ایمان و اطاعت کے احساس کی طاقت سے ٹھنڈا پڑ سکتا ہے۔

نزاعی صورت حال پر کس طرح قابو پایا جا سکتا ہے؟

قرآن و سنت کے واقف حضرات کھلے عام اللہ و رسول کے فیصلوں کو قرآن و حدیث صحیح و ثابت کی دلیلوں سے سب کے سامنے رکھ دیں اور سب کو قرآن و سنت کی دلیل سے سمجھائیں نصیحت کریں۔ جناب محمد اسد نے دار القضاء عالی کے ذمہ یہ فرض عائد کیا ہے۔

امیر حکومت مسئول ہے

اسلام میں انسان کی مطلق العنانی کا تصور ہی ناپید ہے حاکم مطلق اللہ ہی ہے۔ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُونَ عَمَّا يَفْعَلُونَ اللہ کی ذات پاک کو جواب دہی نہیں ہے اور سب کو اپنے اعمال پر جوابدہ ہونا ہے۔

صحیح مسلم میں ایک طویل حدیث ہے كلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته الخ تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے (اپنے اپنے حدود عمل اور مرتبے میں حاکمانہ حیثیت رکھتا ہے) اور ہر ایک کو قیامت کے دن اللہ کے حضور اپنے متعلقین کے بارے میں اپنی کارگزاریوں پر جوابدہ ہونا ہے۔ مرد ہو یا عورت، جوان بیٹا ہو یا خادم یا اقتدار کے مالک اور ہر مرتبے کے حاکم کوئی بھی جوابدہی سے بچ نہیں سکیں گے۔ اسلام دین فطرت ہے اللہ تعالٰے نے اس دنیا میں ہر انسان کی ضروری راحت اور خوشحالی کا انتظام اسی یقین پر قائم کیا ہے کہ اس دنیا کی چند روزہ خوشحالی سے قطع نظر کرتے ہوئے ہر فرد و بشر پر آخرت کی جوابدہی کا خوف طاری رہے اور وہاں ہمیشہ کی خوشحالی پر نظر رہے اور امیر حکومت ایک بڑے افراد معاشرہ کا ذمہ دار ہوتا ہے اس لئے وہ سب سے زیادہ مسئول ہے اور اس کی جوابدہی خود اس کی زندگی کا اہم مسئلہ بن جاتا ہے۔

امیر حکومت اللہ کی مخلوق پر حکمراں ہے اور اللہ اپنے بندوں سے بیحد محبت کرتا۔

ہے۔ ان پر مہربان ہے ان کے سینے میں اٹھنے والے شکوے سن لیتا ہے حاضر وناظر ہے۔ سمیع وبصیر ہے۔ چوری چھپے کی راز داریاں سنتا ہے ایک ایک بات پر گواہ ہے۔ اسی لئے حضرت ابوذر غفاریؓ جیسے پرہیزگار صحابی کے ایک سوال پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا یا اباذر اِنَّھَا لَاَمَانَۃ وَاِنَّھَا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ حَسْرَۃٌ وَّنَدَامَۃ الخ اے اباذر یہ حکومت اور عہدوں کا بوجھ امانت ہے اللہ تعالیٰ کی اور قیامت کے دن یقیناً حسرت اور ندامت کا سامنا ہوگا۔ بس وہی عہدہ برآ ہو سکے گا جس نے حق کے ساتھ اسے حاصل کیا اور جو فرائض اور ذمہ داریاں اس پر عاید ہوتی ہیں انھیں ادا کرتا رہا اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا اے اباذر تم کمزور ہو۔ اور غالباً یہی وجہ تھی کہ عہدوں کی طرف بڑھنے والوں کو حضور کبھی کوئی عہدہ نہیں دیتے تھے۔

اسلامی جمہوریت

عام مشورہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَشَاوِرْھُمْ فِی الْاَمْرِ اے محمد تم ان لوگوں سے (پیش آمدہ) مسائل (خلافت) میں مشورہ لے لیا کرو۔ اور ارشاد ہے وَاَمْرُھُمْ شُوْرٰی بَیْنَھُمْ (مسلمانوں کی جماعتی زندگی کی پہچان یہ ہے کہ) ان کے معاملات ان کے معاملات ان کے آپس کے مشورے سے (طے پاتے) ہیں۔

(۱) تاریخ گواہ ہے کہ خود حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیش آمدہ چھوٹے بڑے مسائل میں نماز کے جمہوری اجتماع میں ہمیشہ مشورہ لیا کرتے تھے اور خلفاء راشدین کا یہی طریقہ تھا۔

(۲) تقرر وانتخاب میں بھی خاص افراد کی تجویز اور بیعت کی توثیق جمہوری بیعت سے ہی ہوتی تھی۔

(۳) بیت المال تمام مسلمانوں کے لئے تھا۔ خلافت راشدہ میں ایسا کبھی نہیں ہوا کہ بیت المال سے استفادہ کرنے میں کسی کے ساتھ ترجیحی سلوک روا

رکھا گیا ہو وہ بیت مال المسلمین مسلمانوں کے بیت المال کے نام سے مشہور تھا اور تمام مسلمانوں کا یکساں حق تھا۔

شہری اور قانونی مساوات اسلام نے رنگ و نسل کے بت ذات پات کی فضیلت اونچ نیچ کا رواج مٹا کر جب یہ اعلان کر دیا تھا کہ کسی عرب کو کسی عجم پر فضیلت نہیں کسی سفید و سُرخ کو سیاہ پر فضیلت نہیں۔ عزت و شرافت کا حقدار وہی ہے جو سب سے زیادہ اللہ و رسول کا تابعدار ہو اور پرہیزگار ہو۔ تمام انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے بنے تھے۔

عمر فاروق اور قانونی مساوات امیر المومنین عمر رضؓ کے خلاف اُبَیُّ بْنُ کعبؓ نے حضرت زیدؓ بن ثابت انصاری کے پاس دعویٰ دائر کیا جب حضرت عمرؓ عدالت میں آئے تو زید بن ثابت نے اپنی جگہ خالی کر دی۔ عمر فاروقؓ نے فرمایا۔ یہ تمہاری پہلی بے انصافی ہے۔ یہ کہہ کر اپنے فریق اُبَیُّ بْنُ کعب کے برابر بیٹھ گئے اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی اپنے فریق مدعی کے برابر کھڑے ہوئے تھے۔

عہد عباسی اور قانونی مساوات مامون کے دربار میں ان کے بیٹے عباس پر ایک بوڑھی عورت نے دعویٰ کر دیا اور شہزادہ عباس کو بڑھیا کے برابر کھڑا ہونا پڑا خلیفہ منصور پر دار القضا میں مزدوروں نے دعوے دائر کیا تو خلیفہ منصور مزدوروں کے برابر کھڑے ہوئے۔ میں کہتی ہوں کہ بہادر انسانوں کے لئے یہ ایک خوشگوار حقیقت ہونا چاہیئے کہ روس کے موجودہ اصحاب حلّ و عقد کو اسلام سے بہت کچھ حاصل کرنا ہے۔

عزیزوں اور غیروں سب پر اسلامی سزائیں جاری کرو! ابن ماجہ کتاب الحدود میں ہے اَقِيمُوا حدود اللہ علی القریب والبعید الخ حضرت عُبَادَةُ بن الصامت انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ قریب عزیزوں اور دوسرے لوگوں پر اللہ کی حدیں قائم

کرو (سزائیں) اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرو۔

جَبلۃُ بنُ الایُھَم ملوک غسّان کا آخری بادشاہ تھا۔ مسلمان ہوگیا ایک مرتبہ طواف کرتے ہوئے اس کے کپڑے کا ایک کونہ عام آدمی کے پیر کے نیچے آگیا۔ جَبلہ نے کھینچ کر اس کو تھپڑ مارا اور جبلہ طیش میں بھپر گیا۔ امیر المومنین عمر فاروق کے پاس آیا اور شکایت کی آپ نے فرمایا بدلہ برابر ہوگیا۔ اس نے شاہی آداب بتانا شروع کیے تو آپ نے فرمایا اسلام نے سب کو برابر کر دیا ہے۔ جَبلہ اسلام سے خارج ہوگیا مگر عمر فاروق کے اس اسلامی فیصلے نے تاریخ میں اسلام کی مثالی مساوات کی عملی یادگار قائم کردی ہے اور آج ان مثالوں نے دنیا بھر میں نوکر شاہی رواج کی کوئی وقعت باقی نہیں رکھی ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو سکھایا ہے کہ کوئی کسی کو غلام اور باندی اور آقا اور سردار نہ کہے کوئی کالے اور گورے میں فرق نہ کرے یہ بھائی بھائی ہیں مگر بلند بانگ دعوؤں کے ماوراء عملی طور پر آج کا تمدن مساوات قائم کرنے سے عاجز ہے ہاں اسلامی تعلیم اور صحابہ کرام کے عملی نقوش سامنے رکھ کر آج بھی ذہنیتوں کو بدلا جاسکتا ہے۔ ایک صحابی نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آقا کہا تو فرمایا مجھے آقا نہ کہو آقا تو بس اللہ ہی ہے۔

ایک رومی جاسوس نے اجنادین کے معرکے میں اپنے افسر کو مسلمانوں کی خالص اسلامی تہذیب سے تعجب خیز طریقے پر آگاہ کیا ھُم بالليل رُھبانٌ وبالنھار فرسانٌ الخ " مسلمان لوگ رات عبادت میں بسر کرتے ہیں اور دن میں اور دن میں شہسوار رہتے ہیں۔ اگر ان کے بادشاہ کا بیٹا چوری کرے تو اس کا ہاتھ وہ لوگ کاٹ لیں اور بدکاری کرے تو اسلامی سزا دیں۔

تاریخ طبری میں ہے کہ حضرت مُغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ عنہ ایرانی سپہ سالار کے تخت پر اس کے ساتھ بیٹھ گئے تو خوشامدی درباریوں نے تخت سے اٹھانا چاہا آپ نے فرمایا ہم مسلمان لوگ آپس میں ایک دوسرے کو برابر سمجھتے ہیں۔ پست د

و بلند جانتے ہی نہیں یہ تمھارا طریقہ کیسا ہے ؟

اسلامی جمہوریت میں مالی مساوات

اسلام اپنے پیرودُں کو سکھاتا ہے کہ امیر حکومت کی اطاعت کریں[1] ان کا احترام اور وقعت ملحوظ رکھیں ان سے دلی اخلاص رکھیں اور بظاہر اطاعت اور درپردہ غداری کی خصلت سے اجتناب رکھیں اس کے حامیوں کی حمایت کریں اس کے دشمنوں سے بیزار رہیں مگر اس کے باوجود مالی حیثیت میں حکمران جماعت کو کوئی ترجیح نہیں دی ہے اور یقیناً اس کی وجہ یہی ہے کہ حکمراں لوگ اللہ کی مخلوق کے ذمہ دار بنے ہیں اور اللہ کے حضور مخلوق کے حقوق میں جوابدہ ہیں۔ اسلئے ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام کے روشن ترین دور عہد خلافت راشدہ میں اور بنو امیہ میں سے خلیفۂ برحق حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہد میں امیر حکومت اور شہریوں کا تعلق ماں باپ اور اولاد کے تعلق کی طرح تھا اور قطعی ناممکن ہے کہ ماں باپ پیٹ بھر کر کھائیں اور اولاد میں سے کوئی ایک بھی بھوکا رہے۔ ماں باپ اعلیٰ معیار کی خوش حال زندگی بسر کریں اور ان کی اولاد اور ان کے بال بچے دربدر مفلوک الحال جاہل اور بے وقعت رہیں طبقات ابن سعد میں ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا أُخْبِرُكُمْ بِمَا يَسْتَحِلُّ لِي میں تم لوگوں کو بتاؤں کہ مسلمانوں کے بیت المال میں سے مجھے کتنا لینا حلال ہے۔

میں ایک ادنیٰ مسلمان آدمی ہوں

دو جوڑے کپڑے ایک جاڑے کے لئے اور ایک گرمی کے لئے اور ایک سواری جس پر حج اور عمرہ کروں اور قریش کے درمیانہ حیثیت کے انسان کی طرح اپنے اور اہل وعیال کے لئے خرچ لوں میں ایک ادنیٰ مسلمان ہوں جو سب کا حال وہ میرا حال۔

فتوح الشام ازدی میں سے مولنا ابوالکلام آزاد نے نقل کیا ہے کہ حضرت معاذ بن جبل انصاری رضی اللہ عنہ نے ناواقف لوگوں کو بتایا ۔۔

---

[1] جب تک وہ اللہ کی نافرمانی پر ترغیب نہ دے ۔

وَاَمِيْرُنَا كَرَجُلٍ مِنَّا اِنْ عَمِلَ فِيْنَا بِكِتَابِ دِيْنِنَا وَسُنَّةِ نَبِيِّنَا قَرَّرْنَاهُ عَلَيْنَا وَاِنْ عَمِلَ بِغَيْرِ ذٰلِكَ عَزَلْنَاهُ عَنَّا وَاِنْ هُوَ سَرِقَ قَطَعْنَا يَدَهُ الخ

ہمارا خلیفہ یا امیر حکومت ہم میں کا ایک فرد ہے اگر ہمارے مذہب کی کتاب قرآن اور ہمارے رسول کے طریقے پر رہے تو ہم اسکو اپنا خلیفہ باقی رکھیں ورنہ اس کو اتار دیں اگر وہ چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ لیں بدکاری کرے تو اسلامی سزا دیں آگے فرماتے ہیں اگر وہ ہم میں سے کسی کو زخمی کرے تو اس کو بدلا دینا پڑیگا الخ

طبقات ابن سعد میں ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

عمر فاروق کا خطاب

نے اپنی سب سے پہلی تقریر میں مسلمانوں کو خطاب کیا۔

اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ وُلِّيْتُ اَمْرَكُمْ وَلَسْتُ بِخَيْرِكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ اَنَا مُتَّبِعٌ وَلَسْتُ بِمُبْتَدِعٍ الخ

اے لوگو میں تمھارا خلیفہ مقرر ہوا ہوں اور میں تم سب سے بہتر نہیں ہوں۔ اے لوگو! میں اللہ اور رسول کے احکام کی پیروی کرنے والا ہوں۔ کوئی نئی بات کرنے والا نہیں ہوں۔ اگر میں ٹھیک کام کروں تو میری مدد کرو اگر میں غلطی کروں تو مجھے سیدھا کردو۔"

اور سرزمین شام فتح ہوجانے کے بعد ایک موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اے مسلمانو! میں تم میں سے ایک آدمی ہوں۔ میں نہیں کہتا کہ جو میں چاہوں اسے تم ضرور مان لو۔

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اسلامی تعلیم و تربیت نے شہریوں میں صلاحیت خود اعتمادی سوجھ بوجھ اور اُمنگ پیدا کردی تھی اور حضرت عمرؓ کی قیادت سے شہریوں نے آزاد و مختار رہنے کا ڈھب سیکھے۔ واٰخر دعوانا اَنِ الحمد للّٰہِ ربِّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیرِ خلقِک محمّد والہ وصحبہٖ اجمعین ط

رقیہ خلیل عرب

۲۶ اپریل ۱۹۶۳ء۔ بعد نماز جمعہ